PAKISTANIPOINT.COM
پاکستانی پوائنٹ
Aik Rabta Apnon Sey

قلعہ بخارا کا جنوبی دروازہ کھول دیا گیا۔

قلعہ کے سامنے لشکر اسلام خیمہ زن ہو چکا تھا اور حملے کی تیاریوں میں مصروف تھا مگر جب اچانک قلعہ کے برج پر سفید پھریرہ لہرایا اور اس کے ساتھ ہی قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا تو مسلمان لشکری اور اس کے سالار قدرے حیرت سے ادھر دیکھنے لگے۔

دروازہ کھلتے ہی قلعہ کے اندر سے سوار نکلنا شروع ہو گئے۔ سوار دو قطاروں میں رہے تھے اور ہر سوار کے نیزے پر سفید جھنڈا لہرا رہا تھا۔ سفید پھریرہ ہمیشہ سے امن کا نشان رہا ہے۔ اس پھریرے کو اگر عین جنگ میں لہرا دیا جائے تو دوست دشمن دونوں اس کے احترام میں تلواریں جہاں کی تہاں روک دیتے ہیں۔

قلعہ کے سوار گھوڑے بڑھائے سیدھے اس سمت آ رہے تھے جہاں اسلامی عساکر کے سپہ سالار سعید بن عثمان کا خیمہ تھا جس کے سامنے اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ جب صلح و امن وفد اور زیادہ قریب آ گیا تو سپہ سالار لشکر سعید بن عثمان اپنے خیمہ میں واپس چلے گئے اور وفد کے استقبال کے لیے اپنے نائب اور ایک سردار کو وہاں اس تاکید کے ساتھ چھوڑ گئے کہ اگر وفد گفتگو کی خواہش کرے تو اسے خیمہ میں پہنچا دیا جائے۔

خراسانی وفد سواروں کی دو ٹکڑیوں پر مشتمل تھا۔ ہر ٹکڑی میں چھ چھ سوار تھے۔ ایک ٹکڑی کے سوار تمام کے تمام نصف نقاب سے اپنے چہروں کو چھپائے ہوئے تھے مگر دوسری ٹکڑی کے سب سوار بے نقاب تھے یعنی یہ ٹکڑی مردوں کی تھی۔ دوسری ٹکڑی خواتین سواروں کی تھی جن کے آگے آگے ایک خاتون بڑی تمکنت سے گھوڑے کی لگامیں سنبھالے چلی آ رہی تھی۔

صلح کا وفد قریب آ کر رک گیا اور وہ سب گھوڑوں سے اتر پڑے۔ انہیں دیکھ کر

استقبال کرنے والے دونوں مسلمان سپاہی بھی پا پیادہ ہو گئے۔ اسی وقت خواتین گروہ کی وہ خاتون جو سب سے آگے تھی' نے چند قدم آگے بڑھ کر کہا۔

"آپ دونوں میں سے اسلامی لشکر کے سالار کون ہیں؟"

مسلمانوں کے دو سرداروں میں سے ایک نے خاتون کو نہایت عزت اور نرم لہجے میں جواب دیا۔

"میں خراسانی وفد کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"میں مسلم سالار کو سلام پیش کرتی ہوں۔" خاتون نے برف پاش نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"خاتون آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" مسلم سردار نے سنبھل کر کہا۔ "میرا نام مہلب بن ابی صفرہ ہے۔ میں نائب سالار ہوں۔ ہمارے سپہ سالار سعید بن عثمان ہیں جو سامنے کے خیمے میں موجود ہیں۔"

اس وقت قلعہ سے آنے والی خاتون کی نظریں مہلب ابن صفرہ کے برابر کھڑے ہوئے ایک خوبصورت جوان پر ٹھہر کر رہ گئی تھیں۔ وہ جیسے کسی خیال میں کھو کر رہ گئی تھی۔ اس عالم میں اس نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا نائب سالار یہ بتانے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے کہ ان کے ساتھ جو نوجوان کھڑے ہیں ان کا نام کیا ہے؟"

"کیوں نہیں مہمان خاتون۔" مہلب بن ابی صفرہ نے بڑی خوش دلی سے کہا۔ "میں ان سے آپ کا ضرور تعارف کرواؤں گا۔ یہ ہیں ہمارے سردار سعد بن عثمان۔ شہسواری اور تیراندازی میں یہ اپنی........"

"اچھا تو یہ ہیں آپ کے سپہ سالار----؟" خاتون نے بڑے جوش سے مہلب بن ابی صفرہ کی بات کاٹ دی۔

"معزز خاتون۔" مہلب ابن ابی صفرہ قدرے چڑ کر بولا۔ "آپ کو دوسری بار غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ ہمارے سپہ سالار نہیں ہیں بلکہ ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔"

خاتون کچھ حیران ہوئی۔ اس نے دریافت کیا۔

"مگر آپ نے تو اپنے سپہ سالار کا نام سعد بن عثمان ابھی بتایا تھا۔ کیا یہ ان کا نام نہیں ہے؟"

"آپ نے بالکل درست فرمایا۔" مہلب بن ابی صفرہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ان کا نام واقعی سعد بن عثمان ہے جب کہ ہمارے سالار کا نام سعید بن عثمان ہے اور وہ ان کے بڑے بھائی ہیں۔"

خاتون نے تبسم بکھیرتے ہوئے کہا۔

"میں ان دو غلط فہمیوں کے لیے معذرت خواہ ہوں بلکہ آگے ہونے والی غلط فہمیوں کے لیے بھی قبل از وقت معذرت چاہتی ہوں۔"

"آپ ہمیں شرمندہ نہ کیجئے خاتون محترم۔" مہلب بن ابی صفرہ ادب سے بولا۔ "آپ لوگ اس وقت ہماری لشکر گاہ میں مہمان کی حیثیت سے ہیں اور ہم عرب اپنے مہمانوں کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں۔"

اس گفتگو کے دوران خاتون کی نظریں کئی بار عثمان کے چہرے کا طواف کر چکی تھیں۔ ادھر سعد بن عثمان بھی اس دلچسپ گفتگو کے ساتھ ساتھ کسی وقت نظر اٹھا کر خاتون کی طرف دیکھ لیتے تھے اور ایک بار تو ان دونوں کی نظریں ٹکرا بھی گئی تھیں۔ سعد بن عثمان نے فوراً" اپنی نظریں جھکا لی تھیں مگر قلعہ کی خاتون کی نظر ادھر سے بہت کم ہٹتی تھی۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد مہلب بن ابی صفرہ نے بات آگے بڑھائی۔

"کیا وفد کے ارکان اپنا تعارف نہیں کرائیں گے؟"

"کیوں نہیں اے نائب سالار لشکر۔" یہ جواب خاتون کے بجائے اس سن رسیدہ شخص نے دیا جو مردوں کے گروہ کے آگے آگے تھا۔ "یہ خاتون جو آپ سے مخاطب ہیں' ان کا نام عنترہ خاتون ہے۔ یہ ملکہ بخارا کی مشیر خاص ہیں اور میرا نام نیک دار ہے۔ مجھے سلطنت بخارا کے وزیراعظم ہونے کا شرف حاصل ہے۔"

"بہت خوب" مہلب ابن صفرہ نے "تکلفاً" کہا۔ "آپ کی ملاقات سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس وقت آپ کے درمیان ایک تو ملکہ بخارا کی مشیر خاص موجود ہیں اور دوسرے سلطنت بخارا کے وزیراعظم ہیں۔ میں دراصل آپ دونوں کے اعزاز اور اختیارات کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکا اس لیے یہ سوال کرنے پر مجبور ہوں کہ اس وفد میں سے کون شخص ہمارے سردار اعلیٰ یعنی سپہ سالار لشکر اسلام کے سامنے باریاب ہونے کا خواہش مند ہے؟"

اس وقت عنترہ خاتون نے دخل دیا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ ہمارے پورے وفد کو سپہ سالار کے حضور پیش ہونے کی اجازت عطا فرمائیں کیونکہ ہم میں سے ہر ایک سالار لشکر کو دیکھنے کا خواہش مند ہے؟"

مہلب نے جواب دیا۔

"مجھے افسوس ہے خاتون۔ بیک وقت بارہ اشخاص کو سپہ سالار کے سامنے پیش کرنا نہ تو مناسب ہے اور نہ یہ کوئی طریقہ ہے۔ فی الحال آپ کسی ایک کو اپنا نمائندہ بنا کر میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ میں سپہ سالار سے یہ ضرور عرض کروں گا کہ وہ گفتگو کے بعد آپ تمام لوگوں کو ملاقات کا شرف عطا فرمائیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" عنترہ نے بے پروائی سے کہا۔ "انسان کی ہر خواہش تو پوری نہیں ہوا کرتی۔ پھر آپ کی اپنی مجبوری بھی تو ہے۔"

عنترہ خاتون نے اپنے وزیراعظم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا چنانچہ بخارا کے وزیراعظم نیک دار نے کہا۔

"اگر سپہ سالار سے صرف ایک شخص گفتگو کر سکتا ہے تو میں اس کے لیے عنترہ خاتون کا نام پیش کرتا ہوں کیونکہ یہی ملکہ بخارا کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور ملکہ نے انہیں شرائط امن و صلح کے پورے اختیارات دے کر ہمارے ساتھ بھیجا ہے۔"

مہلب بن ابی صفرہ سوچ میں پڑ گیا۔ ذرا دیر بعد اس نے کہا۔

"معزز وزیراعظم۔ بخارا کا وفد امن کی گفتگو اور صلح کی شرائط پیش کرنے آیا ہے مگر اس گفتگو سے پہلے ہی آپ کی طرف سے طرح طرح کی درخواستیں پیش کی جا رہی ہیں۔ پہلے آپ نے بارہ اشخاص کے ساتھ سپہ سالار سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس کے بعد اب ایک بالکل نئی خواہش سامنے آئی ہے۔"

عنترہ خاتون نے محسوس کیا کہ لشکر اسلام کا نائب سردار کچھ سخت رویہ اختیار کر رہا ہے اور اس بات کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے کہ کہیں وفد ناکام نہ ہو جائے۔ اس لیے اس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"محترم نائب سالار میں قطع کلامی کی معذرت کرتے ہوئے عرض کروں گی کہ اگر ہم لوگوں کی طرف سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اسے معاف فرمایا جائے اور ہماری ملاقات فوراً سپہ سالار سے کرائی جائے۔"

مہلب نے اپنا لہجہ فوراً تبدیل کر لیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"قابل احترام خاتون۔ اگر آپ کا وفد صرف خواتین پر مشتمل ہوتا تو پھر آپ کی نمائندگی کو ضرور قبول کیا جا سکتا تھا مگر جس وفد میں بخارا کے وزیراعظم جیسے لوگ موجود ہوں اس کی نمائندگی ایک خاتون کے سپرد کی جائے، کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔"

عنترہ خاتون نے فوراً" جواب دیا مگر لہجہ انتہائی نرم بلکہ شگفتہ تھا۔
"محترم سالار۔ ہو سکتا ہے کہ جنگ کی صورت میں بخارا کے قلعہ سے نکلنے والا لشکر صرف خواتین پر مشتمل ہو تو کیا آپ شمشیر بکف اور نیزہ بردار خواتین کو اپنے مقابلہ پر دیکھ کر اپنی تلواریں نیام میں واپس ڈال لیں گے؟"

عنترہ کا سوال بڑا چبھتا ہوا مگر نہایت دلچسپ تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ گھبرا گئے۔ اس وقت سپہ سالار لشکر اسلام سعید بن عثمان کے چھوٹے بھائی سعد بن عثمان نے اپنے نائب سپہ سالار کی مدد کی اور تقریباً" ہنستے ہوئے مہلب کے بجائے اس نے جواب دیا۔

"اے ملکہ بخارا کی مشیر کار عنترہ خاتون۔ میدان جنگ میں تلوار صرف دشمن کی تلوار کو پہچانتی ہے۔ وہ دشمن کی صورت نہیں دیکھا کرتی۔"

سعد بن عثمان کے اس برمحل اور برجستہ جواب سے ایک تو مہلب بن ابی صفرہ کی مشکل آسان ہو گئی' دوسری طرف عنترہ خاتون اس جواں عمر سردار کی ذہانت پر دل ہی دل میں عش عش کر کے رہ گئی۔

عنترہ خاتون نے اس وقت ایک اور درخواست پیش کر دی۔
"معزز نائب۔ اگر آپ مجھے اور وزیراعظم نیک دار کو ایک ساتھ سپہ سالار کے حضور پیش کر دیں تو آپ کی بہت بہت نوازش ہو گی؟"

"آپ بالکل فکر نہ کیجئے خاتون۔" مہلب ابن ابی صفرہ نے کہا۔ "میں سپہ سالار سے آپ دونوں کے لیے اجازت حاصل کرنے جا رہا ہوں۔"

مہلب بن ابی صفرہ تو اجازت لینے کے لیے سپہ سالار کے خیمے کی طرف چلا گیا اور ادھر عنترہ خاتون اور سعد بن عثمان کی نظروں میں نامہ و پیام شروع ہو گئے۔ اس پیام و سلام کی کوئی زبان نہ تھی مگر اس بے زبانی میں بھی نظریں زبان کا کام کر رہی تھیں۔ ایک پیام ادھر سے جاتا تو اس کا جواب فوراً" ادھر سے آ جاتا۔ شاید ایسے ہی موقعہ کے لیے کسی شاعر نے کہا ہے۔

ممنون دعاؤں کی نہ محتاج تکلم
ہوتی ہے کچھ اظہار محبت کی زباں اور

زیادہ لطف کی بات یہ تھی کہ نظروں کے سوال و جواب کے دوران وہاں ملکہ بخارا کے تمام مرد اور خواتین بھی موجود تھیں مگر وہ نہ صرف مہربلب تھیں بلکہ ان سب کی نظریں زمین کی طرف تھیں جیسے انہیں زمین کی طرف دیکھنے کے علاوہ کسی اور طرف نظر گھمانے

کے لیے سختی سے منع کر دیا گیا ہو۔

نظروں کے اس سلام و پیام کا سلسلہ طویل سے طویل ہوتا جا رہا تھا اور کسی کی نظر بھی نہ جھک رہی تھی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ اسی وقت مہلب بن ابی صفرہ' سپہ سالار کے خیمے سے واپس آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ انہیں دیکھ کر عنترہ اور سعد جیسے خواب سے چونک پڑے اور مہلب بن ابی صفرہ کی طرف دیکھنے لگے۔

"مبارک ہو عنترہ خاتون۔" مہلب بن ابی صفرہ نے قریب پہنچ کر کہا۔

"سپہ سالار نے میرے کہنے سے پہلے ہی آپ سب کو باریابی کی اجازت دی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ ملکہ بخارا کے پورے وفد سے مل کر خوشی محسوس کریں گے۔"

یہ خوشخبری سن کر بخارا کے وفد کے ہر شخص کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

لشکر اسلام کے سپہ سالار سعید بن عثمان کے خیمے میں سب سے پہلے بخارا کے وفد کی خاتون رکن عنترہ خاتون نے قدم رکھا پھر اس کے پیچھے بخارا کا وزیراعظم نیک دار داخل ہوا۔ سپہ سالار سعید بن عثمان کے چہرے پر ایک خاتون کو داخل ہوتے دیکھ کر ناگواری کے جو تاثرات پیدا ہوئے تھے۔ وہ وزیراعظم نیک دار کو داخل ہوتے دیکھ کر ختم ہو گئے۔

پس سپہ سالار سعید بن عثمان وفد کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور بولے۔

"میں ملکہ بخارا کے تمام ارکان وفد کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

عنترہ خاتون نے جواب میں کہا۔

"میں اور میرا وفد سپہ سالار لشکر اسلام کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں باریابی کا شرف بخشا۔"

سپہ سالار نے سوالیہ نظروں سے اپنے نائب مہلب بن ابی صفرہ کو دیکھا۔ مہلب نے فوراً وضاحت کی۔

"سپہ سالار محترم۔ ان کا نام عنترہ خاتون ہے اور یہ ملکہ بخارا کی مشیر خاص ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ملکہ بخارا نے انہیں اپنی طرف سے شرائط صلح طے کرنے کے پورے اختیارات عطا فرمائے ہیں۔ خاتون کے ساتھ جو بزرگ ہیں ان کا نام نیک دار ہے۔ یہ بخارا کے وزیراعظم ہیں اور عنترہ خاتون کے ساتھ بطور مشیر بھیجے گئے ہیں۔ باقی تمام خواتین و حضرات اس وفد کے ارکان ہیں۔"

"بہت خوب۔" سپہ سالار نے مسرت کا اظہار کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ خیمہ میں جگہ کم ہے اور فرش پر بچھانے کے

لیے دوسری چادر بھی نہیں' ایک تجویز پیش کی۔

"ارکان وفد کی سپہ سالار نے پذیرائی کی ہے اور ان کی آمد پر مسرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اب اگر عنترہ خاتون پسند فرمائیں تو گفتگو کا آغاز کیا جائے مگر اس کے لیے پرسکون ماحول کی ضرورت ہو گی اور خیمہ میں جگہ تنگ ہے۔"

عنترہ خاتون نے اپنی ذہانت سے اندازہ لگا لیا کہ نائب سپہ سالار ان کے ارکان وفد کو باہر بھیجنا چاہتا ہے۔ خیمہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ بھی کچھ گھٹن محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"نائب سپہ سالار کا خیال درست ہے۔ گفتگو پرسکون ماحول میں ہونی چاہیے۔ اگر سپہ سالار اجازت دیں تو میں اور وزیراعظم نیک دار گفتگو کے لیے خیمے میں موجود رہیں اور باقی ارکان وفد کو دوسرے خیمے میں منتقل کر دیا جائے۔"

سپہ سالار کے بجائے نائب نے فوراً اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"عنترہ خاتون نے بالکل صحیح فرمایا۔ وہ اور وزیراعظم گفتگو کے لیے کافی ہیں۔ دوسرے ارکان وفد کو میں دوسرے خیمے میں پہنچانے کے انتظامات کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے مہلب بن ابی صفرہ نے اپنے سپہ سالار کی طرف دیکھا۔

سپہ سالار سعید بن عثمان نے کہا۔

"مجھے اس تجویز سے پورا اتفاق ہے۔"

مہلب بن ابی صفرہ نے ارکان وفد کو باہر چلنے کا اشارہ کیا اور انہیں ساتھ لے کر باہر چلا گیا۔

عنترہ خاتون اور وزیراعظم نیک دار کا خیال تھا کہ لشکر اسلام کے سپہ سالار کا خیمہ خوب آراستہ و پیراستہ ہو گا' مگر یہاں تو سوائے ایک چادر' ایک آبخورے اور جائے نماز کے علاوہ کوئی اور چیز نہ تھی۔

ارکان وفد کے باہر جانے کے بعد سپہ سالار سعید بن عثمان نے کہا۔

"آپ دونوں اصحاب چادر پر تشریف رکھیے۔"

"اور آپ؟" عنترہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا کیونکہ وہاں کوئی دوسری چادر موجود نہ تھی۔

"میری فکر نہ کیجیے۔ آپ چادر پر تشریف رکھیے۔"

عنترہ اور وزیراعظم نیک دار مجبور ہو کے چادر پر بیٹھ گئے۔ اسی وقت مہلب بن ابی صفرہ

خیمہ کے اندر آ گئے۔ عنترہ اور نیک دار کے چادر پر بیٹھنے کے بعد مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان اور ان کے بھائی سعد بن عثمان اور مہلب بن ابی صفرہ نہایت بے تکلفی سے بخارا کے دونوں ارکان وفد کے مقابل فرش خاکی پر بیٹھ گئے۔

عنترہ یہ دیکھ کر فوراً کھڑی ہو گئی۔ وزیراعظم نیک دار بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔

"معزز سپہ سالار۔ آپ چادر پر تشریف رکھئے۔ ہم دونوں زمین پر بیٹھے جاتے ہیں۔"

"واہ یہ کیسے ممکن ہے خاتون۔" سپہ سالار نے کہا۔ "آپ لوگ ہمارے مہمان ہیں اور مسلمان اپنے مہمانوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔"

"سردار محترم۔" عنترہ نے جواب دیا۔ "یہ تو ٹھیک ہے مگر ہم یہ کیسے گوارہ کر سکتے ہیں کہ ہم چادر پر بیٹھیں اور مسلم سپہ سالار فرش خاک پر تشریف رکھیں؟"

سپہ سالار نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"خاتون۔ آپ کن تکلفات میں الجھ گئیں۔ ہم تو زمین پر بیٹھنے اور لیٹنے کے عادی ہیں پھر مرنے کے بعد تو ہمیشہ کے لیے ہمیں زمین ہی کی آغوش میں جانا ہے۔"

عنترہ خاتون لاجواب ہو گئی۔ ذرا دیر خاموشی کے بعد سپہ سالار نے فرمایا۔

"فرمایئے بخارا کے وزیراعظم۔ ملکہ بخارا نے میرے لیے کیا پیغام بھیجا ہے؟"

وزیراعظم بخارا نیک دار نے گردن اٹھا کر عنترہ خاتون کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ عنترہ خاتون آپ جواب دیجئے اور عنترہ خاتون نے بلا جھجک جواب دیا۔

"سپہ سالار محترم۔ ملکہ بخارا قبق خاتون نے آپ سے گفتگو کرنے کی اجازت صرف مجھے عطا فرمائی ہے۔ وزیراعظم نیک دار صرف مجھے مشورہ دینے کے لیے تشریف لائے ہیں۔"

سپہ سالار کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا۔ اس کے بھائی سعد بن عثمان نے بھی عنترہ خاتون کو دلچسپی سے دیکھا۔ اس کی اس گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ بخارا کے قلعہ میں ملکہ بخارا کے بعد اگر کوئی اور ہستی اہمیت رکھتی ہے تو وہ صرف عنترہ خاتون ہی ہے۔ یہ دونوں بھائی ایسے ہی خیالات میں الجھے ہوئے تھے کہ عنترہ خاتون کی ترنم ریز آواز بلند ہوئی۔

"معزز سپہ سالار۔" عنترہ خاتون نے ایسے سبک انداز میں کہا جیسے اس کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں۔ "ہماری ملکہ قبق خاتون خوں ریزی کو پسند نہیں فرماتیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ آپ اپنے علاقوں میں اور وہ اپنے علاقوں میں امن و سکون سے رہیں۔ اگر آپ بغیر خوں ریزی کے واپس جانے کا اعلان فرمائیں تو ہماری ملکہ عالیہ آپ کے لشکر کے ہر فرد کو الگ

الگ ایک معقول رقم کا تحفہ پیش کریں گی۔"

پتہ نہیں اوروں پر اس کا کیا اثر ہوا مگر سپہ سالار کے چھوٹے بھائی سعد بن عثمان کے دل میں عنترہ خاتون کی گفتگو اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کا دل چاہا کہ بھائی سے سفارش کرے کہ ملکہ بخارا کی پیش کش قبول کر لی جائے مگر وہ بڑے بھائی سے بہت ڈرتا تھا۔ اس لیے چپ چاپ بھائی کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

آخر مسلمان سپہ سالار نے نہایت سنجیدہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"عنترہ خاتون۔ خوں ریزی اور جنگ تو وہ آخری صورت ہے جو مجبوراً" اختیار کرنا پڑتی ہے۔ اگر ملکہ بخارا دل سے صلح کی خواہش مند ہیں تو وہ بغیر کوئی بھاری رقم ادا کئے ہماری تین باتوں میں سے کوئی ایک بات تسلیم کر کے صلح کر سکتی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ملکہ بخارا کسی بھاری رقم ادا کرنے کے بجائے صرف جزیہ ادا کر کے ہماری دوست اور حلیف بن سکتی ہیں۔ جزیہ کی رقم سال بہ سال ادا کرنا ہو گی اور یہ اس قدر کم ہو گی جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ جزیہ کی ادائیگی کے صلہ میں ہم پر فرض ہو گا کہ ہم آپ کی عزت و حرمت کی حفاظت کے علاوہ آپ کی ملکی حدود کی حفاظت کریں اور دشمن کے خلاف جنگ میں آپ کی فوجی مدد کریں۔"

"دوسری صورت یہ ہے کہ ملکہ بخارا ہماری طرح مسلمان ہو جائیں اور سینکڑوں خداؤں کے بجائے صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کریں جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ اس صورت میں بغیر کسی معاوضہ یا جزیہ کے ہم ملکہ کے حلیف بن جائیں گے۔ تیسری اور آخری صورت وہی ناگوار چیز ہے جسے جنگ کہا جاتا ہے مگر ہم مسلمان اسے ناگوار نہیں بلکہ ایک خوشگوار فرض سمجھتے ہیں اور ہمارے مذہب میں اس جنگ کو "جہاد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو ہر بالغ اور باہوش مسلمان پر فرض ہے۔"

عنترہ خاتون کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔

"معزز سپہ سالار۔ باپ دادا کا مذہب ایک دم چھوڑنا تو مشکل ہے۔ ہاں دوسری صورت یعنی ایک مقررہ سالانہ رقم ادا کرنا معقول معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس صورت میں مسلم سپہ سالار بخارا کے ملکی اور انتظامی معاملات میں تو دخل نہ دیں گے؟"

"بالکل نہیں خاتون۔" سعید بن عثمان نے جواب دیا۔ "بلکہ جزیہ دینے کی صورت میں ہم آپ کی سرحدی حدود کی بھی پوری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے اور اگر کسی دشمن نے بخارا پر فوج کشی کی کوشش کی تو مسلمان لشکر بخارا کی افواج سے آگے صف آرا ہو گا۔"

عنترہ خاتون نے اپنے وزیراعظم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیوں وزیراعظم۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ ملکہ عالیہ قبق خاتون جزیہ دینا شاید قبول فرما لیں؟"
نیک دار نے جواب دیا۔
"میں عنترہ خاتون کے خیال سے اتفاق کرتا ہوں۔ ملکہ عالیہ قبق خاتون جزیہ دینا قبول فرمالیں گی۔"
عنترہ خاتون نے سر اٹھا کر سپہ سالار سعید بن عثمان کو دیکھا اور کہا۔
"محترم سپہ سالار۔ میں آپ کے ارشادات اپنی ملکہ عالیہ قبق خاتون تک پہنچا دوں گی اور جس قدر جلد ہو سکا ملکہ عالیہ کے جواب سے آپ کو مطلع کر دیا جائے گا۔"
"ٹھیک ہے محترم خاتون۔" سپہ سالار بولے۔ "آپ کی ملکہ سوچ بچار اور صلاح مشورے کے لیے جتنا وقت چاہیں لے سکتی ہیں۔"
"میں اس کے ساتھ ہی ایک اور درخواست پیش کرنا چاہتی ہوں۔" عنترہ نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔
"درخواست اگر جائز ہو گی تو ضرور قبول کی جائے گی۔" سپہ سالار نے جواب دیا۔
"خاتون فرمائیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں؟"
عنترہ خاتون نے سنبھل کر مضبوط لہجے میں کہا۔
"میں لشکر اسلام کے سپہ سالار سے یہ ضمانت چاہتی ہوں کہ جب تک ملکہ عالیہ قبق خاتون کا جواب آپ تک نہ پہنچے، اس وقت تک آپ قلعہ پر حملہ نہ کریں؟"
"اس میں ضمانت کی کیا ضرورت ہے خاتون؟" سپہ سالار نے جواب میں کہا۔ "یہ ہمارا وعدہ ہے۔ قلعہ پر حملہ تو ایک طرف رہا اگر وہ چاہیں تو ہم اپنے لشکر کو یہ بھی حکم دے سکتے ہیں کہ وہ قلعہ کی طرف نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھے جب تک کے قلعہ والے خود جنگ نہ شروع کر دیں۔"
"یہی تو مشکل ہے سپہ سالار محترم۔" عنترہ خاتون بولی۔ "بات دراصل یہ ہے کہ ملکہ عالیہ قبق خاتون ایک سرے سے جنگ کے خلاف ہیں، بعض سرپھرے جنگ شروع کرنے پر زور دے رہے ہیں۔ اس لیے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں وہ پاگل آپ کے لشکر کو اشتعال دلا کر جنگ نہ شروع کرا دیں۔"
"یہ بات یقیناً قابل غور ہے۔" سپہ سالار نے سوچتے ہوئے کہا۔ "پھر بھی ہم خاتون کو

یقین دلاتے ہیں کہ ہم قلعہ والوں کی طرف سے معمولی قسم کے اشتعال پر کوئی توجہ نہ دیں گے۔"

معاً" عنترہ خاتون کے دماغ میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ اس نے فوراً" کہا۔

"کیا مسلم سپہ سالار ایسا نہیں کر سکتے کہ میرے ساتھ قلعہ میں اپنا کوئی سردار بھیج دیں۔ اس طرح ملکہ عالیہ تبق خاتون جس وقت بھی کوئی فیصلہ کریں گی۔ آپ کے سردار کے ذریعہ آپ تک خود ہی پہنچ جائے گا۔"

"یہ بات بھی ممکن ہے۔" سعید بن عثمان نے کہا۔ "خاتون کے ساتھ ہم اپنے ایک سردار کو بھیج سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں اپنے نائب مہلب بن ابی صفرہ کو آپ کے ساتھ کر دوں۔ کیا خیال ہے خاتون کا؟"

مگر عنترہ خاتون کی نظریں تو سپہ سالار کے چھوٹے بھائی سعد بن عثمان کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں پھر بھی وہ خاتون کے لفظ پر چونک کر سنبھل گئی اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

"سپہ سالار با اختیار ہیں۔ وہ جسے چاہیں میرے ساتھ بھیج سکتے ہیں لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اگر سپہ سالار اپنے چھوٹے بھائی سعد بن عثمان کو میرے ساتھ قلعہ میں بھیجیں تو شاید ملکہ عالیہ تبق خاتون پر اس کا زیادہ اچھا اثر ہو۔"

"نہیں۔ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" سپہ سالار نے بڑی سختی سے مخالفت کی۔ "سعد ابھی ناتجربہ کار ہے۔ ممکن ہے کہ ملکہ اس سے کوئی ایسا سوال کر بیٹھیں جس کا وہ جواب نہ دے سکے تو یہ بات بہت شرمندگی کی ہو گی۔"

"سپہ سالار محترم۔" عنترہ خاتون نے زور دے کر کہا۔ "کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ میں آپ کے نمائندہ کو قلعہ میں اس لیے لے جا رہی ہوں کہ ملکہ اس سے سوال و جواب کریں گی۔ یہ محض ایک خیال ہی ہے۔ دراصل سعد بن عثمان کے جانے سے ملکۂ عالیہ پر یہ اثر پڑے گا کہ مسلم سپہ سالار واقعی صلح کے خواہش مند ہیں جبھی تو انہوں نے اپنے سگے بھائی کو دشمن کے قلعہ میں بے جھجک اور بے خوف بھیج دیا ہے۔"

"خاتون۔ میں تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں۔" سپہ سالار خوش ہوئے۔ "ہم سعد کو تمہارے ساتھ بھیج رہے ہیں۔"

اب عنترہ کی خوشی کی باری تھی۔ سپہ سالار کے اس فیصلہ سے اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اس نے چور نظروں سے سعد بن عثمان کی طرف تھا مگر سعد بن عثمان بہت محتاط ہو گئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے بڑے بھائی کو ان پر کسی طرح کا شبہ ہو۔ چنانچہ اس نے

اپنا رخ عنترہ کی مخالف سمت کر لیا تھا تاکہ اگر عنترہ اسے دیکھنے کی کوشش کرے تو اس کی نظریں عنترہ کی نظروں سے نہ مل سکیں۔

قبل اس کے کہ ملکہ بخارا اور قلعہ بخارا کے آگے کے حالات بیان کئے جائیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بخارا پر حملہ کے پس منظر پر تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے تاکہ قارئین کرام کے ذہن میں کسی قسم کی الجھن نہ باقی رہے اور تمام واقعات ایک کڑی اور ترتیب میں آ جائیں۔

تاریخ اسلام سے تھوڑی سی دلچسپی رکھنے والے قارئین کو یہ ضرور معلوم ہو گا کہ خلافت راشدہ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین کو قصر خلافت میں گھیر کے بڑی بے دردی سے شہید کر دیا گیا تھا۔ اس وقت مدینہ منورہ میں جناب علی مرتضیٰؓ موجود تھے۔ جناب علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں یعنی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو قصر خلافت کے دروازے پر محافظ کی حیثیت سے بھیج دیا تھا۔ ان دونوں نوجوانوں نے وہاں پہنچ کر تلواریں لہراتے ہو کے اعلان کیا تھا کہ جس شخص نے اس قصر خلافت میں داخل ہونے کی کوشش کی اسے پہلے فاتح خیبر کے فرزندوں کی تلواروں سے ٹکرانا ہو گا۔

باغیوں نے جب حسنؓ و حسینؓ کو پہرے پر دیکھا تو صدر دروازے سے اندر جانے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ اب انہوں نے اس کا توڑ یہ نکالا کہ چار پانچ باغی قصر خلافت میں صدر دروازے سے داخل ہونے کے بجائے قصر کی پچھلی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے۔ ان باغیوں اور حملہ آوروں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایک صاحبزادے بھی تھے۔ جس وقت اس نے حضرت عثمانؓ پر حملہ کیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

"اے ابوبکر کے بیٹے۔ اگر آج تیرا باپ زندہ ہوتا تو تیری اس حرکت پر کیسی لعنت بھیجتا۔"

چنانچہ ابوبکرؓ کے بیٹے حضرت عثمانؓ پر حملہ سے دست کش ہو گئے اور جس طرح دیوار پھاند کے اندر گئے تھے اسی طرح چپ چاپ باہر واپس آ گئے مگر ان کے دوسرے ساتھیوں نے حضرت عثمانؓ کو اس وقت شہید کر دیا جب وہ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھے۔ ان کی بیوی حضرت نائلہؓ نے شوہر کو بچانے کے لیے اپنا ہاتھ ڈھال کے طور پر آگے کر دیا تھا مگر ایک باغی کی تلوار نے ان کے ہاتھ کی انگلیاں قلم کر دی تھیں۔

اس جگہ یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کا تعلق خاندان بنو اُمیّہ سے تھا جب کہ حضرت علیؓ خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہاشمی خاندان سے تھے۔ بنو امیہ

اور بنو ہاشم دونوں ہی عرب کے مشہور قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں مگر قریش کی ان دونوں شاخوں میں جو اختلاف پیدا ہوا اس کی وجہ اس طرح بیان کی گئی ہے۔

مکہ مکرمہ ایک سنگستانی شہر ہے جہاں آندھیوں کی لائی ہوئی ریت جگہ جگہ بچھی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کے چاروں طرف پہاڑوں کی ایک فصیل قائم ہے جن کے درّوں نے مکہ اور بیرونی دنیا کے مابین آمدورفت کے رابطے پیدا کر رکھے ہیں۔ یہاں بارش کم ہوتی ہے اور پانی کی کمی رہتی ہے۔ چونکہ زمین ناقابل زراعت ہے اس لیے سبزہ زاروں کی بھی قلت ہے۔ تاہم مکہ تجارت کا ایک اہم مرکز ہے۔ اس کی آبادی زیادہ تر قبیلہ قریش پر مشتمل ہے۔ قریش عربوں کا معزز ترین قبیلہ سمجھا جاتا ہے۔

بنو قریش حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے جس شخص نے اس خاندان کو قریش کے لقب سے ممتاز کیا' اس کا نام نضر کنانہ تھا۔ ایک قول کے مطابق قریش ایک دریائی جانور کا نام ہے جو دریا کے دوسرے تمام جانوروں سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور اس سے سب ڈرتے ہیں۔ چونکہ نضر عرب کے سردار تھے اور بہت قوی تھے اس لیے ان کو قریش کا لقب ملا۔

بعض محققین کے مطابق قریش کا لقب سب سے پہلے فہر کو ملا اور انہی کی اولاد قریش ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ قریش' تقرش سے لیا گیا ہے جس کے معنی تجارت کے ہیں۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ قریش' قرش کی اسم تصغیر ہے اور قرش اس بڑی مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر کے دوسرے جانوروں کو کھا جاتی ہے۔ قریش کو فہر کی طرف صرف اس وجہ سے منسوب کیا گیا کہ نضر کی نسل کسی سے نہیں چلی۔ اس لیے کہتے ہیں کہ قریش' فہر بن مالک کی اولاد ہیں۔ خیال رہے کہ یہ بیان ابن خلدون کا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آل جرہم کی ایک خاتون سے شادی کی تھی جن کے بطن سے خدا نے انہیں بارہ بیٹے دیئے تھے۔ ان میں ایک کا نام قیدار تھا۔ اس قیدار کی اولاد میں "عدنان" تھے جن کے نام پر اولاد اسماعیل کی ایک شاخ "بنو عدنان" کہلاتی ہے۔ اس عدنان کے بیٹے معد کی اولاد سے فہر بن مالک تھا جس کے نام سے خاندان قریش منسوب ہے۔

قریش میں بہت سے خاندان ہیں جن میں خاص خاص مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ بنو ہاشم: پیغمبر اسلام ﷺ اس خاندان سے ہیں۔

۲۔ بنو تمیم: اس خاندان سے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

۳۔ بنو عدی: حضرت عمرؓ کا تعلق بنو عدی خاندان سے تھا۔

۴۔ بنو مخزوم: مسلمانوں کے عظیم فاتح حضرت خالد بن ولیدؓ کا تعلق اس خاندان سے تھا۔ دشمن اسلام ابوجہل بھی اسی خاندان سے تھا۔

۵۔ بنو زہرہ: حضورﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ' حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بنو زہرہ سے تھے۔

۶۔ بنو اسد: حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت زبیر بن عوام اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

۷۔ بنو اُمیہ: حضرت عثمان غنیؓ اور جناب امیر معاویہؓ کا تعلق خاندان بنو امیہ سے تھا۔

قریش کے عظیم اور مدبر سردار قصّی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عبد مناف' مکہ کا سردار اعلیٰ مقرر ہوا جو اپنے باپ کا نعم البدل ثابت ہوا۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ عبد شمس' مطلب' ہاشم اور نوفل۔ جب عبد مناف کا انتقال ہوا تو مکہ کی امارت پر عبد شمس فائز ہوا۔ اس نے قوانین اور طریق کار میں گرانقدر اصلاحات کیں۔ عبد شمس کا چھوٹا بھائی ہاشم تھا جو بہت بلند ہمت اور زیرک واقع ہوا تھا۔

ہاشم کی فراست کے پیش نظر عبد شمس نے اسے اپنا جانشین مقرر کرنا چاہا مگر عبد شمس کے بیٹے امیہ نے اس کی سخت مخالفت کی کیونکہ وہ خود کو اس امارت کا اہل اور حقدار سمجھتا تھا۔ امیہ نے اپنے چچا ہاشم کو دعوت مبارزت دی۔ چنانچہ دونوں کے درمیان مقابلہ ہوا اور امیہ کو ہاشم کے ہاتھوں زک اٹھانا پڑی۔ امیہ نے اس شکست کے بعد گو کہ اپنے چچا کی اطاعت اور سیادت قبول کر لی مگر اس کے دل میں ہاشم کے خلاف نفرت اور عداوت کا ایسا لاوا بھڑکا جو نسل در نسل اس کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا اور بنو ہاشم اور بنو امیہ ایک دوسرے کو اپنا حریف سمجھتے رہے۔

طلوعِ اسلام کے بعد بھی بنو ہاشم اور بنو امیہ کے عداوت کے جذبہ نے امویوں اور ہاشمیوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا رکھا جن کے واقعات سے تاریخ اسلام کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ پس حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی مرتضیٰؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو انھوں نے ایک سرے سے تمام عثمانی عاملوں کو معزول کر دیا۔ ان عاملوں میں امیر شام جناب معاویہؓ بھی تھے۔ جناب معاویہؓ کی جگہ حضرت علیؓ نے سہل بن حنیف کو امیر شام مقرر کیا۔

جناب معاویہؓ نے خلیفہ وقت حضرت علیؓ کے اس حکم کو ماننے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا دی جائے۔ امیر معاویہؓ شام کے گورنر کی حیثیت

سے ایک طویل عرصہ سے شام میں مقیم تھے۔ چنانچہ شامیوں پر ان کا اثر تھا اور وہ جناب معاویہؓ کے حامی تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کا تعلق خاندان بنو امیہ سے تھا۔ اسی لیے جناب معاویہؓ نے قصاص خون عثمانؓ کا حضرت علیؓ سے مطالبہ کیا تھا اور ان کے ساتھ اس مطالبہ میں پورا ملک شام شامل ہو گیا تھا۔

خلیفہ چہارم حضرت علیؓ اور جناب معاویہؓ کے اس اختلاف کی بنا پر "جنگ صفین" واقع ہوئی۔ اس بے نتیجہ جنگ میں سینکڑوں حافظوں اور حاجیوں کی جانیں ضائع ہوئیں پھر جب حضرت علیؓ جنگ جیتنے کے قریب تھے تو عرب کے سب سے زیادہ عقل مند انسان عمرو بن العاص نے جناب معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ اگر وہ شکست سے بچنا چاہتے ہیں تو قرآن کو نیزوں پر چڑھا کے بلند کر دیں۔ ایسا ہی کیا گیا اور مسلمان نیزوں پر قرآن دیکھ کر گھبرا گئے اور انہوں نے جنگ بند کر دی حالانکہ حضرت علیؓ نے انہیں بہت سمجھایا کہ یہ جناب معاویہؓ کا فریب ہے مگر مسلمان جنگ جاری رکھنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

جنگ رک جانے پر حکمین کے تقرر کا فیصلہ ہوا۔ اس میں بھی عمرو بن العاص نے اپنی ذہانت سے جناب معاویہؓ کے حق میں فیصلہ کرا لیا۔ اس طرح شامیوں نے جناب معاویہؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی اور معرکوں کا سلسلہ پھر چل نکلا۔ اسی دوران امیر معاویہؓ نے عمرو بن العاص کی وساطت سے مصر کو زیر نگین کر لیا۔ اس مسلسل خانہ جنگی اور آئے دن کی شورشوں سے تنگ آ کے جناب حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے مصالحت کر لی جس کی رو سے شام، مصر اور مغربی علاقوں پر جناب معاویہؓ کی حکومت تسلیم کی گئی اور عراق و ایران اور مشرقی علاقے حضرت علیؓ کی تحویل میں رہے۔

۴۰ھ میں حضرت علیؓ نے ابن ملجم سبائی کے ہاتھوں شہادت پائی اور ان کی جگہ جناب حسن بن علیؓ خلیفہ مقرر ہو گئے۔ جناب معاویہؓ نے فوراً عراق پر حملہ کر دیا۔ جناب حسنؓ کے پاس اگرچہ لشکر تھا لیکن وہ صلح جو طبیعت کے مالک تھے اور مسلمانوں کے درمیان مزید کشت و خون نہیں چاہتے تھے اس لیے انہوں نے چند شرائط پر جناب معاویہؓ سے صلح کر لی اور ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور جناب امیر معاویہؓ بلا شرکت غیرے خلیفہ مقرر ہوئے۔ اس طرح خلافت بنو امیہ کا ۴۱ھ بمطابق ۶۶۱ء (661ء) میں آغاز ہوا۔

اس مختصر تاریخی بیان سے قارئین کی سمجھ میں آگیا ہو گا کہ خلافت بنو امیہ کا کس طرح آغاز ہوا۔ چونکہ جناب معاویہؓ کا کوئی مدمقابل نہ رہا تھا اس لیے انہوں نے خارجیوں کی شورش اور فتوحات کی طرف توجہ دی۔ جناب حضرت معاویہؓ ایک اچھے جرنیل اور فتوحات

کے دلدادہ تھے اس لیے انہوں نے خارجیوں کے خاتمہ کے بعد فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔
جناب معاویہؓ نے خلافت راشدہ کے تیسرے خلیفہ جناب عثمان غنیؓ کے دور خلاف میں اسلام میں پہلی بار بحری بیڑے کی بنیاد رکھی تھی اور رومیوں کو کئی معرکوں میں شکست دی تھی۔

خلفائے راشدین کے دوسرے' تیسرے اور چوتھے خلیفہ کے عہد میں برصغیرپاک و ہند پر مسلمانوں نے کئی بار یورش کی مگر تینوں خلفائے کرام نے برصغیر اور خصوصا" سندھ پر بھرپور حملہ کی اجازت نہ دی مگر جب جناب امیر معاویہؓ نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا تو برصغیر پر دو اطراف سے یورش کرائی۔ انہوں نے ایک فوج کو مہلب بن ابی صفرہ کی سرکردگی میں(یہ وہی مہلب بن ابی صفرہ ہیں جو اس وقت بخارا کی مہم پر سعید بن عثمان کے نائب سالار ہیں) برصغیر کی سرحد کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوج کابل فتح کرتی ہوئی درۂ خیبر کے راستے برصغیرپاک و ہند میں داخل ہوئی اور ملتان اور کابل کے درمیان اہواز تک پہنچی تھی۔

امیر معاویہؓ نے ایک دوسری فوج عبداللہ بن سوار عبدی کی سرکردگی میں برصغیر پر حملہ کے لیے روانہ کی تھی۔ یہ فوج قیقان پر حملہ آور ہوئی تھی جس میں بھاری مقدار میں مال غنیمت حاصل ہوا تھا جس میں قیقانی گھوڑے بھی تھے۔ عبداللہ بن سوار' قیقانی گھوڑوں کا تحفہ لے کر جناب امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ وہ چند دن قیام کے بعد پھر قیقان واپس چلے گئے تھے جہاں ترکوں نے یورش کر کے انہیں شہید کر دیا تھا۔

۵۴ ھ میں جناب معاویہؓ نے عبید اللہ بن زیاد (یہی ابن زیاد ہے جس کا نام واقعہ کربلا میں بہت نمایاں ہوا تھا) کو شمالی ایران کے علاقہ خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ ابن زیاد کے بعد اس کے جانشین سعید بن عثمان ہوئے۔ انہوں نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ دریائے جیحوں پار کر کے سغد پر فوج کشی کی۔ سغد کی حکمراں قبق خاتون تھی جو ملکہ بخارا کے نام سے مشہور تھی اور قلعہ بخارا میں رہتی تھی۔

آیئے۔ اب ہم پھر اپنے اصل موضوع یعنی ملکہ بخارا اور قلعہ بخارا کی طرف واپس آتے ہیں اور اس سلسلہ کو وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے چھوڑا تھا۔

○☆○

بخارا کا امن وفد مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان سے گفتگو کے بعد قلعہ واپس آگیا۔ وفد کے ساتھ سپہ سالار کا چھوٹا بھائی سعد بن عثمان بھی قلعہ میں آیا تھا۔ قلعہ میں پہنچ کر عنترہ

نے مہمان سردار کے بارے میں کنیزوں اور غلاموں کو کچھ ہدایات دیں پھر وہ ملکہ بخارا کے محل کی طرف چلی گئی۔

سعد بن عثمان کو قلعہ کے ایک شاندار کمرے میں ٹھہرایا گیا مگر سعد کے دل و دماغ ٹھکانے نہ تھے۔ عنترہ خاتون نے اپنی دزدیدہ نظری سے سعد کو دیوانہ بنا دیا تھا۔ وہ محتاط ضرور ہو گیا تھا مگر دل و دماغ پر اس کا اختیار نہ تھا۔ اسے یاد ہی نہیں تھا کہ وہ اپنے لشکر سے قلعہ بخارا تک کس طرح پہنچا۔ ہرچند کہ عنترہ خاتون نے قلعہ واپس ہوتے ہوئے سعد سے کوئی بات بھی نہ کی تھی، مگر سعد یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ جس طرح اس کا دل عنترہ خاتون کے لیے بے چین ہے اسی طرح وہ بھی اس کے لیے بے قرار ہو گی۔

اس شاندار کمرے میں آئے ہوئے اسے ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو چکا تھا مگر اس کے حواس ابھی تک درست نہ ہوئے تھے۔ عنترہ کے حسن نے اسے پوری طرح اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ اس نے ملک شام میں بہت سی دوشیزائیں دیکھی تھیں، مگر عنترہ کا انداز ان سب سے جدا تھا۔ وہ اس کی مور جیسی سبک چال' وہ اس کا شاہانہ پروقار انداز۔ گفتگو کرتے وقت تو اس کے ہونٹ یوں ہلتے تھے جیسے شاخوں پر گلاب کے غنچے حرکت کرتے ہوں۔

سعد کا خیال تھا کہ عنترہ جلد ہی اس کے پاس واپس آئے گی اور وہ ایک دوسرے سے اپنے دل کا حال کھل کے کہیں گے۔ شکوے شکایات کریں' عنترہ نازو ادا دکھائے گی اور وہ اس کی ناز برداری کرے گا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے خیالات موہوم ہوتے چلے جا رہے تھے۔ پھر اسے اچانک خیال آیا کہ کہیں وہ دیوانہ تو نہیں ہو گیا ہے۔ اس نے گھبرا کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں کہ کہیں اس کی اس دیوانگی اور وحشت کو کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے مگر جب اس نے محسوس کیا کہ اس کمرے میں سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے تو اسے کچھ اطمینان ہوا۔ اس نے خود کو سنبھالا اور اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچنے لگا۔

کمرے کے دروازے پر کئی کنیزیں کھڑی تھیں۔ سعد نے ایک کنیز کو اشارے سے بلایا۔ کنیز دوڑتی ہوئی آئی اور ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

"فرمایئے خوبصورت شہزادے۔ کیا حکم ہے؟"

سعد کو پسینہ آگیا۔ کنیز چور نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ---- وہ---- نہیں کچھ نہیں۔" سعد نے کوشش کی مگر کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کنیز سے کیسے کہے اور کیا کہے۔ عنترہ کا نام لیتے ہوئے

ڈر رہا تھا۔ عنترہ بھی کنیز تھی اور یہ بھی کنیز۔ نہ معلوم یہ کیا سمجھے اور کیا کیا افسانے بن جائیں۔ مفت میں رسوائی کو دعوت دینا کوئی عقل مندی تو نہیں۔

کنیز نے اسے شوخی سے چھیڑا۔

"آپ کچھ فرما رہے تھے میرے شہزادے؟"

"ادب سے بات کرو۔" شہزادے کا بدن غصہ سے کانپ اٹھا۔ "میں شہزادہ نہیں ایک معمولی سوار ہوں۔"

"سوار آپ اپنے لشکر میں ہوں گے۔" کنیز اٹھلا کے بولی۔ "یہاں تو آپ شہزادے ہیں۔ ملکہ بخارا نے آپ کو اس عالی شان کمرے میں ٹھہرایا ہے۔ اس کمرے میں صرف بادشاہ اور بادشاہ زادے ہی ٹھہرا کرتے ہیں۔"

"اچھا۔" سعد نے منہ بنایا پھر نظریں اٹھا کر کمرے کو دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ جس وقت اپنے لشکر سے چلا تھا تو عنترہ کے حسن میں کھو چکا تھا۔ اسے بالکل یاد نہیں کہ وہ کن راستوں سے گزر کر اس خوبصورت کمرے تک پہنچا تھا۔

سعد نے اچانک کنیز کو مخاطب کیا۔

"کنیز۔ اگر تم گفتگو میں احتیاط برتو تو ہماری باتیں زیادہ دلچسپ ہو سکتی ہیں۔" دراصل سعد نے کنیز کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کی تھی۔

کنیز فوراً" اعتماد میں آ گئی۔ بولی۔

"شہزادے آپ مجھے معاف کر دیجئے۔ میں آپ کی شان میں کوئی گستاخی نہ کروں گی۔ میرے لیے یہ کیا کم ہے کہ مجھے اس انسان نے گفتگو کا موقعہ دیا ہے جو کسی طرح دیوتا سے کم نہیں۔"

"میری اس قدر تعریف نہ کرو کنیز۔" سعد نے الجھتے ہوئے کہا۔ "میں سچ کہہ رہا ہوں کہ میری حیثیت ایک معمولی سردار کے سوا اور کچھ نہیں۔ مجھے یہ عزت ضرور حاصل ہے کہ میں سپہ سالار لشکر اسلام سعید بن عثمان کا چھوٹا بھائی ہوں۔"

شوخ چشم اور شوخ زبان کنیز نے پٹاخ سے کہا۔

"اپنوں میں آپ کچھ بھی ہوں مگر ملکہ کے خوابوں کے شہزادے تو آپ ہی ہیں۔"

"کنیز۔ تم باتیں بڑی دلچسپ کرتی ہو۔" سعد نے جواب دیا۔ "میں ملکہ بخارا کی مہمان نوازی کا شکر گزار ہوں۔"

"اگر مہمان نوازی میں دل نوازی شامل ہو جائے تو بڑا مزہ آتا ہے۔" کنیز نے پٹ سے

ٹکڑا لگایا۔

سعد نے اسے حیران نظروں سے دیکھا۔

"تم نے یہ باتیں کس سے سیکھیں۔ میرا مطلب ہے کہ تم شاید پڑھی لکھی ہو؟"

کنیز ہنس پڑی۔

"شہزادے۔ میں پڑھی بھی ہوں اور لکھنا بھی جانتی ہوں۔ ملکہ بخارا نے مجھے اپنی سہیلی بنا لیا ہے۔ اب آیا آپ کی سمجھ میں؟"

"سمجھ گیا۔" سعد بھی مسکرایا۔ "اس کا مطلب ہے کہ تمہاری ملکہ بھی اس طرح خوب چٹاخ پٹاخ باتیں کرتی ہوں گی؟"

"کیا آپ نے ان کی باتیں نہیں سنیں؟" کنیز نے سعد کو حیران نظروں سے دیکھا۔

"باتیں۔ ابھی تو میں نے ان کی صورت بھی نہیں دیکھی۔" اور سعد نہ جانے کیا سوچ کے مسکرانے لگا۔

"مگر وہ عنترہ ۔۔۔۔!" اتنا کہنے کے بعد کنیز نے فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

عنترہ کے نام پر سعد کا دل کھل اٹھا۔ اس نے کہا۔

"کنیز۔ تم چپ کیوں ہو گئیں۔ عنترہ کے بارے میں کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

"کچھ بھی تو نہیں۔" کنیز نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ "عنترہ بڑی اچھی کنیز ہے۔"

"ہاں وہ اچھی ہے اور تمہاری طرح باتیں بھی خوب کرتی ہے۔" سعد نے یوں کہنا شروع کیا جیسے وہ کوئی داستان بیان کر رہا ہوں۔ "اسلامی لشکر میں عنترہ کی باتوں کی دھوم مچ گئی تھی۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار اپنے نائب مہلب بن ابی صفرہ کو عنترہ کے ساتھ قلعہ بخارا بھیج رہے تھے مگر عنترہ خاتون نے سپہ سالار کو سمجھایا کہ اگر وہ اپنے بھائی سعد ۔۔۔۔ یعنی۔ یعنی مجھے اس کے ساتھ قلعہ میں بھیجیں تو ملکہ بخارا پر اس کا اچھا اثر پڑے گا۔"

وہ ابھی اور کچھ کہتا مگر کنیز نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اچھا تو عنترہ خاتون سفارش کر کے آپ کو یہاں لائی ہیں؟" اور کنیز نے اپنا سر ہلایا۔

"اس میں کیا شک ہے۔" سعد نے بڑی سرشاری کے عالم میں جواب دیا۔ "میرا خیال ہے عنترہ خاتون نے ملکہ سے کہہ کر مجھے اس کمرے میں ٹھہرایا ہے جہاں تمہارے کہنے کے مطابق شہزادے اور بادشاہ ہی ٹھہرا کرتے ہیں۔"

کنیز اب تک سر ہلا رہی تھی۔ سعد کی نظر پڑی تو اس نے ٹوکا۔

"یہ تم سر کیوں ہلا رہی ہو؟"

"سر۔۔۔؟" کنیز گھبرا گئی پھر بولی۔ "میں کچھ سوچ رہی تھی۔"
"کس کے بارے میں سوچ رہی تھیں؟" سعد نے جلدی سے پوچھا۔ "کہیں تم عنترہ کے بارے میں تو نہیں سوچ رہی تھیں؟"
"شہزادے۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ۔ عنترہ کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔" کنیز نے یوں جواب دیا جیسے وہ کسی بات سے خوفزدہ ہو۔
سعد نے اس کی حالت کا قطعی خیال نہ کیا اور بات بڑھانے کے لیے کہا۔
"اچھا چھوڑو عنترہ کو۔۔۔ بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟"
"میرا نام۔۔۔ میرا نام کنیز ہے۔" کنیز پر اب بھی خوف طاری تھا۔
"ارے بھئی۔ یہ تو تمہارے کام کا نام ہے۔ تمہارا اصلی یعنی گھر کا کیا نام ہے؟"
کنیز الجھتے ہوئے بولی۔
"شہزادے۔ قلعہ میں تمام نوکرانیوں کو کنیز ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آیا کچھ آپ کی سمجھ میں؟"
"مگر عنترہ بھی تو کنیز ہی ہے پھر اس کا نام عنترہ کیوں ہے؟" سعد نے کنیز کو اور زیادہ الجھا دیا۔
"عنترہ کنیز نہیں ہے شہزادے۔" کنیز جھلا گئی۔
"پھر کیا ہے؟" سعد نے جرح شروع کی۔
"عنترہ خاتون، ملکہ بخارا کی خاص کنیز بلکہ سہیلی ہے۔ عنترہ اکثر ملکہ بخارا کی زبان سے بولتی ہے اور ملکہ بخارا کبھی کبھی عنترہ خاتون کی زبان بولنے لگتی ہے۔" کنیز نے ٹھہر ٹھہر کے مگر الجھے الفاظ میں اپنا مطلب سمجھانے کی کوشش کی۔
سعد اپنے ہی خیالوں میں گم تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ آخر اس نے کہا۔
"کنیز تم میرا ایک کام کر سکتی ہو؟"
"میں کنیز ہوں۔" کنیز نے جواب دیا۔ "ایک کام نہیں سو کام بتائیے۔ میں ضرور کروں گی۔ آپ کی خدمت پر تو مجھے مامور کیا گیا ہے۔"
"شکریہ۔" سعد خوش ہو گیا۔ "کام یہ ہے کہ عنترہ سے جا کے کہو کہ سعد بہت گھبرا رہا ہے۔ جس قدر جلد ہو سکے ملکہ بخارا کا جواب لے آئے۔ اگر جواب میں تاخیر ہو تو وہ خود آ کے مجھ سے مل جائے۔"
"شہزادے۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" کنیز نے انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔ "عنترہ آپ

کے پاس نہیں آ سکتی۔ شاید وہ آپ سے کبھی نہ مل سکے۔"

یہ کہتے ہوئے کنیز کمرے کے باہر چلی گئی۔

اب سعد واقعی پریشان ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ عنترہ اس سے کیوں نہیں مل سکتی۔ آخر وہ بھی تو ایک کنیز ہے۔ کیا ہوا اگر وہ ملکہ بخارا کی کنیز ہے۔ پھر ایک دم اسے خیال آیا کہ جب عنترہ خاتون لشکر اسلام میں سعید بن عثمان سے گفتگو کر رہی تھیں تو انہوں نے قلعہ بخارا جانے کے لیے اپنے نائب مہلب بن ابی صفرہ کا نام تجویز کیا تھا مگر عنترہ خاتون نے اسے یعنی "سعد" کو قلعے بھیجنے پر زور دیا تھا۔ ممکن ہے وزیراعظم بخارا کو یہ بات ناگوار گزری ہو اور اس نے واپسی پر ملکہ بخارا کے کان عنترہ کے خلاف بھرے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ملکہ بخارا نے ناراض ہو کر عنترہ خاتون کو قید کرا دیا ہو۔ جبھی تو کنیز کہہ رہی تھی عنترہ خاتون شاید مجھ سے کبھی نہ مل سکے۔

سوچتے سوچتے سعد کے سر میں درد شروع ہو گیا۔ وہ ایک نرم کوچ کا سہارا لے کر بیٹھ گیا پھر اس پر غنودگی طاری ہو گئی اور وہ بیٹھے بیٹھے ہی سو گیا۔

○☆○

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عنترہ خاتون نے قلعہ بخارا میں پہنچ کے سب سے پہلے سپہ سالار لشکر اسلام کے بھائی سعد کو مہمان خانہ کے سب سے اہم کمرے میں ٹھہرانے کا انتظام کرایا تھا اور اس کی خدمت پر کنیزیں اور غلام مقرر کر کے قلعہ کے اندر شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

عنترہ خاتون کا خیال تھا کہ سپہ سالار افواج قلعہ بخارا بھی صلح پر آمادہ ہو جائے گا اور وہ جلد واپس آ کر سعد کو صلح کی خوشخبری سنائے گی مگر محل میں پہنچ کے حالات نے کچھ ایسا رخ اختیار کیا کہ وہ سعد کے پاس جلد واپس نہ آ سکی اور سعد کو اس کی واپسی کا بہت دیر تک انتظار کرنا پڑا۔

عنترہ خاتون نے محل میں پہنچتے ہی بخارا کے قلعدار بیگ دار جو فوج سغد کے سپہ سالار بھی تھے، طلب کیا گیا۔ سپہ سالار کے علاوہ ملکہ بخارا نے چھوٹے بڑے تمام سرداروں کو بھی محل میں بلوا لیا کہ جلد سے جلد فیصلہ کر کے مسلمان سپہ سالار کو مطلع کر دیا جائے۔ جب تمام سردار جمع ہو گئے تو ملکہ بخارا قبق خاتون نے نہایت متین آواز میں انہیں مخاطب کیا۔

"اے سلطنت سغد کے باشندو اور ریاست کے وفادارو۔ آپ کو معلوم ہے کہ قلعہ بخارا کو مسلمانوں کے لشکر نے گھیر لیا ہے اور اگر فوراً ہی ان کے ساتھ کوئی معاملہ نہ کیا گیا تو وہ قلعہ بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"کیا ملکہ بخارا قبق خاتون کو یہ علم نہیں کہ اس وقت قلعہ بخارا میں کس قدر لشکر موجود ہے۔" یہ آواز سلطنت سغد کے سپہ سالار بیگ دار کی تھی جس نے بڑے بے ادب انداز میں ملکہ بخارا کی بات کاٹی تھی۔

سپہ سالار کی اس بدتمیزی پر ملکہ بخارا بہت چراغ پا ہوئی اور قدرے غصہ سے بولی۔

"سپہ سالار بیگ دار۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی لقمہ دے کر قطع کلامی کی جو ایک طرح کا اخلاقی جرم ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں یعنی قبق خاتون ریاست سغد کی ملکہ ہوں اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ ہمارے لشکر کی تعداد کتنی ہے اور یہ کہ قلعہ بخارا میں اس وقت کتنا لشکر موجود ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری ملکہ اس خطرے کے موقعہ پر اپنے لشکر کی تعداد سے بے خبر ہے۔ کیا تم اب بھی مجھ سے لشکر کی تعداد پوچھنا چاہتے ہو؟"

سپہ سالار بیگ دار نے دبی دبی آواز میں کہا۔

"میں ملکہ بخارا سے معافی کا خواستگار ہوں کہ انہیں میرے سوال سے تکلیف پہنچی۔ میرے کہنے کا دراصل یہ مطلب تھا کہ اس وقت صرف قلعہ بخارا میں لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ ہے اور اتنی تعداد رکھنے کے باوجود دشمن کو صلح کا پیغام بھیجنا بزدلی ہے۔"

ملکہ بخارا قبق خاتون تڑپ کے بولی۔

"اگر یہ بزدلی ہے تو اس بزدلی کا انحصار سب سے پہلے تم یعنی سپہ سالار سلطنت سغد بیگ دار نے کیا تھا۔ کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو؟"

بیگ دار بغلیں جھانکنے لگا پھر ڈھٹائی سے بولا۔

"میں نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب مجھے دشمن کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کہ دشمن کے پاس ہم سے زیادہ لشکر ہے۔ اتنے معمولی سے لشکر کو تو ہم میدان میں پیس کے رکھ دیں گے۔"

"چلو اچھا ہوا کہ تم نے اپنی غلطی تسلیم تو کر لی۔" ملکہ نے جلے بھنے انداز میں کہا۔

"بیگ دار اب ذرا تم یہ بتاؤ کہ دشمن کے پاس امن وفد بھیجنے کی تحریک کس نے دی

تھی۔ میں نے یا تم نے؟"

بیگ دار نے اور زیادہ بے غیرتی سے کہا۔

"بے شک امن وفد کی تحریک بھی میں نے دی تھی۔ مگر اس کا سبب بھی وہی تھا۔ مجھے اس وقت دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ ہوا تھا۔ اب میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگ میں فتح کی سو فیصد امید ہمارے حق میں ہے۔"

ملکہ بخارا تلملا اٹھی۔ بولی۔

"بیگ دار تم جھوٹے ہی نہیں بلکہ بے غیرت بھی ہو۔ تمہارے مشورے سے مسلم لشکر کے پاس امن وفد بھیجا گیا۔ اس کے جواب میں مسلم سپہ سالار نے ہمارے سامنے امن و صلح کے لیے تین شرطیں رکھی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک شرط مان کر ہم اپنے بہادر لشکر کو بلاوجہ کی جنگ سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔"

"دشمن نے کیا شرطیں پیش کی ہیں؟" بیگ دار نے یوں پوچھا جیسے وہ بادشاہ ہو اور اپنے کسی درباری سے سوال کر رہا ہو۔

ملکہ بخارا کے غصہ کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"بیگ دار اپنی زبان کو لگام دو۔ تم میرے حاکم نہیں بلکہ ملازم ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ملکہ بخارا سے کس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔"

"سپہ سالار محترم۔" آخر وزیراعظم نیک دار نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "آپ سلطنت سغد کے ایک عظیم عہدے پر فائز ہیں۔ ملکہ عالیہ نے آپ کے مشورہ سے بلکہ آپ کے کہنے پر دشمن کے پاس امن وفد بھیجا۔ دشمن نے ہمارے وفد کے ساتھ نہایت عزت و احترام کا سلوک کیا اور اپنی شرائط پیش کر دیں مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ سپہ سالار بار بار ہٹ دھرمی اور گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ملکہ کا احترام ہم سب پر واجب اور فرض ہے۔"

"اگر میں نے گستاخی کی ہے تو میں معافی کا خواستگار ہوں۔" بیگ دار کا انداز اب بھی سخت اور غیر مہذب تھا۔ "بحیثیت سپہ سالار لشکر مجھے دشمن کی شرائط کا علم ہونا چاہیئے۔"

"کیوں نہیں۔ ان کی شرائط آپ کو ضرور بتائی جائیں گی۔" نیک دار نے نرمی سے کہا۔

"مسلم سپہ سالار کی ایک شرط یہ ہے کہ اسے ایک معمولی سا سالانہ ٹیکس ادا کرنا منظور کیا جائے جس کے صلہ میں مسلم لشکر ہم پر کسی طرف سے بھی حملہ ہونے کی صورت میں ہماری مدد کرے گا۔"

"نامنظور۔ ہم ٹیکس دے کر مسلمانوں کے غلام نہیں بننا چاہتے۔" بیگ دار نے بات

کاٹتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ اس ٹیکس کی وصولی کے بہانے مسلمان لشکر ہماری سرحدوں میں مقیم ہو کر گڑبڑ کرنا چاہتا ہے۔"

"سپہ سالار۔" بوڑھے وزیراعظم نے غصہ سے کہا۔ "آپ نے تہذیب کا دامن بالکل چھوڑ دیا ہے۔ میں نے بات ختم نہیں کی اور آپ بیچ ہی میں بولنے لگے۔ میری پوری بات تو سنی ہوتی آپ نے؟"

سپہ سالار بیگ وار نے اسی کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

"بزرگ وزیراعظم۔ آپ کی رگوں کا خون ٹھنڈا ہو گیا ہے' اس لیے آپ مجھے نصیحت فرما رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جس بات کو تسلیم ہی نہیں کرنا اس کی تفصیل سننے سے کیا فائدہ؟"

"سپہ سالار۔" ملکہ بخارا غصے سے بل کھاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ "آپ اس وقت تک اپنی زبان بند رکھئے جب تک امن کی شرائط بیان نہیں ہو جاتیں۔ اس کے بعد آپ اپنی رائے ہر شرط پر دے سکتے ہیں۔"

ملکہ بخارا کے غصہ سے بیگ وار کچھ گھبرا گیا اور نرم لہجے میں بولا۔

"میں خاموش ہوں۔ شرائط بیان کی جائیں۔"

ملکہ نے وزیراعظم نیک وار کو اشارہ کیا۔ اس نے بتانا شروع کیا۔

"جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ مسلمانوں کی پہلی شرط یہ ہے کہ ہم ایک معمولی ٹیکس ادا کر کے مسلمانوں سے دوستی کر سکتے ہیں اور انہیں اپنا حلیف بنا سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ شرط سب سے زیادہ آسان اور باعزت ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اگر ہمیں انہیں ٹیکس دینے سے انکار ہے تو ہم اپنا مذہب چھوڑ کر ان کا مذہب قبول کر لیں یعنی اپنے بہت سے خداؤں کے بجائے مسلمانوں کے صرف ایک خدا کی عبادت کرنا شروع کر دیں۔"

"یہ شرط قطعی نامنظور ہے۔" یہ بھونڈی آواز سپہ سالار کے نائب فرفوس کی تھی جو سپہ سالار سے بھی زیادہ خودسر اور مغرور تھا۔

"فرفوس۔" وزیراعظم نے فرفوس کی طرف پلٹ کے غصہ سے کہا۔ "تم سپہ سالار بیگ وار کے نائب ہو۔ میں سپہ سالار سے گفتگو کر رہا ہوں۔ تمہیں ہماری گفتگو میں دخل دینے کی کیسے جرأت ہوئی؟"

"محترم وزیراعظم۔" فرفوس نے بڑی دلیری سے کہا۔ "جو بات مجھے پسند نہیں اس کے اعلان کرنے میں کیا ہرج ہے؟"

"ہرج ہے فرفوس۔" وزیراعظم نیک دار نے کہا۔ "حفظ مراتب اور شاہی وقار ہمیں ادب کا سبق دیتا ہے۔ اگر ہم ان باتوں کو ختم کر دیں تو پھر ہم میں اور جانوروں میں کیا فرق رہ جائے گا۔"

"مجھے معاف کر دیا جائے وزیراعظم۔" فرفوس نے جیسے جان چھڑانے کے لیے کہا۔ "امید ہے ملکہ عالم بھی مجھے معاف فرمائیں گی۔"

"مسلمانوں کی تیسری شرط کیا ہے؟" سپہ سالار نے الجھتے ہوئے کہا۔ "وہ بھی بیان کر دی جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

وزیراعظم نے ملکہ کی طرف دیکھا پھر کہا۔

"تیسری شرط وہی ہے جس کی خواہش سپہ سالار کر رہے ہیں یعنی جنگ۔ ایسی جنگ جس کے نتیجے میں دونوں میں سے ایک فریق ہمیشہ کے لیے برباد اور سرنگوں ہو جائے گا۔"

"ہمیں یہی شرط پسند ہے۔" سپہ سالار نے بڑے غرور سے کہا۔ "ہم قلعہ سے نکل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے اور مسلمانوں پر ثابت کر دیں گے کہ خراسانی ترک کتنے بہادر ہوتے ہیں۔"

ملکہ بخارا نے انتہائی متانت سے کہا۔

"ہمارے سپہ سالار بیگ دار نے فرمایا کہ وہ قلعہ سے نکل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔ مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی۔ میں ان کے عزم اور بہادری کی تعریف کرتی ہوں مگر میں ان کی اطلاع کے لیے یہ ضرور کہوں گی کہ ان کی معلومات میدان جنگ اور ترکستان کے حدود تک محدود ہیں جب کہ میرے دربار میں مشرق، مغرب اور شمال و جنوب اور اطراف عالم سے تاجر آتے ہیں۔ وہ مجھے ملک ملک کی خبریں سناتے ہیں اور میں ان خبروں کو کمال دلچسپی سے سنتی ہوں۔ ان تاجروں ہی کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ مدینہ کی چھوٹی سی اسلامی ریاست کو قائم ہوئے ابھی نصف صدی گزری ہے کہ ان مسلمانوں نے مصر، ایران، شام اور نصف ایشیائے کوچک پر اپنا قبضہ جما لیا ہے اور ان لوگوں نے قیصر و کسریٰ کے عظیم سلطنتوں کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں مسلمانوں کی طاقت کو کم اور ان کے لشکر کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ سپہ سالار کو حالات پر ایک بار پھر غور کرنا چاہئے۔"

آخر سپہ سالار چڑ کے بولا۔

"میں ملکہ کا حکم ماننے کو تیار ہوں۔ انہوں نے مسلمانوں کی طاقت کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ سچ بھی ہو سکتا ہے مگر میں چند ہزار حملہ آوروں کے سامنے اپنے ایک لاکھ

بیس ہزار لشکر کو ہتھیار ڈالنے کے لیے نہیں کہہ سکتا۔"

وزیراعظم نے سمجھایا۔

"سپہ سالار غلط سمجھ رہے ہیں۔ مسلمان ہم سے ہتھیار ڈالنے کو نہیں کہتے۔ وہ ہمارے قانون اور نظام حکومت میں دخل نہیں دینا چاہتے۔ ہماری موجودہ سرحدیں بھی بالکل اسی طرح برقرار رہیں گے۔ وہ صرف ایک معمولی رقم بطور ٹیکس ادا وصول کر کے ہمارے حلیف اور دوست بننا چاہتے ہیں۔ اگر ان سے درخواست کی جائے تو وہ ہمارے قلعہ میں داخل بھی نہیں ہوں گے۔ جہاں تک جنگ کرنے کا سوال ہے تو ہم ان کے خیالات سے اتفاق کرتے ہیں لیکن جب سیدھی انگلی سے گھی نکل سکتا ہے تو پھر خوامخواہ جنگ میں کیوں الجھا جائے۔ جنگ کے نتیجے سے کون واقف نہیں ہوتا۔ ہمیں شکست بھی ہو سکتی ہے اور ہم فاتح بھی ہو سکتے ہیں مگر جب جنگ سے بچنے کی صورت موجود ہے تو پھر سر کٹانے اور اپنے جوانوں کو جنگ کی بھٹی میں جھونکنا کہاں کی عقل مندی ہے؟"

دربار کا ماحول خراب ہو گیا تھا۔ سپہ سالار اور اس کا نائب فرفوس دونوں کی زبان پر جنگ کے سوا اور کوئی نعرہ نہ تھا۔ وہ ہر صورت میں میدان جنگ میں قسمت آزمائی کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف وزیراعظم نے ملکہ قبق خاتون کو صاف الفاظ میں بتا دیا تھا کہ جب مسلمانوں کے سامنے ایران اور روم کی سلطنتیں آتے ہوئے گھبراتی ہیں تو سغد کی کیا حیثیت ہے۔ اس نے ملکہ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ مسلمان جنگ کو جہاد کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ جنگ میں کام آنے والا مسلمان "شہید" اور زندہ رہنے والا غازی کہلاتا ہے۔ مسلمان جنگ کی طرف اس طرح لپکتا ہے جس طرح معصوم بچے کھلونوں کی طرف لپکتے ہیں۔

دربار میں کافی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر ملکہ نے اعلان کیا۔

"ہم نے جنگ اور امن کے موضوع پر کافی گفتگو کی ہے۔ سب نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور دلیلیں بھی پیش کیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے وزیراعظم اور سپہ سالار اگرچہ ایک ہی دربار سے وابستہ ہیں مگر ان میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ چونکہ مسئلہ کافی سنگین اور ریاست سغد کی بقاء کا سوال ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ وابستگان تخت و تاج اس مسئلہ پر ایک بار پھر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ دو روز بعد ہم پھر مجلس مشاورت کا اجلاس کریں گے اور اس میں جنگ یا صلح کا قطعی فیصلہ کیا جائے گا۔ اب دربار برخاست کیا جاتا ہے۔"

دربار برخاست ہو گیا۔ ملکہ بخارا قبق خاتون کے موافق اور مخالف سردار ایک دوسرے

کو سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ ملکہ نے وزیراعظم نیک دار کو گفتگو کے لیے روک لیا تھا۔ ملکہ بخارا بہت پریشان تھی۔ بخارا میں ایک بہت بڑا لشکر موجود تھا۔ اس کے برخلاف حملہ آوروں کی تعداد بہت کم تھی پھر بھی ملکہ قلعہ سے نکل کر ان کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس تک یہ خبریں پہنچی تھیں کہ اس کے لشکر میں بے چینی ہے۔ مسلمان لشکر نے ترکستان کی تین سلطنتوں کے برج الٹ کے رکھ دیئے تھے جس سے ترکستانیوں کے دلوں میں ان کا خوف بیٹھ گیا تھا۔

یہ باتیں کھلی حقیقت تھیں لیکن اس کا سپہ سالار اور اس کا مضبوط گروہ طاقت کے زعم میں جنگ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس نے وزیراعظم کو اس لیے روک لیا تھا کہ تنہائی میں اس سے گفتگو کر کے کسی نتیجہ پر پہنچے۔ دربار خالی ہونے کے بعد ملکہ نے وزیراعظم کو مخاطب کیا۔

"بزرگ محترم۔ صورت حال بہت کشیدہ ہو گئی ہے۔ آپ نے سپہ سالار بیگ دار کے تیور دیکھے۔ وہ جنگ کے سوا اور کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں۔ آپ ہی بتایئے کہ اس مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے؟"

"اے ملکہ بخارا۔" بزرگ وزیر نے زبان کھولی۔ "جنگ اور عشق کے نتیجے سے کوئی بھی واقف نہیں ہوتا۔ آپ کا خیال ہے کہ مسلمان حملہ آور قلیل ہونے کے باوجود قلعہ بخارا کو زیر و زبر کر ڈالیں گے جب کہ بیگ دار کا خیال ہے کہ وہ مسلمانوں کے اس معمولی گروہ جسے فوج کا نام بھی نہیں دیا جا سکتا' پیس کے رکھ دے گا۔ ظاہر ہے جنگ ہونے کی صورت میں ایک نتیجہ تو نکلتا ہی ہے۔ میں ملکہ بخارا کا وفادار ہوں اور وہ حکم بجا لاؤں گا جو ملکہ کی طرف سے دیا جائے گا۔"

"مگر میں تو آپ کی رائے طلب کر رہی ہوں بزرگ محترم؟" ملکہ نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "حکم تو کوئی فیصلہ ہونے کے بعد ہی دیا جا سکتا ہے۔ آپ فرمایئے۔ ہمارے لیے جنگ بہتر رہے گی یا امن و صلح؟"

"سلطنت سغد کی رعیت کی بھلائی تو امن و صلح میں مضمر ہے۔" وزیراعظم نے بے جھجک کہا۔ "مگر اس کا فیصلہ رعیت نہیں کر سکتی۔ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔ میں پوری طرح آپ کے ساتھ ہے۔"

"میں خود بھی جنگ کو پسند نہیں کرتی۔" ملکہ نے کہا۔ "مسلمان لشکر فتح کے نشہ میں چور ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کے سامنے کون اور کتنا بڑا دشمن ہے اور ان کے اسی جذبہ

نے انہیں اتنا عروج دیا ہے مگر یہ بات ہمارے سپہ سالار کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا کیا علاج کیا جائے؟"

"ملکہ محترم۔ آپ کی جہانداری اور جہانبانی کا میں قائل ہوں۔" وزیراعظم نے ٹھہر ٹھہر کے کہا۔ "اگر آپ مجھ سے مشورہ چاہتی ہیں تو میرے خیال میں سپہ سالار کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ شاید آپ کو پسند نہ آئے۔"

"محترم بزرگ۔ آپ میری پسند اور ناپسند کی پروا نہ کیجئے۔" ملکہ نے واضح لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔ آپ اپنی رائے بے دھڑک ظاہر کر دیجئے۔"

"اس کا علاج صرف یہ ہے کی بیگ دار کو فوراً قتل کر دیا جائے۔" وزیراعظم نے واقعی بے دھڑک اپنا خیال ظاہر کر دیا۔

ملکہ بخارا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"وزیراعظم کا مشورہ بہت معقول ہے مگر شاید انہوں نے بیگ دار کی طاقت کا اندازہ نہیں لگایا۔ قلعہ بخارا میں موجود پورے لشکر پر اس کا اثر ہے۔ اس کے قتل کی صورت میں فوج باغی ہو سکتی ہے؟"

"ملکہ بخارا۔" وزیراعظم اور زیادہ سنجیدہ ہو گیا۔ "جب بیگ دار قتل ہو جائے گا تو فوج کی اس کے ساتھ ہمدردیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔ اگر کسی طرف سے بغاوت کا امکان پیدا ہوا تو آپ کے محافظ دستے اس کا سر کچل سکتے ہیں۔"

"ملکہ بخارا تذبذب میں گرفتار ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا فیصلہ کرے۔ یہ ضرور تھا کہ بیگ دار کے مارے جانے سے ملکہ بخارا تمام خطرات سے بے پروا ہو کے خود صلح یا جنگ کا فیصلہ کر سکتی تھی۔

اس نے بڑے تحمل کا ثبوت دیا اور بولی۔

"آپ کا مشورہ وہ آخری قدم ہو گا جو اس سلسلہ میں اٹھایا جائے گا۔ میں کل پھر مجلس مشاورت طلب کروں گی۔ دیکھتے ہیں کل بیگ دار کیا روش اختیار کرتا ہے۔"

"بالکل صحیح فیصلہ ہے آپ کا۔" وزیراعظم نے تائید کی۔ "میں ملکہ عالیہ سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔"

بات یہیں پر ختم ہو گئی۔ وزیراعظم اپنی قیام گاہ روانہ ہو گیا اور ملکہ بخارا بظاہر سونے کے لیے اپنی خواب گاہ میں چلی گئی مگر ملکہ سوئی نہیں۔ اس نے اپنی پہریدار کنیز کو اندر بلایا۔ اس کے لیے ملکہ کی خوابگاہ اور اس کے تمام زیر استعمال کمروں میں سونے کی ایک ہلکی پلیٹ

لٹکا دی گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی لکڑی کی ایک مگری لٹکتی تھی۔ ملکہ جب باہر سے پہرے دار کنیز کو بلانا چاہتی تو مگری پلیٹ پر مارتی۔ اس کی آواز پر کنیز پردہ ہٹا کر اندر آ جاتی۔

ملکہ نے پلیٹ پر مگری ماری۔ آواز پیدا ہوئی اور کنیز اندر داخل ہو کر آداب بجا لائی۔

"کسی غلام کو بھیج کر ہمارے محافظ دستوں کے سردار اعلیٰ کو بلایا جائے۔"

کنیز کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ رات بھیگ چکی تھی۔ اس وقت سردار اعلیٰ کی طلبی کنیز کی موٹی عقل میں نہ آ رہی تھی۔

ملکہ نے اسے حیران دیکھا تو نرمی سے سمجھایا۔

"ہم جانتے ہیں کہ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے مگر تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا کام صرف حکم کی تعمیل کرنا ہے۔"

کنیز خوفزدہ ہو گئی اور سلام کر کے باہر نکل گئی۔ ملکہ خیالوں میں گم ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد کنیز نے واپس آ کر اطلاع دی۔

"سردار اعلیٰ آ گئے ہیں اور حکم کے منتظر ہیں۔"

"انہیں اندر بھیج دو۔"

سردار اعلیٰ اندر آیا اور سلام کر کے ادب سے کھڑا ہو گیا۔ ملکہ کے خاص دستے میں دس ہزار چاق و چوبند سوار شامل تھے۔ وہ براہ راست ملکہ بخارا کے ماتحت تھے۔ ان کا کوئی تعلق بخارا کی فوج سے نہ تھا اور نہ وہ سپہ سالار بیگ دار کے ماتحت تھے۔ محافظ دستے ملکہ بخارا کا حکم مانتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ ان کا سردار اعلیٰ ایک ادھیڑ عمر کا انسان تھا جو ملکہ بخارا کے تخت نشینی کے وقت سے اس عہدے پر فائز تھا۔

ملکہ بخارا قبق خاتون کا باپ' بیٹی سے محبت کرتا تھا کیونکہ یہی اس کی واحد اولاد تھی۔ شاہ بخارا نے قبق خاتون کو بیٹوں جیسی تربیت دلائی تھی۔ شمشیر زنی' نیزہ بازی' تیر اندازی اور شہسواری پر قبق خاتون کو پورا عبور حاصل تھا۔ چنانچہ اس کے باپ نے اپنے مرنے سے پہلے قبق خاتون کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ ترکستان کا یہ علاقہ اب تک نور اسلام سے منور نہ ہوا تھا۔ بت پرستی کا عام رواج تھا۔

شاہ بخارا کے انتقال پر شاہ کے بھائیوں نے بخارا پر چڑھائی کر دی مگر بخارا کی فوجیں قبق خاتون کی وفادار رہیں اور قبق خاتون نے میدان جنگ میں اپنے لشکر کی سپہ سالاری کر کے اپنے دو چچاؤں کا مار بھگایا۔ وزیراعظم نیک دار اور سپہ سالار بیگ دار اسی وقت سے قبق خاتون کے وفادار چلے آ رہے تھے۔ قبق خاتون نے اب تک شادی نہ کی تھی مگر اپنے آپ

کو ”ملکہ بخارا“ کہلواتی تھی۔

”سپہ سالار۔ تمہیں اس بے وقت ایک اہم کام کے لیے بلوایا گیا ہے۔“ ملکہ اپنے محافظ دستوں کے سردار اعلیٰ کو ہمیشہ سپہ سالار کے لقب سے پکارتی تھی۔

سردار اعلیٰ نے سر جھکا کے عرض کیا۔

”اے عالی مقام ملکہ۔ غلام کو ہمیشہ یہ آرزو رہتی ہے کہ اس کا یہ سر ملکہ کے کسی کام آ سکے۔ کچھ ایسے ہی خیالات تمام محافظ دستوں کے سواروں کے ہیں۔ آپ حکم دیجئے۔ ہم اپنے سروں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے بے چین ہیں۔“

”ہم تمہارے شکر گزار ہیں سپہ سالار کہ تم اور تمہارے سوار ہمارے لیے ایسے پر خلوص جذبات رکھتے ہیں۔“ ملکہ نے متشکر لہجے میں کہا۔ ”اس وقت تمہارے لیے یہ کام ہے کہ شاہی مہمان خانہ میں قلعہ بخارا پر حملہ کرنے والے مسلمان سپہ سالار کا ایک نمائندہ بطور مہمان ٹھہرا ہوا ہے۔ ہم مسلمانوں سے صلح کی گفتگو کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں کچھ لے دے کے قلعہ سے محاصرہ اٹھانے پر راضی کیا جائے مگر ہمارے لشکر میں کچھ فتنہ پرور خوامخواہ جنگ کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگ امن کی گفتگو کو ناکام کرنے کے لیے ہمارے معزز مہمان کو کسی قسم کا گزند پہنچانے کی کوشش کریں۔ تمہارا فرض ہے شاہی مہمان کو پوری طرح اپنی حفاظت میں لے لو اور وہاں موجود کنیزوں اور غلاموں کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے آدمی مقرر کر دو۔ خیال رہے کہ اگر ہمارے مہمان کو ذرا بھی تکلیف پہنچی تو ہم اپنے دشمنوں کی نظروں میں ذلیل ہو جائیں گے۔“

”ملکہ بخارا اطمینان رکھئے۔“ سردار اعلیٰ نے کہا۔ ”آپ کو کسی کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے گا۔“

”شکریہ۔ ہم تمہاری کامیابی کے لیے دعاگو ہیں۔“ یہ کہہ کر ملکہ بخارا نے سردار اعلیٰ کو رخصت کر دیا۔

اس طرف سے مطمئن ہونے کے بعد ملکہ نے کنیز کو حکم دیا۔

”زاشی کو فوراً حاضر کیا جائے۔“

کنیز نے سر جھکایا پھر تعمیل حکم کے لیے باہر نکل گئی۔

زاشی ملکہ بخارا کی جاسوس کنیز تھی۔ بڑی چالاک‘ بڑی شاطر۔ وہ آسمان میں تھگلی لگاتی تھی۔ صورت بھی اچھی خاصی پائی تھی اس نے۔ ملکہ خیالوں میں گم تھی کہ زاشی آ گئی۔ اس نے ملکہ کو عالم خیال میں پایا تو ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی اور چور نظروں سے ملکہ کے

چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھنے لگی۔

ملکہ بخارا نے چونک کے زاشی کو دیکھا۔

"زاشی۔ تم آ گئیں؟"

"جی ہاں ملکہ بخارا۔" جاسوس کنیز ادب سے بولی۔

"زاشی بہت دنوں بعد تمہاری ضرورت پڑی ہے۔ امید ہے کہ تم ہمیں مایوس نہ کرو گی۔" ملکہ نے تھکے تھکے لہجہ میں کہا۔

"کنیز ملکہ ترکستان کی زبان سے مایوسی کے الفاظ سن کے شرم سے پانی پانی ہوئی جاتی ہے۔" زاشی کی زبان قینچی کی طرح چلنے لگی۔ "حکم دیجئے کہ میں اپنی گردن کاٹ کے آپ کے قدموں میں ڈال دوں؟"

"نہیں زاشی۔ ہمیں تمہارے سر کی ضرورت نہیں۔" ملکہ کا لہجہ اب بھی شکستہ تھا۔

"پھر حکم دیجئے کہ بیگ دار اور فرفوس کے سر حضور عالی میں پیش کئے جائیں۔" زاشی نے گردن تان کر کہا۔

ملکہ ترکستان چونک پڑی۔ اس نے زاشی کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔ "ان لوگوں کے بارے میں تمہیں کس نے بتایا زاشی؟" ملکہ کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

زاشی سہم گئی۔ اس کی تنی ہوئی گردن میں لوچ پیدا ہو گیا۔ دھیمی آواز میں بولی۔

"ملکہ ترکستان۔ یہ باتیں کسی سے پوچھی نہیں جاتیں بلکہ میرا فرض' میری رہنمائی کرتا ہے۔ میرے فرض نے مجھے مجبور کیا کہ میں دربار خاص کے اردگرد موجود رہوں۔ بس میں وہاں گئی۔ میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے سب کچھ دیکھ لیا۔"

"بہت خوب۔" ملکہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لہرائی۔ "مگر ہم نے تمہیں نہیں دیکھا؟"

"حضور تو مجھے مسلمانوں کے لشکر میں بھی نہ دیکھ سکی تھیں۔" زاشی کی گردن پہلے کی طرح اکڑ گئی۔

"اچھا تو تم وہاں بھی پہنچ گئی تھیں۔" ملکہ نے بڑی حیرت سے کہا۔

"جی ہاں ملکہ ترکستان۔" زاشی نے بڑے فخر سے کہا۔ "عنترہ کے ساتھ جانے والی خواتین سواروں میں حضور کی کنیز زاشی بھی شامل تھی۔"

"بہت تیز ہو تم۔" ملکہ نے ہنس کے خوشی کا اظہار کیا۔

زاشی نے کوئی جواب نہ دیا۔ چپ چاپ کھڑی رہی۔ ملکہ کے کمرے میں زاشی کے علاوہ

کوئی اور موجود نہ تھا۔ ملکہ نے پھر بھی احتیاط سے ادھر ادھر دیکھا پھر رازدارانہ انداز میں کہا۔
"پھر تو تم عنترہ کو بھی جانتی ہو گی؟"
زاشی نے ملکہ سے زیادہ احتیاط برتی۔ اس نے جواب دینے کے بجائے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔
"شاباش زاشی۔" ملکہ نے مسرت سے کہا۔ "ہم نے تمہارا غلط انتخاب نہیں کیا۔ تم ہمارے اعتماد پر پوری اتری ہو۔"
زاشی نے جواب دیا۔
"یہ ملکہ کی ذرہ نوازی ہے۔ کنیز ہر وقت کسی اہم کام کی منتظر رہتی ہے تاکہ ملکہ ترکستان کا پورا اعتماد حاصل کر سکے۔"
ملکہ نے ٹھنڈی سانس لی پھر بولی۔
"زاشی۔ ایک اہم کام آن پڑا ہے۔ تم اس میں یقیناً ہماری مدد کر سکتی ہو۔"
زاشی نے پراعتماد لہجہ میں کہا۔
"کنیز ہر امتحان کے لیے تیار ہے۔ آپ حکم دیجئے۔"
ملکہ پراعتماد نظروں سے زاشی کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"زاشی۔ ایک اہم پیغام مسلم سپہ سالار تک پہنچانا ہے مگر اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے۔"
زاشی نے فوراً" جواب دیا۔
"ملکہ عالیہ۔ اس میں فکر کی کیا بات ہے۔ پیغام کاغذ پر لکھا جائے اور تیر کی نوک میں باندھ کر مسلم لشکر میں پھینک دیا جائے۔ مسلم سپہ سالار کے پاس فوراً" پہنچ جائے گا۔"
ملکہ نے حیران نظروں سے زاشی کو دیکھا۔
"کتنا آسان طریقہ بتایا ہے تم نے۔ پتہ نہیں یہ بات مجھے کیوں نہیں سوجھی۔ زاشی تم ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ سمجھدار ہو۔" ملکہ نے اسے داد دی۔ "یہ نہایت محتاط اور آسان طریقہ ہے۔"
"مگر ملکہ ترکستان۔" زاشی نے ملکہ کو ایک اور عقل کی بات سمجھائی۔ "یہ طریقہ ہر پیغام میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر پیغام کی نوعیت الگ ہوتی ہے اور اس کے بھیجنے کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں۔"
ملکہ پھر سوچ میں پڑ گئی' پھر اس نے مختصر الفاظ میں زاشی کو وہ پیغام بتایا جو وہ مسلم سپہ

سالار تک پہنچانا چاہتی تھی۔
"اب بتاؤ تم---- اس پیغام کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟" ملکہ نے پیغام بتانے کے بعد زاشی سے سوال کیا۔
زاشی نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔
"اے میری آقا اور ملکہ ترکستان۔ یہ پیغام اگر مسلم سپہ سالار کو تحریر کی شکل میں بھیجا گیا تو اس سے مسلم سپہ سالار مطمئن نہ ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ شک و شبہ میں مبتلا ہو کے کوئی خطرناک قدم اٹھا لیں۔"
"پھر کیا کیا جائے زاشی؟" ملکہ مضمحل انداز میں کہا۔ "مسلم سپہ سالار کو اطلاع دینا تو بہت ضروری ہے۔"
زاشی نے ایک نیا مشورہ دیا۔
"میرا خیال ہے کہ آپ مسلم سپہ سالار کے بھائی کو واپس بھیج دیجئے۔ وہ خود سپہ سالار کو تمام حالات سے آگاہ کر دیں گے۔"
زاشی کا مشورہ درست تھا مگر ملکہ نے اسے رد کر دیا۔
"نہیں زاشی۔ ہم سعد کو ضائع نہیں کرنا چاہتے۔"
زاشی نے کہا۔
"ملکہ ترکستان۔ اس بات سے آپ مطمئن رہیں۔ جس طرح میں سعد کو بھیجنے کی کوشش کروں گی اس میں انہیں نقصان پہنچنے کا کوئی خطرہ نہ ہو گا۔"
"خطرہ کیسے نہیں ہو گا زاشی؟" ملکہ نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ "قلعہ کے اندر بیگ دار اس کا مخالف ہے۔ فصیلوں پر فوج لگی ہے۔ وہ کسی راستے سے بھی جائے اس کی جان کو تو بہرصورت خطرہ ہے۔"
زاشی نے فوراً" اندازہ کر لیا تھا کہ ملکہ ترکستان سعد کو قلعہ میں رکھنے کے لیے بضد ہے اور اس کی وجہ وہی ہے جس کا اندازہ زاشی نے لگایا تھا۔ آخر زاشی نے ملکہ کی مشکل آسان کر دی۔ اس نے کہا۔
"ٹھیک ہے ملکہ ترکستان۔ پیغام لے کر میں خود جاؤں گی۔ میں مسلم سپہ سالار کو مطمئن بھی کر دوں گی اور آپ کی حسب منشاء ان سے مہلت بھی مانگ لوں گی۔"
"مگر تم جاؤ گی کیسے۔ ہر طرف تو پہرے دار بیٹھے ہیں۔ قلعہ کے دروازوں کے پہریدار تمہیں جانتے ہیں کہ میری کنیز ہو۔"

زاشی نے مسکرا کے کہا۔
ملکہ ترکستان۔ آپ اطمینان رکھیے۔ خفیہ پیغامات دروازوں سے نہیں گزرا کرتے۔ قلعہ کی اتنی بڑی فصیل جو پڑی ہے۔ آپ بس حکم دیجیے۔ رات کی سیاہ چادر میری مدد کرے گی۔"

ملکہ ترکستان نے خوش ہو کر زاشی کو گلے لگا لیا۔
"زاشی۔ میں تیری سلامتی کے لیے دعا مانگوں گی۔"

○☆○

سعد شاہی مہمان خانہ میں بہت الجھ رہا تھا۔ عنترہ اسے یہ کہہ کر لائی تھی کہ ملکہ بخارا سے جواب لے کر سعد کو دیا جائے گا اور سعد اس پیغام کو مسلم سپہ سالار تک پہنچا دے گا مگر ملکہ بخارا قبق خاتون کی طرف سے اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا حالانکہ شام سے رات ہو گئی تھی اور رات بھی تیزی سے گزر رہی تھی۔

پھر اسے عنترہ کا خیال آیا۔ وہ بھی کیا لا ابالی لڑکی تھی۔ سپہ سالار کو کسی نہ کسی طرح قائل کر کے وہ سعد کو قلعہ بخارا میں لے آئی تھی مگر جب سے وہ اسے یہاں چھوڑ کر گئی تھی' اس وقت سے اب تک اس نے پلٹ کے خبر بھی نہ لی تھی کہ اس کے مہمان پر کیا گزری ہے۔ کہاں تو وہ دزدیدہ نظری اور مسکرا مسکرا کے باتیں کرنا اور کہاں یہ بے مروتی کہ محل میں پہنچ کے کسی کام میں ایسی الجھی کہ مہمان خانہ کا راستہ بھی بھول گئی۔ سعد کو خیال نے آ گھیرا کہ کہیں اسے قید تو نہیں کر لیا گیا۔ اس نے وزیراعظم بخارا کے موجود ہوتے ہوئے مسلم سپہ سالار سے بڑھ بڑھ کے باتیں کی تھیں۔ ہو سکتا ہے وزیراعظم نے ناراض ہو کر ملکہ سے اس کی شکایت کر دی ہو۔ کچھ بھی ہو عنترہ کو آنا ضرور چاہیے تھا۔ اگر ملکہ نے اب تک کوئی جواب تیار نہیں کیا تھا تو بھی عنترہ کو یہاں آکر اسے مطمئن کرنا تھا۔

پھر سعد کو مہمان خانہ کے باہر لوگوں کے تیز تیز چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے گھبرا کر باہر دیکھا تو پریشان ہو گیا۔ مہمان خانہ کے اندر باہر جتنے غلاموں اور کنیزوں کو مقرر کیا گیا تھا' ان سب کو وہاں سے ہٹایا جا رہا تھا اور ان کی جگہ نیزہ بردار فوجی مقرر کیے جا رہے تھے۔ "یااللہ! یہ کیا ہوا۔ کہیں ملکہ بخارا نے جنگ کا فیصلہ تو نہیں کر لیا اور عنترہ کو قید کر لیا گیا ہے۔" سعد کو ایک نئی پریشانی نے گھیر لیا۔ مہمان خانہ سے اس کنیز کو بھی ہٹا لیا گیا تھا

جس کی الجھی مگر دلچسپ گفتگو سے سعد کا دل بہلتا تھا۔ اب تو سعد کو بالکل ہی یقین ہو گیا کہ عسرہ جو اسے فریب دے کر یہاں لائی تھی' اسے قید کر لیا گیا ہے۔ وہ اپنے ساتھ تلوار بھی نہیں لایا تھا۔ صرف ایک خنجر اس کی کمر میں لگا تھا۔ سعد نے پھر کھڑکی سے باہر نظر ڈالی۔ اس نے دیکھا کہ تمام نیزہ بردار سپاہی بڑی مستعدی سے مہمان خانہ کے گرد پہرہ دے رہے ہیں۔

پھر سعد نے سر کو جھٹکا دے کر تمام خوف و ہراس دور کیا۔ آخر وہ ایک مسلمان مجاہد تھا اور جہاد کے لیے یہاں تک پہنچا تھا۔ اگر وہ یہاں مارا بھی جائے تو بھی اسے شہادت نصیب ہو گی اور یہی اس کی زندگی کا مقصد تھا۔ اس کا سر جب کچھ ہلکا ہوا تو اس نے دروازے پر کھڑے ایک نیزہ بردار کو اشارے سے بلایا۔

سعد کے اشارے پر نیزہ بردار نے اپنا نیزہ باہر ہی رکھا اور اندر آ گیا۔ سعد کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سپاہی نے ادب سے کہا۔

"کیا حکم ہے معزز مہمان؟"

سعد نے اسے حیران نظروں سے دیکھا۔

"کیا مجھے قید کیا گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا معزز مہمان۔" اس نے سر جھکائے جھکائے جواب دیا۔

"تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے؟"

"ہمارے سردار نے۔"

"تمہارا سردار کون ہے؟"

"ہمارے سردار ملکہ ترکستان کے ذاتی لشکر کے سردار اعلیٰ ہیں۔"

سعد کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے پوچھا۔

"کیا ملکہ ترکستان کا ذاتی لشکر' سلطنت کے لشکر سے الگ ہے؟"

"جی ہاں معزز مہمان۔ ملکہ عالیہ کا دس ہزار کا لشکر علیحدہ ہے اور وہ صرف ملکہ کے حکم کا پابند ہے۔ سپہ سالار بیگ دار کا اس لشکر پر حکم نہیں چلتا۔"

سعد نے اور وضاحت چاہی۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارے سردار کو ملکہ ترکستان نے حکم دیا ہے کہ میری حفاظت کی جائے یا پھر مجھ پر نظر رکھی جائے تاکہ میں بھاگ نہ سکوں؟"

"ہمیں آپ کی حفاظت کا حکم ہے اور میں کچھ نہیں جانتا۔" سپاہی نے معصومیت سے

پاکستان ورچوئل لائبریری

جواب دیا۔

"تم اور کیا جانتے ہو؟" سعد کو غصہ آ گیا۔

"میں اور کچھ نہیں جانتا معزز مہمان۔"

سعد نے اس سے سر کھپانا بیکار سمجھا اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ سپاہی نے اسے خاموش دیکھا تو وہ بھی دبے قدموں واپس ہو گیا۔ سعد کی پریشانی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ اس کا خیال لشکر اسلام کی طرف گیا۔ سعید بھائی کیا سوچتے ہوں گے۔ اگر میں صبح تک واپس نہ پہنچا تو لشکر قلعہ بخارا پر ضرور حملہ کر دے گا۔ عنترہ نے مجھے یہاں لا کر قید کروا دیا اور شاید خود بھی قید ہو گئی۔ اس کی صورت کیسی بھولی بھالی تھی مگر اس کے کرتوت-----!

اس کے خیالات کا سلسلہ یہاں تک پہنچا تھا کہ اسے دروازے پر کھُسر پھُسر کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ عنترہ اٹھلاتی ہوئی مہمان خانہ میں داخل ہو رہی تھی۔ سعد اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔

"عنترہ----! تم----؟" سعد کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

"سعد----!"

اور عنترہ اس کے قریب آ گئی۔

"بیٹھ جاؤ سعد۔"

سعد بیٹھ گیا۔ عنترہ اس کے بالکل مدمقابل بیٹھی۔

"تم کہاں گم ہو گئی تھیں عنترہ؟" سعد نے سوال کیا۔

"میں مصروف تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں بہت دیر انتظار کرنا پڑا۔"

عنترہ کے آنے سے سعد کے جسم میں بجلیاں سی کوندنے لگی تھیں مگر اس نے خود کو سنبھالا اور سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے قید کیوں کیا گیا ہے عنترہ----! مجھ پر نیزہ بردار مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ملکہ بخارا مجھے پہرے میں رکھ کر کیا حاصل کرنا چاہتی ہے؟" سعد نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

"گھبراؤ نہیں۔ میں سب بتاتی ہوں۔" عنترہ نے اسے کنکھیوں سے دیکھا۔

"تمہارا انتظار کرتے کرتے میری آنکھیں پتھرا گئی ہیں عنترہ۔" سعد کی سرشاری بڑھنے لگی۔ "اگر تم اب بھی نہ آتیں تو پتہ نہیں مجھے کیا ہو جاتا۔"

"کیا سچ مچ تم میرے لیے اس قدر بے قرار تھے؟" اور عنترہ اس کی آنکھوں میں

جھانکنے لگی۔

"میری آنکھوں میں کیا دیکھ رہی ہو؟"

"آنکھوں میں تمہارے الفاظ کی سچائی ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"کچھ پایا تم نے؟"

"ہاں----! پایا----!"

کیا پایا ان آنکھوں میں؟" سعد کی سرشاری اور بڑھ گئی۔

"ایک صورت گھوم رہی ہے تمہاری آنکھوں میں۔" عنترہ پر بھی پیار کا خمار طاری ہو گیا تھا۔

دونوں کی نظریں ملی ہوئی تھیں۔ زبانیں بند ہو گئی تھیں مگر بے زبانی کی زبان سے گفتگو ہو رہی تھی۔ نظروں کے پیام و سلام بھی جاری تھے۔ سعد شکوہ کرنا بھول گیا تھا اور عنترہ کو یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ وہ سعد کے پاس کیا کہنے آئی تھی۔ وہ زمان و مکان کی گرفت سے آزاد بس ایک دوسرے کو دیکھے چلے جا رہے تھے۔

نظروں سے خاموش گفتگو کا یہ سلسلہ دیر سے جاری تھا اور نہ جانے کب تک جاری رہتا کہ دروازے پر کسی عورت کے زور زور سے بولنے کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے چونک کے دیکھا۔ ان کا حسین خواب ٹوٹ گیا۔ دروازے کے باہر کوئی عورت اندر آنے کے لیے محافظوں سے جھگڑ رہی تھی۔ محافظ اسے اندر نہ آنے دے رہے تھے۔

"کون جھگڑ رہا ہے دروازے پر؟" عنترہ نے غصہ سے کہا۔

"میں ہوں ملکہ عالم۔" دروازے کے باہر سے جھگڑا کرنے والی کی آواز آئی۔

سعد چونک پڑا۔ "ملکہ عالم۔ کیا کیا---- ملکہ عالم---- عنترہ---- ملکہ عالم----!!" اس کا دماغ چکرانے لگا۔

عنترہ نے سعد کی بے چینی محسوس کر لی تھی مگر اس نے اس پر توجہ دینے کے بجائے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آنے دو اسے---- یہ ملکہ کی کنیز ہے۔"

سعد کے دل و دماغ میں اٹھتے ہوئے خیالات دم توڑ گئے۔ ملکہ کی کنیز---- سعد مسکرا دیا۔

اس وقت کنیز گھبرائی ہوئی مہمان خانہ میں داخل ہوئی۔ اس کی حالت بگڑی ہوئی تھی۔ بال بکھرے تھے اور سانس پھولی ہوئی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی کنیز نے دہائیاں دینا شروع کر

دیں۔

"آپ کے محافظ کتنے بدتمیز ہیں ملکہ عالم۔ دیکھئے تو ان کمبختوں نے میری کیا درگت بنائی ہے۔ میں نے ان سے لاکھ کہا کہ میں ملکہ عالم کے لیے ایک خاص پیغام لائی ہوں مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اور مجھے ادھر سے ادھر دھکیلتے رہے۔ آپ انہیں سخت سزا دیجئے۔ جب تک آپ انہیں سزا نہیں دیں گی میں آپ کو نہیں بتاؤں گی کہ وزیراعظم آپ سے فوراً ملنا چاہتے ہیں۔"

کنیز اپنی رو میں نہ جانے کیا کیا بک رہی تھی اور دہائیاں اور بددعائیں دیتی رہی مگر عنترہ خاتون یا ملکہ قبق خاتون کا سر شرم سے جھکا ہوا تھا اور سعد کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی وہ عنترہ خاتون کو دیکھتا تو کبھی گھبرا کر فریاد کرنے والی کنیز کو دیکھنے لگتا۔ اب اسے پوری طرح یقین ہو گیا تھا کہ عنترہ خاتون اور ملکہ عالیہ قبق خاتون ایک ہی ہستی کے دو روپ ہیں۔ عنترہ خاتون کا جھکا ہوا سر اس بات کی مزید تصدیق کر رہا تھا۔

کنیز بڑبڑاتے ہوئے اک دم رک گئی اور اس نے گھبرا کے اپنے دانتوں میں انگلی دبا لی۔ اس کے چہرے پر خوف کے گہرے سائے لہرانے لگے۔ رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ وہ اک دم عنترہ خاتون کے پیروں میں بیٹھ گئی اور مردہ آواز میں بولی۔

"مجھے معاف کر دیجئے ملکہ عالم۔ میں اپنی بدحواسی میں سب کچھ بھول گئی۔ میں نے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ میں بدنصیب آپ کی قصوروار ہوں۔ مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ آپ نے مجھے منع کیا ہے کہ.........."

عنترہ نے جو مسکرا کے سعد کو دیکھ رہی تھی' کنیز کی بات کاٹ دی اور بولی۔ "گھبراؤ نہیں۔ تم نے ایک بڑی مشکل آسان کر دی ہے۔ کھڑے ہو کر بتاؤ کہ وزیراعظم اس وقت ہم سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

کنیز ڈرتے ڈرتے کھڑی ہوئی اور بولی۔

"وزیراعظم' ملکہ ترکستان سے---- نہیں نہیں---- عنترہ خاتون سے---- نہیں نہیں آپ سے------ وہ------ جی وہ-------!"

کنیز کی رنگت زرد سے سیاہ پڑ گئی تھی اور خوف کی وجہ سے اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔

ملکہ کو ہنسی آ گئی۔ اس نے کہا۔

"تم نے بات تو پہلے ہی کھول دی ہے۔ اب کیوں گھبرا رہی ہو۔ بتاؤ وزیراعظم تمہاری

ملکہ ترکستان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

کنیز نے خود پر قابو پاتے ہوئے بتایا۔

"وزیراعظم نے تمام بڑے بڑے سرداروں کو دربار ہال میں بلوایا ہے اور آپ سے شرکت کی درخواست کی ہے۔ آپ کی موجودگی ہی میں وہ کچھ کہنا چاہیں گے۔"

ملکہ کے ہنستے ہوئے چہرے پر تفکر کے سائے چھا گئے۔ چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

"جاؤ----! وزیراعظم سے کہہ دو کہ ملکہ آ رہی ہیں مگر خبردار اپنے ہوش میں رہنا۔ کسی کو ہرگز نہ معلوم ہونے پائے کہ تمہاری ملکہ اس وقت کہاں ہیں؟"

کنیز سر ہلاتی چلی گئی۔ اس کے مہمان خانہ سے نکل جانے کے بعد سعد نے کھڑے ہو کر ادب سے کہا۔

"میں ملکہ ترکستان کی خدمت میں تسلیمات پیش کرتا ہوں۔"

ملکہ نے اپنی بھاری پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"سعد۔ مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہیں اتنی تکلیف اٹھانا پڑی اور اس سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ مجھے تمہارے سامنے ایک کنیز کا روپ دھارنا پڑا۔"

"اس روپ دھارنے سے آپ کو کیا حاصل ہوا؟" سعد نے مصنوعی تلخی سے کہا۔ "مجھے دھوکہ دیتے ہوئے تمہیں ذرا بھی لحاظ نہ آیا؟"

ملکہ نے حیا سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"سعد۔ اگر میں یہ روپ نہ اختیار کرتی تو تم مجھے کیسے ملتے۔ نہ میں عنترہ بن کے تمہارے لشکر میں جاتی نہ تمہارا سامنا ہوتا اور نہ تم اس وقت قلعہ بخارا کے اس مہمان خانے میں نظر آتے۔"

"اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" سعد نے فوراً اصل معاملہ کی طرف توجہ دی۔ "اب جب کہ یہ معلوم ہو گیا کہ تم ہی ملکہ بخارا ہو تو بتاؤ کہ تم نے اور تمہارے سرداروں نے کیا فیصلہ کیا؟"

"سعد۔ میں بڑی سخت الجھن میں گرفتار ہوں۔" ملکہ ترکستان نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے بتایا۔ "جس وقت لشکر اسلام نے اس قلعہ کو اپنے گھیرے میں لیا تھا تو ہمارا سپہ سالار بہت گھبرا گیا تھا۔ اس نے مجھ سے اور وزیراعظم سے ہاتھ جوڑ کے درخواست کی تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کو کچھ دے دلا کے یہاں سے رخصت کر دو۔ ہم ان کا مقابلہ دو دن سے زیادہ نہیں کر سکتے۔ اس کے کہنے ہی پر میں نے امن وفد ترتیب دیا اور بغیر اسے بتائے عنترہ کے

بھیس میں‘ میں خود لشکر اسلام میں گئی۔ مگر اب جو واپس آئی ہوں تو وہ کمبخت جنگ‘ جنگ کا نعرہ لگا رہا ہے۔ کہتا ہے کہ مسلمانوں کی فوج بہت مختصر ہے۔ ہم انہیں پیس کے رکھ دیں گے-----!"

"تو پھر کیا مضائقہ ہے۔ اپنے سپہ سالار کو ارمان پورا کرنے دو۔" سعد نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ "ابھی اس نے مسلم شمشیروں کی کاٹ نہیں دیکھی۔ میدان میں آئے گا تو سب کس بل نکل جائیں گے۔"

"چھوڑو سعد۔ جنگ کا کیا فائدہ؟" ملکہ نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہو گا کہ میں تلوار کھینچ کر تمہارے مقابلہ پر آؤں۔ میرا ہاتھ تو تم پر نہیں اٹھ سکتا سعد۔"

سعد نے کوئی جواب نہ دیا مگر اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ غصہ میں ہے۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد ملکہ نے خود ہی اسے چھیڑا۔

"سعد۔ اچھا بتاؤ اگر جنگ شروع ہو گئی اور میں تمہارے سامنے آ گئی تو کیا تم مجھ پر تلوار اٹھا سکو گے؟"

"اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں ملکہ۔" سعد نے فوراً جواب دیا۔ "میں صاف الفاظ میں کہہ چکا ہوں کہ جنگ کے دوران دشمن کی تلوار دیکھی جاتی ہے اس کے چہرے پر نظر نہیں ڈالی جاتی۔"

ملکہ کو سعد کے جواب سے شاید صدمہ ہوا۔ اس کا چہرہ اتر گیا۔ اسے سعد سے اس طرح کے جواب کی امید نہ تھی۔ ملکہ دیر تک خاموش رہی۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اب سعد سے کیا بات کرے۔

"مجھے یہاں کیوں قید کیا گیا ہے؟" سعد نے اپنی بات پھر دہرائی۔ اس کے لہجے کی تلخی میں ابھی تک فرق نہیں آیا تھا۔

"سعد۔ تم قید نہیں ہو۔" ملکہ نے اسے سمجھایا۔ "میرا سپہ سالار بہت بد طینت انسان ہے۔ یہ پہرہ تمہاری حفاظت کے لیے لگایا گیا ہے۔"

سعد کے مزاج کی تلخی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

"ملکہ بہتر ہے کہ تم مجھے میرے لشکر میں واپس بھجوا دو۔"

"سعد۔ تم سمجھدار ہو۔" ملکہ کا لہجہ بے انتہا نرم تھا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ قلعہ کے چپہ چپہ پر پہرہ لگا ہوا ہے۔ سپہ سالار کے جاسوس ہر طرف گھوم رہے ہیں۔ ابھی تک انہیں

یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ تم کہاں مقیم ہو۔ میں نے تمہاری حفاظت کے لیے دس ہزار کا لشکر مقرر کر دیا ہے۔ اگر بیگ دار نے تم پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو یہاں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ ایسی صورت میں تمہیں باہر نہیں نکالا جا سکتا۔"

"مگر تم یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ سعید بھائی میرے لیے کس قدر پریشان ہوں گے۔"

سعد نے بھائی کے بہانے سے بات کی۔ "یہ بات بھی ہے کہ میں یہاں قید نہیں رہ سکتا۔"

ملکہ نے خوشامدانہ انداز اختیار کیا۔

"سعد میں تمہیں ضائع نہیں کر سکتی۔ مجھے تمہاری پریشانی اور سپہ سالار کی بے چینی کا پورا پورا احساس ہے مگر قلعہ کے حالات ایسے نہیں کہ کسی قسم کا خطرہ مول لیا جائے۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ سپہ سالار اپنی ہٹ دھرمی سے باز آ جائے۔ اگر وہ نہ مانا تو میں نے اس کا علاج بھی سوچ لیا ہے۔"

ملکہ کھڑی ہو گئی۔

"کیا تم جا رہی ہو؟" سعد نے گھبرا کے پوچھا۔ اس کا غصہ ایک دم ختم ہو گیا۔

ملکہ نے اسے غور سے دیکھا۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ میں ذرا دیر اور ٹھہروں تو پہلے تم اپنا غصہ تھوک دو۔"

سعد نے جلدی سے کہا۔

"مجھے بالکل غصہ نہیں۔ تم کچھ دیر اور ٹھہرو۔"

ملکہ بیٹھ گئی۔ پھر دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں یہ خبر ہی نہیں کہ قلعہ بخارا مسلمان لشکر کے گھیرے میں ہے اور قلعہ کا سپہ سالار بیگ دار، ملکہ ترکستان کی مرضی کے خلاف قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے۔ مشہور ہے کہ جنگ اور عشق میں ہر بات جائز ہے۔ اتفاق ایسا تھا کہ اس وقت ایک طرف تو جنگ اپنے پیر پھیلا رہی تھی دوسری طرف عشق کی سرشاریاں دو دلوں کو حالات پر سنجیدگی سے غور کرنے کی اجازت نہ دیتی تھیں۔

آخر سعد کو پہلے ہوش آیا۔ اس نے ملکہ کو یاد دلایا۔

"ملکہ ترکستان۔ تشریف لے جایئے۔ آپ کے وزیراعظم آپ سے گفتگو کے لیے بے چین ہو رہے ہیں۔"

سعد کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔ ملکہ نے منہ بنا کر کہا۔

"تم مجھے بھگانا چاہتے ہو مگر میں ابھی جانے والی نہیں ہوں۔"

"میرے اوپر رحم فرمایئے ملکہ ترکستان۔" سعد کا انداز اب بھی طنزیہ تھا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے سپہ سالار کی طرح آپ کے وزیراعظم بھی آپ کے خلاف ہو جائیں اور اس کا سارا الزام مجھ پر آ جائے۔"

ملکہ واپس چلی گئی اور سعد اس کے بہروپ پر غور کرنے لگا۔ ملکہ ترکستان قبق خاتون نے کتنی صفائی سے ایک کنیز کا روپ دھار لیا تھا اور یہ اسی کا حوصلہ تھا کہ امن وفد کی لیڈر بن کے مخالف لشکر میں پہنچ گئی۔ اسے ذرا بھی خوف نہ آیا۔ کسی کو اس پر شبہ بھی نہ ہوا۔ سعد خود بھی اسے اب تک کنیز عسرہ ہی سمجھتا رہا تھا۔ اگر اس وقت ایک کنیز بدحواس ہو کر یہ راز نہ کھول دیتی تو پتہ نہیں ملکہ اسے کب تک اس غلط فہمی میں مبتلا رکھتی۔

○☆○

قلعہ بخارا کے حالات سنبھلنے کا نام نہ لے رہے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ سپہ سالار بیگ دار نے خود ہی ملکہ پر زور دیا تھا کہ وہ حملہ آور لشکر سے جنگ کرنے کے بجائے مصالحت کی گفتگو کر لے اور انہیں منہ مانگی رقم دے کے واپس کر دے۔ اس کے مشورہ سے ملکہ قبق خاتون نے امن کا وفد ترتیب دیا تھا جس میں مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر تھی اور وہ خود اس وفد کی سربراہ بن کے گئی تھی۔

سپہ سالار بیگ دار کو یہ نہ معلوم ہو سکا تھا کہ اس وفد میں ملکہ قبق خاتون بھی ایک کنیز عسرہ کے نام سے شامل ہے مگر یہ بات زیادہ دیر چھپ نہ سکی۔ جب وفد واپس آیا تو قلعہ میں پہنچ کے ملکہ پہچان لی گئی۔ اس وقت بیگ دار کو ملکہ کی اس چالاکی پر بہت تعجب ہوا مگر اس نے اس بات پر اس سے قطعی گفتگو نہ کی لیکن جب بیگ دار کو یہ بتایا گیا کہ مسلم لشکر کی تعداد قلعہ بخارا میں موجود لشکر کی تعداد کا ایک چوتھائی ہے تو اس کو امن وفد کو بھیجنے پر افسوس ہوا اور اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ امن کی گفتگو کو بالائے طاق رکھ کر کھلے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کرے گا۔

چنانچہ جب ملکہ نے مجلس مشورت منعقد کی تو سپہ سالار بیگ دار نے امن کی سخت مخالفت کی اور جنگ کا نعرہ لگایا۔ ملکہ کو فوراً ہی معلوم ہو گیا تھا کہ بیگ دار نے مسلمان لشکر کی قلیل تعداد دیکھ کر کھلے میدان میں جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لیے ملکہ نے بیگ دار کی مخالفت کی روش دیکھتے ہوئے مجلس مشورت کو ختم کر دیا تھا اور مزید سوچ بچار کا

مشورہ دیا تھا۔

ملکہ قبق خاتون کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے مگر وہ پھر بھی جنگ کرنے پر آمادہ نہ تھی۔ ناتجربہ کار ہونے کے باوجود ملکہ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ مسلمانوں کے اس قلیل لشکر نے نسف اور بیکند جیسے علاقوں کو فتح کیا تھا۔ نسف اور بیکند میں بھی قلعہ بخارا کی طرح لاکھوں کا لشکر موجود تھا مگر جنگ میں وہ کھیت رہے تھے۔

اس سے ملکہ اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ مسلمان لشکر کے فتوحات کی وجہ سے حوصلے بڑھے ہوئے تھے نیز مسلمان قوم کا سپہ سالار اس قدر سادہ ہے کہ اس کے پاس خیمے میں بچھانے کے لیے ایک چادر کے سوا دوسری چادر بھی نہیں ہے جب کہ بخارا کے سپہ سالار بیگ دار کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ مجلس مشورت کے دوران بھی اس کے اور فوج کے دوسرے سرداروں کے لیے شراب و کباب کا اہتمام کیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ جواں عمر ملکہ قبق خاتون جو اب تک کنواری تھی اور جسے شادی کے نام سے چڑ تھی وہ سعد کو دیکھتے ہی ایسے بدحواس ہو گئی تھی کہ اس نے اس جوان کو فوراً اپنی طرف سے اپنا جیون ساتھی بنا لیا تھا۔ سعد تھا بھی ایک خوبصورت جوان۔ قدرت نے اسے جرات اور شجاعت کے ساتھ مردانہ وجاہت سے بھی نوازا تھا۔ وہ بھی وفد میں ملکہ قبق خاتون کی مشیر خاص عنترہ خاتون کو دیکھ کر متاثر ہوا تھا اور اس کے دل میں بھی گدگدی سی پیدا ہوئی تھی اور جب عنترہ خاتون نے اسے قلعہ میں لے جانے کی درخواست کی تو سعد گھبرانے یا پریشان ہونے کے بجائے خوش ہوا تھا۔

ملکہ قبق خاتون (عنترہ) اور سعد میں اس سلسلہ میں کھل کے کوئی گفتگو نہ ہوئی تھی مگر وہ جو کہا گیا ہے کہ۔

ہوتی ہے کچھ اظہار محبت کی زباں اور

اس طرح ایک نے دوسرے کے دل کی بات سن لی تھی اور اسے اسی طرح جواب بھی دے دیا تھا۔ ممکن تھا کہ آئندہ ایک دو ملاقاتوں میں وہ اور زیادہ کھل جاتے مگر قلعہ بخارا میں آنے کے بعد سعد کی زندگی قیدیوں جیسی ہو گئی تھی دوسری طرف ملکہ قبق خاتون اپنے سپہ سالار بیگ دار کی "امن مخالفت" سرگرمیوں کی وجہ سے پریشان تھی اور اسے دل کے معاملات پر توجہ دینے کا وقت ہی نہ مل رہا تھا۔ سعد کو قلعہ میں آئے ہوئے ایک رات اور ایک دن گزر چکا تھا لیکن قبق خاتون سے ایک مختصر ملاقات اور گفتگو کے بعد اسے دوسری بار بات کرنے کا موقع نہ ملا تھا اور وہ گرفتار پرندے کی طرح اس شاہی مہمان خانہ میں پھڑپھڑا

رہا تھا۔

ملکہ قبق خاتون قلعہ کے حالات کی وجہ سے سخت پریشان تھی۔ اس کی جاسوس کنیز زاشی نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مسلم سپہ سالار تک ملکہ کا پیغام کسی نہ کسی طرح ضرور پہنچائے گی مگر گزشتہ رات وہ پیغام پہنچانے میں ناکام رہی تھی۔ زاشی نے پیغام لے جانے کا جو ذریعہ سوچا تھا پچھلی رات وہ ذریعہ اپنی جگہ موجود نہ تھا جس کی وجہ سے زاشی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

دراصل زاشی کا منگیتر قلعہ بخارا کی فصیل کے ایک حصے کے پہریداروں کا سردار تھا۔ یہ بات سب کو معلوم تھی۔ زاشی روز سرشام فصیل پر پہنچ جاتی تھی اور منگیتر سے رات گئے تک گفتگو کرتی رہتی تھی۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اس کا منگیتر اس شام فصیل پر نہیں آیا تھا۔ زاشی جب اس سے ملنے پہنچی تو اسے بتایا گیا کہ سردار کی والدہ بیمار ہے اس لیے وہ آج کام پر نہیں آ سکا۔ زاشی اس اطلاع سے بہت جزبز ہوئی اور دل برداشتہ بھی۔ اس نے ملکہ سے پیغام پہنچانے کا وعدہ نہیں بلکہ دعویٰ کیا تھا مگر وہ اس میں پوری نہ اتر سکی تھی۔

زاشی نے بجائے غلط سلط بہانے بنانے کے ملکہ قبق خاتون سے جا کر صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ آج قلعہ کی فصیل پر وہ شخص نہیں آیا جس کی مدد سے زاشی کو مسلم سپہ سالار تک پیغام لے جانا تھا۔ ملکہ کو اگرچہ اس بات کا افسوس ہوا مگر اب سوائے صبر کے اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ بات دوسری رات پر ٹل گئی۔

دوسری رات زاشی اندھیرا ہونے سے پہلے ہی فصیل پر چہل قدمی کرتے دکھائی دی۔ شام کو فصیل پر آنا' چکر لگانا اور اپنے منگیتر سے گھنٹوں گفتگو کرنا اس کا معمول تھا۔ اس بات کا سب کو علم تھا۔ مشرقی برج پر اس کا منگیتر بیٹھتا تھا۔ زاشی جب برج کے پاس پہنچتی تو پہرے دار ادھر ادھر ہو جاتے اور دو محبت بھرے دلوں کو ملنے کا پورا پوار موقعہ دیتے تھے۔ زاشی اپنے منگیتر سے گھنٹوں باتیں کرتی۔ مستقبل کی باتیں۔ ایک گھر بنانے کی باتیں اور نہ جانے کہاں کہاں کی باتیں۔

زاشی وقت سے پہلے پہنچی تھی۔ اس کا منگیتر اس وقت تک برج پر نہیں آیا تھا مگر جب بے چین زاشی فصیل پر پہنچی اور اس نے منگیتر کے بارے میں دریافت کیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ آج بہت پہلے آ گیا ہے۔ زاشی کا دل کھل اٹھا۔ اس نے برج کی طرف قدم بڑھائے تھے کہ منگیتر اسے سامنے سے آتا دکھائی دیا۔

"مجھے افسوس ہے زاشی۔ کل تمہیں بہت مایوسی ہوئی تھی۔" منگیتر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ماں بہت بیمار تھی۔ میں تمام رات ان کی چارپائی سے لگا بیٹھا رہا۔"
زاشی بھی مسکرا دی۔ بولی۔
"ماں کی خدمت سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔ میں ایسی بدنصیب ہوں کہ مجھے ماں کی خدمت کا موقعہ ہی نہ ملا۔ لوگ بتاتے ہیں کہ میری ماں مجھے جنم دینے کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئی۔ کاش مجھے بھی ماں کی خدمت کا موقعہ ملا ہوتا۔"
"فکر نہ کرو زاشی۔" منگیتر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ موقعہ تم چاہو تو کل ہی مل سکتا ہے۔"
"وہ کیسے؟" زاشی نے گھبرا کے پوچھا۔ "میری ماں تو دوسری دنیا میں پہنچ چکی ہے؟"
"مگر میری ماں تو موجود ہے۔" منگیتر نے فوراً کہا۔ "اپنے ماما سے کہو کہ وہ تمہیں رخصت کر کے میرے گھر بھیج دے۔ میرے گھر تم ماں کی خدمت کر سکتی ہو۔"
"یہ تو ٹھیک ہے۔" زاشی نے انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔ "مگر ماما تو ایک سال سے پہلے میری شادی کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ زاشی ابھی بچی ہے۔"
یہ کہتے ہوئے زاشی آپ ہی آپ شرما گئی اور دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔
منگیتر نے اس کے دونوں ہاتھ منہ سے ہٹاتے ہوئے کہا۔
"تو کیا تم واقعی ابھی بچی ہو؟" منگیتر نے اسے چھیڑا۔
زاشی نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔
"آج باتیں بند۔ ایک ضروری کام پر جانا ہے۔"
منگیتر نے مصنوعی غصہ دکھایا۔
"ضروری کام تھا تو پھر یہاں کیوں آئیں؟"
"یہیں کام ہے۔" زاشی نے فصیل کے اوپر سے باہر کی طرف نظر دوڑائی۔
"ادھر کیا دیکھ رہی ہے؟" منگیتر نے اسے خوفزدہ کرنا چاہا۔ "باہر حملہ آوروں کا لشکر ہی لشکر پھیلا ہوا ہے۔"
"ٹھیک کہا تم نے۔" زاشی نے پرعزم لہجے میں کہا۔ "میں باہر ہی جا رہی ہوں۔"
منگیتر گھبرا گیا۔
"پاگل تو نہیں ہوگئی زاشی۔ ایسے حالات میں کون باہر جا سکتا ہے؟"
"میرا کام ہی پاگل پن ہے۔" اور زاشی مسکرائی مگر اندھیرے کی وجہ سے اس کی مسکراہٹ اس کا منگیتر نہ دیکھ سکا۔

"زاشی۔ میں جانتا ہوں تم بہت دلیر ہو۔" منگیتر نے اسے بہلانے کی کوشش کی۔ "رات کا وقت ہے۔ سامنے دشمن کا لشکر پھیلا ہوا ہے۔ تمہارے لیے اس وقت قلعہ کا دروازہ کون کھولے گا۔ صبح کو چلی جانا۔ میں کسی سے کہہ کے تمہیں باہر بھجوا دوں گا۔"

"میں فضول باتیں نہیں سنا کرتی۔" زاشی اکڑ گئی۔ "یہ بتاؤ تم میری مدد کرو گے کہ نہیں؟"

منگیتر پریشان ہو گیا۔ وہ زاشی کی ضدی طبیعت سے واقف تھا۔ وہ جو بات کہہ دیتی اسے پورا کر کے چھوڑتی۔ اس نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"زاشی میں تمہارا ہونے والا جیون ساتھی ہوں۔ میں ساتھ نہیں دوں گا تو کیا کوئی دوسرا آئے گا۔ بتاؤ کیا حکم ہے؟"

"میں فصیل سے نیچے اتروں گی۔" زاشی نے جیسے اعلان کیا۔

"مگر کس طرح۔۔۔؟" منگیتر بدحواس ہو گیا۔

زاشی نے بتایا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میں تم سے سیڑھی نہیں منگاؤں گی۔"

"ما۔۔۔ما۔۔۔مگر۔۔۔؟" منگیتر ہکلا کے رہ گیا۔

"ریشم کی سیڑھی ہے میرے پاس۔" زاشی نے کپڑوں میں چھپائی ہوئی ریشم کی پھندے دار ڈوری اس کی طرف بڑھا دی۔ "ڈوری میں پھندے پڑے ہوئے ہیں۔ تم رسے نیچے لٹکا کے اوپر سے پکڑے کھڑے رہو۔ جب میں نیچے اتر جاؤں تو یہ سیڑھی اوپر کھینچ لینا۔"

"واپس کیسے آؤ گی۔ مجھے کیسے معلوم ہو گا؟"

"جب آدھی رات کا گجر بجے گا میں واپس آ جاؤں گی۔" زاشی نے یوں جواب دیا جیسے اسے سوال پہلے ہی سے معلوم تھا۔ "گجر کی آواز کے ساتھ سیڑھی نیچے لٹکا دینا۔ سمجھ گئے نا؟"

"مگر تم خندق کیسے پار کرو گی۔ کیا تیر کے دوسری طرف جاؤ گی؟" منگیتر نے اس کا حوصلہ پست کرنے کے لیے کہا۔

زاشی نے ہنس کے جواب دیا۔

"یہ میرا دردِ سر ہے۔ اسے میں بھگتوں گی۔ اچھا جلدی کرو اور سیڑھی نیچے لٹکاؤ۔"

منگیتر کے ہاتھ مشین کی طرح حرکت کرنے لگے۔ اس نے سیڑھی نیچے لٹکا دی۔ زاشی دم کے دم میں پھندوں میں پیر رکھتی نیچے اتر گئی۔ منگیتر نے جھانک کے دیکھا۔ نیچے

اندھیرے میں اسے زاشی دکھائی نہ دی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ پھر دھڑکتے دل ہی سے آواز ابھری۔

"فکر کیوں کرتا ہے۔ زاشی تو اس طرح کے موت کے کھیل روز ہی کھیلا کرتی ہے۔"

اور منگیتر بالکل مطمئن ہو گیا۔

قلعہ کی فصیل سے ذرا فاصلہ پر ایک گہری خندق تھی جو مسلمانوں کے حملے کے پیش نظر پانی سے لبالب بھر دی گئی تھی۔ زاشی خندق کے کنارے کنارے چلنے لگی پھر ایک جگہ ٹھہر کے اس نے اپنا پیر خندق میں ڈالا اور پیر ہلا ہلا کر پانی کے اندر کچھ ٹٹولنے لگی مگر اس کی محنت بیکار گئی۔ اس کا پیر کسی چیز سے نہ ٹکرایا۔

زاشی پانی سے پیر نکال کر دو قدم آگے بڑھی اور پھر پیر پانی میں لٹکایا۔ اب اس کا پیر کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ ایک فٹ پانی کے اندر کھڑی ہو گئی۔ زاشی جس چیز پر کھڑی ہوئی تھی وہ ایک پختہ سرنگ تھی۔ یہ زمین دوز سرنگ ایک دور کے چشمے سے قلعہ والوں کے لیے پینے کا پانی پہنچاتی تھی۔ چشمے سے خندق تک یہ زمین کے اندر اندر آتی تھی مگر خندق میں جب پانی نہ بھرا ہوتا تو صاف دکھائی دیتی تھی اور جب خندق میں پانی بھر دیا جاتا تو یہ سرنگ ایک ڈیڑھ فٹ پانی میں ڈوب جاتی تھی اور سرسری نظر ڈالنے سے دکھائی نہ دیتی تھی۔

زاشی سرنگ کے اوپر کھڑی ہو گئی پھر جھک کر سرنگ کے اوپر ہی اوپر دوسرے کنارے کی طرف چلنے لگی۔ ذرا سی دیر میں سرنگ پر چلتے ہوئے وہ خندق کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئی۔ سامنے اسے لشکر اسلام کے خیمے دکھائی دے رہے تھے۔ خیموں کے الاؤ روشن تھے اور پہرہ دینے والے سپاہیوں کے سائے بھوتوں کی طرح لرزتے نظر آ رہے تھے۔

زاشی تیز قدموں سے قریب ترین الاؤ کی طرف بڑھی۔ ابھی وہ الاؤ پر نہ پہنچی تھی کہ کسی طرف سے آواز آئی۔

"کون ہے؟"

زاشی کے قدم ایک لمحے کے لیے رکے پھر وہ بغیر جواب دیئے بے پروائی سے آگے بڑھی۔ اسی وقت مسلم لشکر کے پانچ سپاہیوں نے زاشی کو گھیر لیا۔ وہ الاؤ کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔ الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ بھی اٹھ کے کھڑے ہو گئے تھے۔ الاؤ کی تیز روشنی زاشی کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ لشکر اسلام کے سپاہی اتنی رات گئے ایک تنہا عورت کو اپنے لشکر میں دیکھ کر حیران ہو رہے تھے اور حیرت کی وجہ سے ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل رہا تھا۔

"مجھے گھور گھور کے کیا دیکھ رہے ہو؟" زاشی نے بڑے حوصلے سے کہا۔

پہرے دار سپاہی چونک پڑے۔ ایک نے پوچھا۔

"تم کون ہو خاتون؟"

زاشی نے الٹا اس سے سوال کر دیا۔

"دیکھ نہیں رہے ہو۔ تمہیں کیا نظر آتی ہوں؟"

پہرے دار کو شاید غصہ آ گیا۔ اس نے سختی سے پوچھا۔

"تم کہاں سے آئی ہو اور کون ہو؟"

زاشی نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا۔

"تمہیں نظر نہیں آتا تو بتاتی ہوں کہ میں ایک عورت ہوں اور میرے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔"

مسلم پہرے دار کچھ زیادہ ہی اکھڑ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ایک عورت ہو مگر عورت کے علاوہ تم اور کیا ہو؟"

زاشی کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ بگڑ کے بولی۔

"تمہیں عورت کے علاوہ اور کیا نظر آتی ہوں؟"

"تم جاسوس ہو۔" پہرے دار نے یوں کہا جیسے اس نے کوئی معرکہ سر کر لیا ہو۔

"چلو کم از کم تم نے اپنے عقل مند ہونے کا ثبوت تو دیا۔" زاشی نے کمر پر دونوں ہاتھ رکھ لیے۔ "تم نے ٹھیک پہچانا میں جاسوس ہوں اور بخارا کے قلعہ سے آئی ہوں۔"

"ہماری جاسوسی کرنے آئی تھیں۔ آخر پکڑی گئیں نا۔" پہرے دار نے ڈینگ ماری۔

"یہ بھی تم غلط سمجھے۔" زاشی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میں تمہارے سپہ سالار سے ملنے آئی ہوں اور ملکہ کا پیغام ان کے لیے لائی ہوں۔"

ملکہ بخارا کا نام سن کر پہرے دار پریشان ہو گئے۔ ایک نے اپنی تسلی کے لیے پوچھا۔

"کیا تم قلعہ کے دروازے سے آئی ہو؟"

"نہیں۔"

"پھر کس طرح اور کدھر سے آئی ہو؟"

زاشی اکڑ گئی' ڈپٹ کے بولی۔

"یہ باتیں تمہارے پوچھنے کی ہیں اور نہ تم سمجھ سکو گے۔ مجھے فوراً اپنے سپہ سالار کے پاس لے چلو۔"

پہرے داروں کو دوسرا سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ انہوں نے زاشی کو اپنے حلقہ میں لیا اور سپہ سالار کے خیمے کی طرف چلے۔

سپہ سالار لشکر اسلام سعید بن عثمان اپنے چھوٹے بھائی کے قلعہ سے واپس نہ آنے کی وجہ سے فکر مند تھے۔ قلعہ کی طرف سے کوئی جواب آئے بغیر وہ قلعہ پر حملہ کا حکم بھی نہیں دے سکتے تھے۔ وہ اب تک جاگ رہے تھے اور تمام سردار ان کے گرد جمع تھے۔ موضوع سعد بن عثمان کی واپسی اور ملکہ بخارا کی طرف سے جواب کا نہ آنا تھا۔ انہیں قطعی علم نہ تھا کہ قلعہ بخارا کے اندر کیا ہو رہا ہے اور یہ کہ ان کا بھائی سعد کس حال میں ہے۔

اس وقت زاشی کو گرفتار کرنے والوں میں سے ایک پہرے دار اندر آیا اور اس نے سپہ سالار کو مطلع کیا۔

"سپہ سالار اعلیٰ۔ قلعہ بخارا کی ایک جاسوسہ گرفتار ہوئی ہے۔"

سپہ سالار نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"جاسوسہ۔۔۔ عورت۔۔۔ اس وقت۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو تم!"

"جی ہاں سپہ سالار۔" پہرے دار نے بتایا۔ "جاسوس عورت کو ہم گرفتار کر کے لے آئے ہیں۔ حکم ہو تو حاضر کریں؟"

"ٹھیک ہے۔ لے آؤ۔" سپہ سالار نے جواب دیا۔

پہرے دار واپس جانے لگا تو سپہ سالار نے کہا۔

"ٹھہرو۔ دیکھو خیال رہے اگر وہ عورت ہے تو اسے عزت سے لے کے آؤ۔"

پہرے دار سر ہلاتا باہر چلا گیا۔

زاشی کو مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے سپہ سالار کو فوراً پہچان لیا کیونکہ زاشی پہلے امن وفد میں بھی شامل تھی جس کا ذکر اس نے ملکہ بخارا قبق خاتون سے بھی کیا تھا۔

زاشی نے نہایت ادب سے کہا۔

"میں مسلم سپہ سالار اور تمام سرداروں کو اپنی اور ملکہ بخارا قبق خاتون کی طرف سے تسلیمات پیش کرتی ہوں۔"

"ہم خاتون کو خوش آمدید کہتے ہیں۔" سعید بن عثمان نے کہا۔ "مگر یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ خاتون کا ملکہ بخارا سے کیا تعلق ہے اور وہ رات کے اس پہر مسلم لشکر میں کس غرض سے آئی ہیں؟"

زاشی نے مسلم سرداروں پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے واضح لہجے میں کہا۔

"اے مسلم سپہ سالار۔ میں ملکہ بخارا قبق خاتون کی کنیز خاص ہوں اور ملکہ بخارا کا آپ کے نام ایک پیغام لے کر حاضر ہوئی ہوں۔"

سپہ سالار اور دیگر مسلم سردار زاشی کی جرأت پر حیران رہ گئے۔ سپہ سالار سعید بن عثمان نے کہا۔

"ملکہ بخارا کی کنیز خاص کی بات پر ہم اعتبار کرتے ہیں۔ وہ بے تکلف ملکہ بخارا کا پیغام سنا سکتی ہیں۔"

زاشی ہچکچائی۔ اس نے مسلم سرداروں پر نظر ڈالی۔

سپہ سالار اس کا مطلب سمجھ گئے اور بولے۔

"کنیز خاص اطمینان رکھیں۔ یہاں پر بیٹھے ہوئے تمام لوگ میرے دست و بازو اور لشکر اسلام کے پرجوش سردار ہیں۔ ملکہ بخارا کا پیغام ان کی موجودگی میں سنایا جا سکتا ہے۔"

اس طرف سے مطمئن ہو کر زاشی نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اے لشکر اسلام کے محترم سپہ سالار۔ ملکہ بخارا نے نیک دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا ہے کہ وہ طے شدہ شرط کے مطابق صلح پر آمادہ ہیں مگر ان کا سپہ سالار بیگ وار صلح کی سخت مخالفت کر رہا ہے اور آمادۂ فساد ہے۔ ان حالات میں ملکہ نے التماس کیا ہے کہ قلعہ اور فوج کے معاملات سلجھانے کے لیے انہیں کچھ مہلت دی جائے۔ وہ کوشش کر رہی ہیں کہ بیگ وار کا معاملہ جلد از جلد نمٹا دیا جائے۔ یہ مسئلہ حل ہوتے ہی قلعہ بخارا کے دروازے لشکر اسلام کے لیے کھول دیئے جائیں گے اور ملکہ اپنے سرداروں کے ساتھ اسلامی لشکر کا استقبال کریں گی۔"

"کوئی اور بھی پیغام دیا ہے ملکہ بخارا نے؟" سپہ سالار سعید بن عثمان نے بے چینی سے پوچھا۔

"جی ہاں مسلم سردار۔" زاشی نے ان کی بے چینی محسوس کر لی تھی۔ "ملکہ ترکستان نے فرمایا ہے کہ اس وقت قلعہ کے حالات نہایت مخدوش ہیں مگر وہ سپہ سالار کو یقین دلاتی ہیں کہ ان کے بھائی کی پوری طرح حفاظت کی جا رہی ہے اور ملکہ کے ذاتی محافظ دستے ان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ حالات درست ہوتے ہی انہیں پورے اعزاز کے ساتھ لشکر اسلام میں واپس بھیج دیا جائے گا۔"

"مجھے ملکہ بخارا کے پیغام سے اطمینان ہوا ہے۔" سپہ سالار سعید بن عثمان نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ قلعہ کے حالات درست ہونے میں اندازاً" کتنا وقت لگے گا؟"

"سپہ سالار محترم۔" زاشی نے جواب دیا۔ "ایسے حالات میں وقت کا تعین بہت مشکل ہے پھر بھی میرا اندازہ ہے کہ قلعہ کے حالات دو تین ہفتے میں معمول پر آ جائیں گے۔"

سپہ سالار نے سوچتے ہوئے کہا۔ "خاتون۔ ہمیں چند منٹ کی مہلت چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے سرداروں سے مشورہ کر کے تمہیں مکمل جواب سے آگاہ کریں۔"

"بہتر ہے سپہ سالار۔" زاشی نے اثبات میں سر ہلایا۔

پہرے پر موجود سپاہی بڑھ کے زاشی کے پاس آ گیا اور زاشی اس کے ساتھ دوسرے خیمے میں چلی گئی۔ زاشی کے جانے کے بعد سپہ سالار نے سرداروں سے مشورہ کیا پھر زاشی کو واپس طلب کیا۔

زاشی کے واپس آنے پر سپہ سالار نے اس سے ایک چبھتا ہوا سوال کیا۔

"خاتون۔ یہ بتاؤ کہ جب تم قلعہ سے نکل کر ہم تک پہنچ سکتی ہو تو سعد کے واپس آنے میں کیا چیز حائل ہے۔ وہ بھی تمہارے ساتھ آ سکتا تھا؟"

زاشی کو اس قسم کے سوالات کی پہلے ہی امید تھی اور اس نے ملکہ سے اس بارے میں کافی دیر گفتگو بھی کی تھی۔ اس گفتگو ہی میں طے کیا گیا تھا کہ اگر سپہ سالار زاشی سے قلعہ سے باہر آنے کا راستہ دریافت کریں تو اسے کیا جواب دینا ہے۔ چنانچہ زاشی اس اچانک سوال سے ذرا بھی نہ گھبرائی۔ اس نے پورا سانس لے کر بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "سپہ سالار محترم۔ میں قلعہ کے کسی دروازے سے نہیں آئی ہوں بلکہ میں نے ایک چور راستہ اختیار کیا ہے جہاں اپنی شناخت کرانا ضروری ہوتا ہے۔ اگر سعد میرے ساتھ ہوتے تو انہیں پہچان لیا جاتا اور وہ باہر نہیں آ سکتے تھے۔"

"ہونہہ۔" سپہ سالار سعید بن عثمان نے گہری سانس لی جیسے اسے زاشی کے جواب نے مطمئن کر دیا ہو۔ "خاتون۔ ملکہ کو ہم سب کی دعائیں پہنچائیں۔ خدا ان کی مدد کرے گا۔ مجھے ان کی پریشانی کا احساس ہے۔ ملکہ کو یقین دلانا کہ قلعہ پر تین ہفتہ تک قطعی حملہ نہ کیا جائے گا بشرطیکہ قلعہ والوں کی طرف سے کوئی اشتعال انگیز حرکت نہ ہو۔"

سپہ سالار کے جواب سے زاشی کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے دو تین ہفتے کی مہلت مانگی تھی مگر سپہ سالار نے بڑی فراخدلی سے تین ہفتہ تک قلعہ پر حملہ نہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ زاشی نے سپہ سالار کو آداب پیش کیا اور کہا۔

"میں ملکہ بخارا کی طرف سے سپہ سالار لشکر اسلام کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اب مجھے

واپس جانے کی اجازت دی جائے۔"

"تم بالکل آزاد ہو خاتون۔" سپہ سالار نے خوش دلی سے کہا۔ "اگر تم خواہش کرو تو ہمارے آدمی تمہیں قلعہ کی خندق تک پہنچانے میں مدد کر سکتے ہیں۔"

"شکریہ سپہ سالار۔" زاشی نے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں جس راستے سے آئی تھی ادھر ہی سے چلی جاؤں گی۔ آپ اپنے آدمیوں کو تاکید کر دیجئے کہ وہ میرا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

سپہ سالار نے اپنے نائب مہلب بن ابی صفرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"باہر جا کر پہرے داروں کو تاکید کر دو کہ خاتون کا کوئی تعاقب نہ کرے۔"

زاشی' نائب سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ کے ساتھ خیمے سے باہر جانے لگی تو سپہ سالار نے نرم لہجے میں کہا۔

"خاتون۔ ملکہ بخارا سے سعد کی حفاظت کی ضرور تاکید کرنا۔"

"اطمینان رکھئے سپہ سالار۔" زاشی نے پلٹ کر جواب دیا۔ "سردار سعد ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہیں۔"

مہلب اور زاشی چلے گئے۔ سپہ سالار' مہلب کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ وہ واپس آئے تو سپہ سالار نے کہا۔

"ابن ابی صفرہ۔ تم نے قلعہ سے آنے والی کنیز کی باتوں کو غور سے سنا تھا؟"

مہلب بن ابی صفرہ نے جواب دیا۔

"میں نے تمام باتیں غور سے سنیں اور خاتون کی ایک بات نے مجھے چونکا دیا تھا۔"

"تمہیں کس بات نے چونکا دیا تھا۔" سپہ سالار نے دریافت کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ نے بتایا۔

"خاتون نے بتایا تھا کہ وہ قلعہ کے دروازے سے نہیں بلکہ کسی خفیہ راستے سے آئی ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔" سپہ سالار نے کہا۔ "خاتون نے چور راستہ کا نام لے کر مجھے بھی چونکا دیا تھا۔ اس نے جھوٹ نہیں بولا ہو گا۔ قلعہ سے باہر آنے کا یقیناً کوئی راستہ موجود ہے اور اس چور راستے سے ہم پر شب خون بھی مارا جا سکتا ہے۔"

"میں بھی اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں محترم سپہ سالار۔" مہلب بن ابی صفرہ نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "اجازت ہو تو رات کے پہرے داروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا جائے؟"

"ٹھیک ہے۔ ان کی تعداد میں دو گنا اضافہ کیا جائے۔" سپہ سالار نے حکم دیا۔
اس کے ساتھ ہی محفل برخاست ہو گئی اور تمام سردار اپنی اپنی جگہ واپس ہو گئے۔

○☆○

زاشی اندھیرے میں راستہ تلاش کرتی خندق کی اس جگہ تک پہنچ گئی جہاں سے قلعہ میں پانی پہنچانے والی سرنگ گزرتی تھی۔ مسلم لشکر کے سامنے جلنے والے الاؤ کی روشنی خندق تک پہنچ رہی تھی اور زاشی کی وہاں موجودگی دیکھی بھی جا سکتی تھی لیکن مسلم سپہ سالار نے اس کے تعاقب کی ممانعت کر دی تھی اس لیے اگر کسی پہرے دار نے اسے دیکھا بھی ہو گا تو اس کے پیچھے آنے کی کوشش نہ کی۔

زاشی نے اطمینان سے خندق میں پیر لٹکا کر سرنگ تلاش کر لی اور اس پر چلتی ہوئی خندق کے دوسری طرف پہنچ گئی۔ جس زمانہ میں گھڑیاں ایجاد نہ ہوئی تھیں اور مختلف طریقوں سے گھنٹوں کا شمار کیا جاتا تھا۔ آج کل بھی گھڑیال دن اور رات کے بارہ بجے گجر بجاتے ہیں۔

زاشی نے اپنے منگیتر کو تاکید کر دی تھی کہ جب نصف شب یعنی بارہ بجے کا گجر بجے تو وہ پھندے والی ریشم کی ڈوری فصیل سے نیچے لٹکا دے تاکہ جس طرح زاشی فصیل سے اتر کر نیچے آئی تھی اُسی طرح ریشم کی سیڑھی سے چڑھ کر فصیل پر واپس پہنچ جائے۔ فصیل کے پاس پہنچ کے وہ نصف شب کے گجر کا انتظار کرنے لگی۔ زاشی قلعہ سے بجنے والا گیارہ کا گھنٹہ نہ سن سکی تھی کیونکہ وہ مسلم سردار اعلیٰ سے گفتگو میں مصروف تھی اس لیے اسے صحیح وقت کا اندازہ نہ ہو رہا تھا مگر اسے یہ یقین ضرور تھا کہ ابھی تک گجر نہیں بجا تھا۔

زاشی کو انتظار کرتے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ قلعہ سے گھنٹے بجنے کی آواز آنا شروع ہوئی۔ گیارہ کے بعد جب بارہ کا گھنٹہ بجا تو زاشی اٹھ کے کھڑی ہو گئی کیونکہ بارہ کے گھنٹے کے ساتھ ہی گجر بجنا شروع ہو گیا تھا اور اسی وقت اس کے منگیتر کو فصیل سے ریشم کی سیڑھی اتارنا تھی۔ گجر بجنے کے دوران ہی زاشی فصیل کے اس مقام پر پہنچ گئی جہاں وہ قلعہ سے اتری تھی۔ اس کے منگیتر کو ریشم کی سیڑھی اسی جگہ لٹکانا تھی۔

گجر ختم ہوا تو زاشی کی نظریں فصیل کے اوپر لگ گئیں مگر سیڑھی نہ اب لٹکتی تھی نہ جب۔ آخر زاشی کی نظریں پتھرانے لگیں تو اس نے سر کو جھکا لیا اور سر کو جھٹکے دے کر

گردن کا خم درست کیا۔ زاشی کے دل کی دھڑکن آہستہ آہستہ تیز ہونے لگی۔ اسے اپنے منگیتر پر پورا اعتماد تھا۔ وہ اسے دھوکہ نہیں دے سکتا تھا پھر کیا ہوا اسے۔ کیا وہ سیڑھی لٹکانا بھول گیا۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ سیڑھی لٹکانا بھول جانا زاشی کو بھول جانے کے مترادف تھا۔ سوچتے سوچتے زاشی کے سر میں درد ہونے لگا۔

زاشی کے قلعہ سے باہر آنے کے بعد قلعہ کے اندر ایک اور انقلاب آ گیا تھا۔ اس وقت تک تو صرف سپہ سالار بیگ دار' ملکہ قبق خاتون کا مخالف تھا مگر اب ملکہ بخارا کا وزیراعظم نیک دار جو ملکہ کے ساتھ مسلم لشکر میں گیا تھا وہ بھی ملکہ کا مخالف ہو گیا تھا۔ قلعہ کا تمام لشکر سوائے ملکہ کے دس ہزار کے محافظ دستے کے بیگ دار کا پہلے ہی وفادار تھا۔ وزیراعظم کے ساتھ مل جانے سے اب سپہ سالار بیگ دار کو ملکہ کا قطعی ڈر نہ رہ گیا تھا اور اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ملکہ کے خلاف بغاوت کر کے اسے تخت سے اتار دے گا۔

چنانچہ بیگ دار نے اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس وقت تمام چھوٹے بڑے سرداروں کو اپنی قیام گاہ پر بلوایا تھا۔ زاشی کا منگیتر چونکہ فصیل کے مشرقی حصہ کا سردار تھا اس لیے اسے بھی بلوایا گیا تھا اور یہ جانتے ہوئے کہ زاشی قلعہ سے باہر گئی ہے اسے مجبوراً" سپہ سالار کی میٹنگ میں شریک ہونا پڑا۔ اس کا خیال تھا کہ نصف شب کا گجر بجنے سے پہلے ہی وہ واپس آ جائے گا مگر وہاں ایسے معاملات چھڑ گئے کہ بات طویل سے طویل تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ بات ادھوری چھوڑ کر چلا آتا۔

سپہ سالار بیگ دار کی اس محفل میں دھواں دھار تقریریں' الٹی سیدھی دلیلیں' بیانات' شورغل اور اودھم مچا ہوا تھا۔ مسلمانوں سے جنگ کرنے یا صلح کرنے کے مسئلہ پر قلعہ بخارا میں موجود لشکر دو دھڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ بظاہر پورا لشکر سپہ سالار کا وفادار اور حمایتی معلوم ہوتا تھا مگر وہاں ملکہ کے وفاداروں کی بھی کمی نہ تھی۔

پھر اس وقت تو صورت حال اور زیادہ خراب ہو گئی جب بیگ دار نے کھڑے ہو کر اعلان کیا۔

"قلعہ کے تمام سردار اس بات پر متفق ہیں کہ قلعہ سے نکل کر مسلمانوں کے اس مختصر گروہ پر حملہ کر کے اسے تہس نہس کر دیا جائے۔ پس ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ملکہ کے پاس آخری پیغام بھیجا جائے کہ وہ یا تو ہماری طرح مسلمانوں سے جنگ کا فیصلہ کریں یا پھر تخت و تاج چھوڑ دیں۔ اب آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

حاضرین پر خاموشی چھائی ہوئی تھی اور کسی میں سپہ سالار سے اختلاف کرنے کی ہمت نہ

تھی۔ سپہ سالار کی نظریں حاضرین کے ایک ایک چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ ملکہ کی حمایت کرنے والا ایک سردار بھی نہیں ہے تو بڑے غرور سے سر کو بلند کر کے کہا۔

"مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ ملکہ کی ہٹ دھرمی کا کوئی بھی ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہو گا۔ جب آپ تمام سردار ملکہ کے مخالف اور میرے وفادار ہیں تو اب میں خود ملکہ قبق خاتون کے پاس جاؤں گا اور اس سے مطالبہ کروں گا کہ وہ تخت و تاج سے دست بردار ہونے کا اعلان کر دے تاکہ ہم ریاست سغد کے تخت و تاج پر کسی اور کو اپنا بادشاہ بنا کر بٹھا دیں اور........"

سپہ سالار بیگ دار یہاں تک کہہ پایا تھا کہ ایک سردار نے چیخ کے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا سپہ سالار۔ ہم نے ملکہ قبق خاتون کا نمک کھایا ہے اور ہمارے باپ دادا نے ملکہ کے باپ دادا کا نمک کھایا ہے۔ ہم ملکہ کی وفاداری سے انکار نہیں کر سکتے۔ ہم خود پر نمک حرامی کا الزام نہیں لگوا سکتے۔"

سپہ سالار کی مخالفت کرنے والا سردار قبالہ چے تھا۔ قبالہ چے شمالی ترکستان کے ایک مشہور قبیلے سے تعلق رکھتا تھا مگر وہ اپنے قبیلہ سردار سے کسی بات پر ناراض ہو کر اپنا قبیلہ چھوڑ کر بخارا آ گیا تھا۔ اس نے بخارا ہی میں شادی کر لی تھی اور وہیں آباد ہو گیا تھا۔ اپنے سپہ سالار کی وہ مخالفت نہیں کرنا چاہتا تھا مگر جب اس نے دیکھا کہ بیگ دار ملکہ کو تخت و تاج سے محروم کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے تو اس کی وفاداری نے اسے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا۔

قبالہ چے کو معلوم تھا کہ اس کو اس مخالفت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا مگر اس نے تمام باتوں سے منہ موڑ کر ملکہ سے اپنی وفاداری کا اعلان کر دیا۔ سپہ سالار اس کی مخالفت کے دوران پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ وہ جیسے خاموش ہوا تو اس نے سخت غصہ کے عالم میں کہا۔

"قبالہ چے۔ جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"جانتا ہوں سپہ سالار۔" قبالہ چے نے بڑے استقلال سے کہا۔ "زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ آپ مجھے بخارا سے نکلوا دیں گے۔ میرے ہاتھ میں تلوار ہے اور خون میں وفاداری کی گرمی موجود ہے۔ میں جس قلعہ دار اور جس امیر اور حاکم کے پاس جاؤں گا وہ میری قدر کرے گا۔"

بیگ دار نے زور کا قہقہہ لگایا اور بولا۔

"قبالہ چے۔ تم کس خیال میں ہو۔ کیا تم میری اجازت کے بغیر بخارا سے قدم نکال سکتے ہو۔ میں اپنے مخالف کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔"

"قبالہ چے غدار ہے۔ اسے قتل کرنے کا حکم دیا جائے سپہ سالار۔" یہ آواز سپہ سالار بیگ دار کے نائب سردار فرفوس کی تھی جو بیگ دار ہی کی طرح کینہ پرور اور مفاد پرست تھا۔

فرفوس کی آواز سن کر قبالہ چے تڑپ کے کھڑا ہوا اور بولا۔

"فرفوس۔ اگر حاکم وقت سے وفاداری کا اظہار کرنا غداری ہے تو میں سو دفعہ غدار ہوں مگر تیری طرح نمک حرام نہیں ہوں۔"

"چپ رہ قبالہ چے ورنہ میں تیری زبان کاٹ دوں گا۔" اس کے ساتھ ہی فرفوس نے تلوار کھینچ لی۔

"میں تلوار کا جواب تلوار سے دینا جانتا ہوں فرفوس۔" یہ کہتے ہوئے قبالہ چے نے بھی تلوار کھینچ لی۔

دیکھتے ہی دیکھتے فرفوس اور قبالہ چے کی تلواریں مل گئیں۔ قبالہ چے دو سو سواروں کا سردار تھا۔ فرفوس بھی دو سو سواروں کا سردار تھا مگر بیگ دار نے اسے اپنا نائب بنا لیا تھا جس کی وجہ سے فوج میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ دونوں میں تلواریں ملیں تو وزیراعظم اور سپہ سالار کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ دونوں بھاگ کے فرفوس اور قبالہ چے کے پاس پہنچے۔ بیگ دار نے ہاتھ بڑھا کر فوفوس کو پیچھے کھینچ لیا۔ دوسری طرف وزیراعظم نیک دار نے قبالہ چے کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

"قبالہ چے۔ قلعہ کو دشمن گھیرے ہوئے ہے اور تم آپس میں ایک دوسرے کا سر کاٹنے پر تلے ہوئے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔" وزیراعظم نے نرمی اور سختی کے ملے جلے لہجے میں قبالہ چے کو تنبیہہ کی۔

"محترم وزیراعظم۔ قبالہ چے نے جواب دیا۔ "میں ملکہ کی وفاداری سے انکار نہیں کر سکتا۔ میں نے اور میرے باپ نے ملکہ کے خاندان کا نمک کھایا ہے۔ پھر میں ان سے غداری کس طرح کر سکتا ہوں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو قبالہ چے۔" وزیراعظم نے نرم لہجے میں کہا۔ "مگر کبھی کبھی حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ ہم جس بات کو نہیں چاہتے وہ بات ہمیں اختیار کرنا پڑتی ہے۔"

"مگر وزیراعظم محترم۔" قبالہ چے اگرچہ ایک اکھڑ ترک تھا مگر اس نے بہت معقول بات

کہی۔ "اس وقت کیا ایسی مجبوری ہے کہ ہم ملکہ سے غداری کریں؟"

"میں تمہیں سمجھاتا ہوں قبالہ چے۔" وزیراعظم نے قبالہ چے کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کی۔ "قلعہ بخارا کو گھیرنے والے دشمن کے پاس اس قدر کم لشکر ہے کہ ہم اسے پیروں میں کچل سکتے ہیں۔ سپہ سالار کا یہی کہنا ہے کہ جب ہم اپنے ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ قلعہ سے نکل کر دشمن کو مار بھگا سکتے ہیں تو پھر اس کی خوشامد کرنے اور صلح کے لیے کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

قبالہ چے نے ایک چبھتی ہوئی بات کہی۔

"وزیراعظم محترم۔ کیا یہ بات غلط ہے کہ دشمن کے اسی لشکر نے ترکستان کی تین ریاستوں راضی' نسف اور بیکند کو فتح کیا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر بخارا کی کیا حیثیت ہے۔ ہمارے تمام لشکریوں کے دل و دماغ پر مسلمانوں کا اس قدر خوف طاری ہے کہ وہ ان کے مقابلہ پر ایک گھنٹہ بھی نہ ٹھہر سکیں گے۔"

وزیراعظم ایک معمولی سردار کے منہ سے یہ باتیں سن کر سناٹے میں آگیا۔ اس کا خیال تھا کہ ترکستانی ریاستوں کی شکست کی خبر سوائے سپہ سالار کے اور کسی کو نہیں ہے۔ قبالہ چے کی باتوں میں اس قدر وزن تھا کہ وزیراعظم اس کی بات رد نہ کر سکا اور سمجھانے کے لیے کہا۔

"قبالہ چے۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم ملکہ سے غداری کرو۔ تم خاموش بھی تو رہ سکتے ہو۔"

دوسری طرف سپہ سالار اپنے نائب فرفوس کو سمجھا رہا تھا۔

"فرفوس۔ میں تمہاری وفاداری کی قدر کرتا ہوں مگر اس وقت جھگڑا کرنا ہمارے حق میں نہیں۔ تمہیں صبر سے کام لینا چاہئے۔ ملکہ کو تخت سے ہٹانے کے بعد مجھے سغد کا بادشاہ بنا دیا جائے گا۔ اس وقت میں ملکہ کے تمام حمائیوں کو چن چن کے قتل کرا دوں گا۔ تمہاری سمجھ میں آیا کہ نہیں۔"

"مگر اس نے مجھے غدار کہا ہے۔" فرفوس نے احتجاج کیا۔ "میں قبالہ چے کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"پھر وہی بات۔" سپہ سالار نے سخت لہجے میں کہا۔ "بدلہ لینے کا یہ وقت نہیں۔ ہمیں پورے لشکر کو قابو میں رکھنے کے لیے مخالفوں کی باتیں بھی سننا پڑیں گی۔ وقت کا انتظار کرو۔ جیسا چاہو گے ویسا ہو جائے گا۔"

بڑی مشکل سے فرفوس اور قبالہ بچ کا جھگڑا نمٹایا گیا۔ اس سے سپہ سالار کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ لشکر میں ملکہ قبق خاتون کے ہمدرد بھی موجود ہیں اور جب تک ان کا خاتمہ نہیں کیا جاتا اس وقت تک تخت و تاج پر قبضہ کرنا ناممکن ہو گا۔ چونکہ میٹنگ کی فضا بہت خراب ہو گئی تھی اس لیے بیگ دار نے اس وقت مجلس برخاست کر دی اور اعلان کر دیا کہ دو دن بعد اس مسئلہ پر پھر غور کیا جائے گا۔

میٹنگ کے ختم ہوتے ہی زاشی کا منگیتر سر پر پیر رکھ کر فصیل کی طرف بھاگا۔ زاشی کے فصیل سے اترتے ہی اس کے پاس سپہ سالار بیگ دار کا پیغام پہنچ گیا کہ وہ فوراً" سپہ سالار کی رہائش گاہ پر ہونے والی ایک فوری میٹنگ میں حاضر ہو۔ اس حکم سے اس کے دل پر کیا گزری ہو گی یہ تو اس کا دل ہی جانتا تھا مگر بددماغ اور مغرور سپہ سالار کو ناراض کرنے کا وہ تصور نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ سپہ سالار اپنے مخالفوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے فوج کے کئی سردار اس طرح غائب ہو گئے تھے جس طرح گدھے کے سر سے سینگ۔ ان غریبوں کی خطا بس یہ تھی کہ انہوں نے بعض باتوں اور احکامات میں سپہ سالار بیگ دار کی مخالفت کی تھی۔ اس طرح وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور لطف کی بات یہ تھی کہ آج تک ان کے بارے میں پتہ بھی نہ چل سکا تھا کہ ان پر کیا گزری۔ انہیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔

اس کے تمام ماتحت پہرے دار اس کے واپس نہ آنے سے سخت پریشان تھے۔ انہیں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں سپہ سالار بیگ دار اس سے ناراض تو نہیں ہو گیا کیونکہ ان کے خیال میں سپہ سالار کی ناراضگی موت کا پیغام ہوا کرتی تھی۔ اس کے واپس آنے پر ان لوگوں کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"آپ کہاں رہ گئے تھے سردار؟" ایک ماتحت نے اس سے پوچھا۔

"کیا بتاؤں۔ بس سپہ سالار نے قلعہ میں اودھم مچا رکھا ہے۔" زاشی کے منگیتر نے پھولی سانسوں کے درمیان بتایا۔ "ملکہ عالیہ کو ہٹا کے خود سغد کا بادشاہ بننے کے خواب دیکھ رہا ہے کم بخت۔"

"اچھا۔" اس کے اور ماتحت بھی اکٹھے ہو گئے۔ "یہ تو بہت بری بات ہے۔ ہماری ملکہ تو انتہائی مہربان اور رحمدل خاتون ہیں۔ رعایا کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی۔"

زاشی کے منگیتر نے گھبرا کے پوچھا۔

"یہاں کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟"

اس کا اشارہ زاشی کی واپسی کی طرف تھا مگر اس کے ماتحتوں کو اس کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ اس لیے وہ اس کی بات کا مطلب نہ سمجھ سکے اور ایک ماتحت نے جواب دیا۔

"یہاں کیا خاص بات ہو سکتی تھی۔ ہم لوگ چوکنے ہو کر پہرے پر موجود ہیں۔ دشمن کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں ہوا۔"

"اچھا تم لوگ اپنی اپنی جگہ جاؤ۔"

انہیں حکم دے کر لاچے فصیل کی اس جگہ پر پہنچا جہاں سے اس نے زاشی کو فصیل سے نیچے اتارا تھا۔ زاشی کے منگیتر کا اصل نام کیا تھا اس کا کسی کو علم نہ تھا۔ اسے سب لوگ لاچے یا لالے کے نام سے ہی جانتے، پہچانتے اور پکارتے تھے۔ صرف زاشی اسے اس نام سے نہیں پکارتی تھی بلکہ کسی اور نام سے بھی نہیں پکارتی تھی۔ اس کے باوجود ان کے درمیان گھنٹوں گفتگو ہوا کرتی تھی۔ لالے نے فصیل کے نیچے جھانک کے دیکھا مگر اسے اندھیرے میں کچھ نظر نہ آیا پھر بھی اس نے ریشم کی سیڑھی نیچے لٹکا دی۔

نصف شب کے گجر کی آواز کے ساتھ جب فصیل پر سے سیڑھی نہیں لٹکائی گئی تو زاشی کا کلیجہ دھک سے رہ گیا تھا۔ اسے اپنی جان کی پروا نہ تھی اور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ زاشی تو خطرات کو دعوت دینے کی عادی تھی۔ اس وقت اسے یہ فکر تھی کہ ملکہ تبق خاتون اب تک اس کی واپسی کے انتظار میں جاگ رہی ہوں گی۔ زاشی نے یہ تو اندازہ کر لیا تھا کہ اس کا منگیتر لالے ضرور کسی ایسے کام میں الجھ کے رہ گیا ہے کہ اسے فصیل پر آنے کی فرصت ہی نہیں مل سکی ہے۔ اسے ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہ آیا کہ اس کے منگیتر نے اسے دھوکہ دیا ہے یا جان بوجھ کے آنے میں دیر کر دی ہے۔ لالے اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ ان دونوں کی شادی ان کی مرضی سے ہو رہی تھی۔ اگر قلعہ بخارا کا محاصرہ نہ ہوتا تو اگلے ہفتہ ان کی شادی ہو جاتی۔

ان باتوں کے باوجود زاشی فصیل پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ وہ دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی مگر اس کا دل نہ چاہتا تھا کہ وہ اس تاخیر کا الزام اپنے منگیتر کو دے۔ آخر فصیل پر اندھیرے میں ریشم کی ڈوری لہراتی نظر آئی۔ زاشی کا روح فرسا انتظار ختم ہوا اور وہ دوڑ کے فصیل کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے ڈوری کو ہلکا سا جھٹکا دے کر منگیتر کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا جس کے جواب میں منگیتر لالے نے بھی ڈوری کو ہلکا سا جھٹکا دے کر اپنی حاضری لگوا دی۔

زاشی کو اوپر پہنچنے میں ذرا بھی دقت نہ ہوئی۔ وہ ریشم کے پھندوں میں پیر رکھتی آہستہ

آہستہ اوپر چڑھ گئی۔ لالے نے اسے ہاتھ کا سہارا دے کر اوپر کھینچ لیا۔

"مجھے معاف کر دو زاشی۔" لالے نے معذرت پیش کی۔

زاشی نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور اوپر پہنچتے ہی نیچے اترنے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"زاشی۔ میری بات سنو۔" لالے اس کے سامنے دیوار بن کے کھڑا ہو گیا۔

"سامنے سے ہٹ جاؤ۔ مجھے پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔" زاشی نے کچھ ایسے لہجے میں کہا جس سے یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ غصہ میں ہے یا اس نے اسے معاف کر دیا ہے۔

لالے نے سامنے سے ہٹ کے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"وہ سپہ سالار کے بچے نے مجھے آدمی بھیج کے بلوا لیا تھا۔ اس نے سب کو بلوایا تھا۔ مجھے مجبوراً" جانا پڑا۔ میٹنگ ختم ہوئی تو بھاگتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔"

میٹنگ کا نام سن کر زاشی رک گئی۔ پوچھا۔

"کون کون سردار میٹنگ میں آئے تھے؟"

"تمام سردار آئے تھے۔" لالے سنبھل کے بولا۔

"کیا وزیراعظم بھی آئے تھے؟"

"آئے تھے مگر انہوں نے اس جھگڑے میں کوئی حصہ نہیں لیا۔"

"جھگڑا بھی ہوا تھا کیا؟"

"ایسا ویسا جھگڑا۔ تلواریں نکل آئی تھیں۔"

"مختصر بتاؤ۔ تلوار کس نے نکالی تھی۔"

"تم قدم روکو تو بتاؤں۔ تمہیں تو جانے کی ہمیشہ جلدی رہتی ہے۔"

"فضول باتوں کا وقت نہیں۔ جو میں نے پوچھا ہے اس کا مختصر جواب دو۔"

لالے نے چلتے ہوئے تفصیل بتانا شروع کی۔

"سپہ سالار نے کہا کہ ہم ملکہ سے تخت و تاج چھین لیں گے۔"

"کیا---- کیا کہا سپہ سالار نے۔ اس کی یہ جرات۔ کسی نے اسے جواب نہیں دیا؟"

اور زاشی کے قدم رک گئے۔

"قبالہ چے نے منہ توڑ جواب دیا تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ وہ ملکہ سے غداری نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اور اس کے باپ دادا نے ملکہ کے خاندان کا نمک کھایا ہے۔"

پاکستان ورچوئل لائبریری

"پھر کیا ہوا؟" زاشی نے بے چینی سے پوچھا۔

"پھر سپہ سالار کے ذلیل نائب فرفوس نے قبالہ چے پر تلوار نکال کے حملہ کر دیا۔" لالے نے میٹنگ کی تفصیل شروع کر دی۔ "قبالہ چے بھی تلوار کھینچ کے مقابلہ پر آ گیا۔ اس وقت سپہ سالار اور وزیراعظم دونوں ان کے درمیان میں آ گئے۔ سپہ سالار اپنے نائب کو کھینچ کے ایک طرف لے گیا اور وزیراعظم قبالہ چے کو دوسری طرف کھینچ لے گئے۔"

"اس کے بعد کیا ہوا؟" زاشی نے زور دے کر پوچھا۔

لالے نے مختصراً بتایا۔

"سپہ سالار نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ وہاں ملکہ کے خیرخواہ اور وفادار موجود ہیں میٹنگ برخاست کر دی اور دو دن بعد پھر میٹنگ کرنے کا اعلان کیا۔ سپہ سالار دراصل ملکہ کو تخت سے اتار کر خود سغد کا بادشاہ بننا چاہتا ہے مگر ایسا نہیں ہو گا۔ ملکہ کے بہت سے وفادار قلعہ میں موجود ہیں پھر ملکہ کا اپنا حفاظتی دستہ بھی تو ہے۔ اگر یہ جھگڑا بڑھ گیا تو آپس میں بہت خونریزی ہو گی۔"

زاشی نے کوئی جواب نہ دیا اور تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔

"کل آؤ گی نا زاشی؟" لالے نے اس کے ساتھ تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے پوچھا۔

"کل کی بات کل پر۔" زاشی نے جواب دیا۔ "حالات نے اجازت دی تو آؤں گی۔ حالات اس قدر الٹ پلٹ ہو رہے ہیں کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کس وقت کیا ہو جائے۔ میں آنے کی کوشش کروں گی مگر تم انتظار نہ کرنا۔"

زاشی لالے سے رخصت ہو کر سیدھی ملکہ بخارا تبق خاتون کے پاس پہنچی۔ اس وقت رات کے دھندلکے چھٹ رہے تھے اور صبح کاذب کی سفیدی افق کے کونوں سے نمودار ہو رہی تھی۔ ملکہ بخارا مسہری سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے سوج گئی تھیں۔ زاشی دروازہ کھول کے ملکہ کے کمرے میں داخل ہوئی تو ملکہ مسہری سے اچھل کے کھڑی ہو گئی۔

"بہت دیر کر دی تم نے زاشی؟" ملکہ نے مضمحل لہجے میں دریافت کیا۔

"ملکہ ترکستان دیر تو ضرور ہوئی مگر میں کامیاب ہوئی ہوں۔" زاشی نے بڑے فخر سے کہا۔ "آپ نے ہفتہ دو ہفتے کی مہلت طلب کی تھی' میں تین ہفتوں کی اجازت لے آئی ہوں۔"

”آسمانی طاقتیں تمہارے حوصلے بلند رکھیں۔“ ملکہ نے اسے دعا دی۔ ”اب تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اس قلعہ میں صرف تم ہی ایک میری ہمدرد رہ گئی ہو۔ آہستہ آہستہ کئی سردار میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔“

”میں ملکہ کو ایک اور دکھ کی بات بتانے پر مجبور ہوں۔“ زاشی نے ملکہ کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

”کہو زاشی۔ میں بری سے بری خبر سننے کے لیے تیار ہوں۔“ ملکہ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

زاشی نے بھی ایک ٹھنڈی سانس بھری اور انکشاف کیا۔

”وزیراعظم نیک دار بھی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔“

”زاشی۔“ ملکہ کی زبان سے نکلا پھر اسے غش آ گیا۔

زاشی نے ملکہ کے ہاتھ پیر سیدھے کر کے اسے مسہری پر لٹا دیا۔ اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ ذرا دیر بعد ملکہ کو ہوش آ گیا۔

ملکہ نے کمزور آواز میں پوچھا۔

”وزیراعظم کے بارے میں تمہیں کس نے بتایا؟“

”میرے لالے نے بتایا ہے مجھے۔“ زاشی نے شرماتے ہوئے کہا۔

پھر زاشی نے ملکہ کو اپنے لشکر اسلام میں جانے، وہاں گفتگو کرنے اور واپسی پر لالے کے فصیل پر موجود نہ ہونے کی پوری تفصیل بتائی۔ اس نے ملکہ کو بتایا کہ وزیراعظم نے تمام سرداروں کا اجلاس بلایا تھا اور اس میں یہ اعلان کیا تھا کہ اگر ملکہ جنگ کرنے پر آمادہ نہ ہوئی تو اسے تخت سے اتار دیا جائے گا۔

”اس کی یہ ہمت۔“ ملکہ بخارا کمزور ہونے کے باوجود اٹھ کے کھڑی ہو گئی۔ ”اگر کوئی سردار میرا ساتھ نہیں دینا چاہتا تو نہ دے، میں اپنے محافظ دستوں کو ساتھ لے کر سپہ سالار کا مقابلہ کروں گی۔ میں مسلم سپہ سالار سے ”امن معاہدہ“ کا وعدہ کر کے آئی ہوں۔ میں جنگ نہیں ہونے دوں گی۔“

زاشی نے کہا۔

”اگر ملکہ اپنے عزم اور ارادے پر قائم ہیں تو ضرور کامیاب ہوں گی۔ اگر خانہ جنگی شروع ہو گئی تو سپہ سالار بیگ دار کے مقابلہ پر صرف آپ کے محافظ دستے ہی نہ ہوں گے بلکہ شاہی فوج کے بہت سے سردار بھی آپ سے آ ملیں گے۔“

"ملر زاشی۔" ملکہ نے سوچتے ہوئے کہا۔ "تم نے ابھی یہ بتایا تھا کہ سپہ سالار کے بلائے ہوئے اجلاس میں وزیراعظم اور دوسرے تمام سرداروں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔"

"جی ہاں ملکہ ترکستان۔ ایسا ہی ہوا تھا۔" زاشی نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس جلسہ میں ایک ایسا مرد میداں بھی موجود تھا جس نے تلوار بلند کر کے کہا تھا کہ وہ ملکہ قبق خاتون کا وفادار ہے اور جب تک اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے وہ ملکہ کا وفادار رہے گا۔"

ملکہ کے چہرے پر جیسے رونق آ گئی۔ اس نے پوچھا۔

"وہ نیک اور وفادار سردار کون ہے زاشی؟"

زاشی نے ملکہ ترکستان کو بتایا۔

"اس کا نام قبالہ چے ہے ملکہ ترکستان۔ جس وقت قبالہ چے نے بھری محفل میں ملکہ سے اپنی وفاداری کا اعلان کیا تو غدار سپہ سالار بیگ دار کا غدار نائب فرفوس تلوار کھینچ کر قبالہ چے کے مقابلہ پر آ گیا۔ اگر اس وقت وزیراعظم درمیان میں نہ آ جاتے تو ضرور دونوں میں سے ایک مارا جاتا۔ سپہ سالار بیگ دار یہ حال دیکھ کے گھبرا گیا۔ اسے ڈر محسوس ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سردار بھی قبالہ چے کی جانب ہو جائیں۔ اس نے فوراً اجلاس ختم کر دیا اور دو دن بعد پھر اجلاس بلانے کا اعلان کیا۔"

"دو دن بعد۔" ملکہ ترکستان نے زیرلب دہرایا۔ "اب مجھے بھی میدان میں آنا پڑے گا۔"

زاشی مسکرائی اور بولی۔

"اگر ملکہ ترکستان میدان میں نکل آئیں تو یقین ہے کہ فتح بھی ملکہ ترکستان ہی کی ہو گی اور غداروں کا منہ کالا ہو جائے گا۔"

○☆○

ادھر تو ملکہ ترکستان قبق خاتون اپنے غدار سپہ سالار کے مقابلہ کی تیاری کر رہی تھی اور دوسری طرف سپہ سالار بیگ دار کے محل میں ایک نئی سازش کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی۔ بیگ دار کو یہ تو معلوم تھا کہ ملکہ ترکستان نے چھ مردوں اور چھ عورتوں پر مشتمل ایک "امن وفد" مسلمان سپہ سالار کے پاس بھیجا ہے۔ اس وفد میں بخارا کا وزیراعظم نیک دار

بھی شامل تھا مگر اسے یہ علم نہ تھا کہ ملکہ ترکستان خود بھی ایک کنیز کے روپ میں اس وفد کے ساتھ گئی تھی اور وہاں ہونے والی گفتگو میں عنترہ (ملکہ ترکستان) پیش پیش تھی۔

سپہ سالار کے بلائے ہوئے جس اجلاس میں فرفوس اور قبالہ چے کے درمیان تلواریں کھنچ گئی تھیں۔ اس کے دوسرے ہی دن وفد کے ساتھ جانے والے ایک مرد رکن نے تنہائی میں سپہ سالار سے ملاقات کی۔ ملاقات کرنے والا یہ رکن ایک کمزور دل کا مفاد پرست انسان تھا۔ پچھلی شب ہونے والے جلسے میں اس مفاد پرست نے یہ محسوس کیا تھا کہ ملکہ ترکستان کا دور ختم ہو رہا ہے اور سغد کا نیا بادشاہ بیگ دار ہو گا۔

چنانچہ اس نے ایک شخص کے ذریعہ سپہ سالار کے پاس یہ پیغام بھجوایا کہ اگر سپہ سالار اس کی جان کی حفاظت کا وعدہ کرے تو وہ سپہ سالار کو چند ایسے رازوں سے آگاہ کرے گا جو اس کی موجودہ جدوجہد میں کافی مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ سپہ سالار کو یہ اطلاع ملی تو اس نے پیغام لانے والے ہی کے ذریعہ اس شخص کو جوابی پیغام بھیجا کہ وہ یعنی سپہ سالار نہ صرف اس کی جان و مال کا ذمہ دار ہو گا بلکہ اسے اپنے خاص حلقہ میں شامل کر کے اس کا عہدہ دوچند کر دے گا۔

یہ بات طے ہو جانے کے بعد سپہ سالار نے اس شخص کو پوشیدہ طور پر اپنے محل میں طلب کیا۔ اس شخص کا نام تیغ دار تھا۔ یہ دراصل زاشی پر عاشق ہو گیا تھا مگر جب زاشی نے اسے منہ نہ لگایا اور اسے صاف صاف بتا دیا کہ اس کی منگنی لالے سے ہو چکی ہے اور وہ بہت جلد اس کی دلہن بننے والی ہے۔ اس بات سے دل برداشتہ ہو کر اس نے سپہ سالار کا سہارا ڈھونڈا تھا کہ شاید اس کے توسط سے زاشی اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

سپہ سالار بیگ دار اس دن بہت پریشان تھا۔ قبالہ چے کی مخالفت سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ سغد کے پورے لشکر پر اس کا مکمل اختیار نہیں ہے اور جس طرح آج قبالہ چے نے اس کی مخالفت اور ملکہ بخارا کی وفاداری کا مظاہرہ کیا ہے اسی طرح دوسرے سردار بھی اس کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ اسے تیغ دار کے آنے کی خبر دی گئی۔

تیغ دار نے سپہ سالار کے سامنے پہنچ کر اسے سلام کیا اور نظریں نیچی کر کے کھڑا ہو گیا۔ سغد کے ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر میں تیغ دار جیسے چھوٹے چھوٹے سینکڑوں سردار تھے جنہیں بیگ دار ذاتی طور پر نہ پہچانتا تھا۔ اس نے تیغ دار کو بہت غور سے دیکھا اور کہا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا نام تیغ دار ہے؟"

"سپہ سالار کو صحیح بتایا گیا ہے۔" تیغ دار نے جواب دیا۔ "میرا ہی نام تیغ دار ہے اور میں نے ہی سپہ سالار سے ملاقات کی درخواست کی تھی۔"

بیگ دار نے اسے مرعوب کرنے کے لیے اور زیادہ تیز نظروں سے گھورا اور کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ جو باتیں تم مجھے بتانا یا جن رازوں سے تم پردہ اٹھانا چاہتے ہو ان کا مجھے پہلے سے علم نہیں ہے؟"

"یہ بھی درست ہے سپہ سالار۔" تیغ دار نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ جو باتیں میں آپ کو اس وقت بتاؤں گا وہ آپ کے لیے بالکل نئی ہوں گی اور آپ ان باتوں سے ملکہ ترکستان کے خلاف اپنی جدوجہد میں فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے تیغ دار۔ تم ہمیں بتاؤ اگر تمہاری باتوں سے ہمیں فائدہ پہنچنے کا امکان ہوا تو ہماری نوازشیں تم پر تمہارے تصور سے بھی زیادہ ہوں گی۔"

"سپہ سالار۔ کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ ملکہ بخارا قبق خاتون مسلم سپہ سالار سے ملاقات کے لیے اس کے لشکر میں گئی تھیں؟"

تیغ دار کے اس انکشاف پر سپہ سالار اچھل پڑا۔

سپہ سالار نے تیز نظروں سے تیغ دار کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا واقعی ایسا ہوا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟"

تیغ دار نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"سپہ سالار۔ یہ بات بالکل اسی طرح سچ ہے جس طرح دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتا ہے۔ اگر آپ کو ثبوت چاہیے تو میں وزیراعظم سے اس کی تصدیق کرا سکتا ہوں۔"

سپہ سالار چونکا---- پوچھا۔

"کیا وزیراعظم بھی اس راز سے آگاہ ہیں؟"

"جی ہاں سپہ سالار۔" تیغ دار نے جواب دیا۔ "جب ملکہ بخارا قبق خاتون اور مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان سے ملاقات ہوئی تو اس وقت وزیراعظم ملکہ بخارا کے ساتھ تھے۔"

"مگر وزیراعظم نے مجھے یہ بات نہیں بتائی۔" سپہ سالار نے کہا۔ "اب تو وزیراعظم ہمارے ساتھ ہیں۔ انہیں کم از کم مجھے تو اس بات سے ضرور آگاہ کر دینا چاہیے تھا۔"

"وہ آپ کو کیسے بتا سکتے تھے سپہ سالار۔" تیغ دار نے کہا۔ "ملکہ نے وزیراعظم سے قسم لی تھی کہ وہ اس راز کو خود کبھی نہیں کھولیں گے۔"

"اچھا یہ واقعہ کب پیش آیا؟" سپہ سالار نے پوچھا۔
"آپ کو معلوم ہے کہ جس وقت مسلمان لشکر قلعہ بخارا کے سامنے اترا تو قلعہ بخارا سے ایک وفد گفتگو کے لیے مسلم سپہ سالار کے پاس گیا تھا؟"
"ہاں مجھے معلوم ہے۔" سپہ سالار نے تائید کی۔ "اس وفد میں چھ مرد اور چھ عورتیں گئی تھیں۔"
"جی ہاں۔ ان عورتوں میں عنترہ نام کی ایک کنیز تھی جس کے بارے میں مشہور کیا گیا تھا کہ وہ ملکہ بخارا کی کنیز خاص ہے۔"
"یہ بھی ٹھیک ہے مگر ملکہ قبق خاتون تو نہیں گئی تھی۔"
"گئی تھی سپہ سالار۔" تیغ دار نے زور دے کے کہا۔ "ملکہ قبق خاتون کی کنیز خاص عنترہ خاتون ہی دراصل ملکہ بخارا تھیں۔ وہ عنترہ خاتون کے نام سے امن کے وفد میں شریک ہوئی تھیں۔"
سپہ سالار اس انکشاف سے بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا۔
"ہماری سلطنت سغد کا ایک پرانا قانون اور دستور ہے کہ بخارا کا بادشاہ یا ملکہ تمام اہم معاملات میں ملک کے وزیراعظم اور سپہ سالار سے ضرور مشورہ کریں گے۔ ملکہ نے یہ بات وزیراعظم کو تو بتائی تھی مگر مجھے اس معاملہ میں بالکل تاریکی میں رکھا گیا۔ میں اس جلسہ عام میں ملکہ پر یہ الزام لگا کر اسے ذلیل کر سکتا ہوں۔"
تیغ دار نے مزید کہا۔
"اگر ملکہ اس بات سے انکار کریں تو آپ وزیراعظم کو ثبوت میں پیش کر سکتے ہیں۔ وہ جھوٹ نہیں بولیں گے۔"
"تیغ دار۔ تمہاری ایک بات سچ ثابت ہوئی۔" سپہ سالار نے بڑی مسرت سے کہا۔ "تم آدھے انعام کے حق دار ہو گئے۔ اب تم دوسری بات بتاؤ تاکہ تم پورے انعام کے حق دار ہو سکو۔"
"اس دوسری بات یا راز کا تعلق بھی ملکہ بخارا سے ہے۔" تیغ دار نے کہا۔ "سپہ سالار۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جب ہمارا امن وفد مسلمانوں کے لشکر سے گفتگو کے بعد قلعہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک مسلمان بھی آیا ہے۔"
"ہاں۔ مجھے علم ہے۔" سپہ سالار نے تصدیق کی۔ "وہ مسلمان اس وجہ سے آیا ہے کہ قلعہ بخارا کی طرف سے مسلمانوں کے مطالبہ کا جواب لے کر واپس جائے۔ ہم ابھی تک کوئی

جواب طے نہیں کر سکے ہیں اس لیے وہ اب تک شاہی مہمان خانہ میں ٹھہرا ہوا ہے۔"

"اس سلسلہ میں بھی سپہ سالار صرف آدھی بات جانتے ہیں۔" تیغ دار نے کہا۔ "ملکہ بخارا واپسی پر اپنے ساتھ جس شخص کو کوشش کر کے لائی ہیں اس کا نام سعد بن عثمان ہے۔"

"اس کا کچھ بھی نام سہی۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" سپہ سالار نے بے پروائی سے کہا۔

"فرق پڑتا ہے سپہ سالار۔" تیغ دار نے جواب دیا۔ "جو شخص اس وقت شاہی مہمان خانہ میں موجود ہے اس کا نام سعد بن عثمان ہے اور مسلمان لشکر کے سپہ سالار کا نام سعید بن عثمان ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔" سپہ سالار نے پھر بھی کچھ توجہ نہ دی۔ "کیا ایک نام کے دو آدمی نہیں ہوتے۔ خود ہمارے لشکر میں ایک نام کے چار چار اور چھ چھ سپاہی اور سردار ہیں۔"

"سپہ سالار۔ آپ میری بات نہیں سمجھے۔" تیغ دار نے وضاحت کی۔ "یہ ایک نام کے دو سپاہیوں کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ دونوں نام الگ الگ ہیں۔ مسلم سپہ سالار کا نام سعید بن عثمان ہے اور مہمان خانہ میں ٹھہرے ہوئے آدمی کا نام سعد بن عثمان ہے اور یہ دونوں یعنی سعید بن عثمان اور سعد بن عثمان آپس میں سگے بھائی ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان نے اپنے بھائی سعد بن عثمان کو اپنا جاسوس بنا کر ہمارے قلعہ میں بھیجا ہے۔" سپہ سالار نے یہ کہنے کے بعد اپنے سر کو کئی بار ہلایا جیسے اس نے کوئی بڑا معرکہ مارا ہو۔

تیغ دار بولا۔

"آپ کا یہ خیال بھی درست ہو سکتا ہے مگر اس سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ ملکہ بخارا سعد بن عثمان کو مسلم سپہ سالار پر زور دے کر اپنے ساتھ قلعہ میں لائی ہیں۔"

"مگر کیوں۔ ملکہ کا اس میں کیا فائدہ ہے؟" سپہ سالار نے سوال کیا۔

"فائدہ یہ ہے کہ ملکہ قبق خاتون کو سعد بن عثمان پسند ہے۔" تیغ دار نے یہ نیا انکشاف کیا اور سپہ سالار ایک بار پھر اچھل پڑا۔

"اچھا یہ بات ہے مگر ہے بہت دلچسپ۔" سپہ سالار نے سر ہلایا۔ "اس کا مطلب ہے کہ ہماری ملکہ قبق خاتون مسلمان لشکر میں امن کا وفد لے کر نہیں گئی تھیں بلکہ وہاں عشق

لڑانے اور ہم ترکوں کی عزت نیلام پر چڑھانے تشریف لے گئی تھیں۔" پھر سپہ سالار نے بڑے تند لہجے میں اعلان کیا۔ "میں اس ملکہ کو بھرے دربار میں رسوا کروں گا۔ میں سرداروں اور درباریوں کو بتاؤں گا کہ ان کی ملکہ عزت و عصمت فروش ہے۔ اسے کوئی ترکی جوان پسند نہیں اس لیے وہ عربوں سے رشتہ جوڑ رہی ہے۔"

"سپہ سالار محترم۔" تیغ دار اگرچہ ان پڑھ تھا مگر اس نے سپہ سالار کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "اگر آپ ملکہ پر دربار میں الزام نہ لگائیں تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔"

"کیوں ـــــ کیوں نہ الزام لگاؤں۔" سپہ سالار بیگ دار تلخ لہجے میں بولا۔ "میرے ساتھ پورا لشکر ہے۔ میں کوئی ملکہ سے ڈرتا ہوں؟"

تیغ دار گھبرا گیا۔ اس نے کہا۔

"سپہ سالار محترم۔ اگر آپ نے الزام لگایا اور کسی نے آپ سے اس کا ثبوت مانگا تو آپ کیا پیش کریں گے؟"

"میں درباریوں کے سامنے تمہیں پیش کر دوں گا۔" سپہ سالار نے فوراً" کہا۔ "کیا تم گواہی دینے سے انکار کر سکتے ہو؟"

"میں گواہی دینے سے انکار نہیں کروں گا سپہ سالار محترم۔" تیغ دار عجیب مخمصے میں پھنس گیا تھا۔ "میری گواہی تو صرف گواہی ہو گی۔ کوئی ثبوت تو نہیں ہو گا۔"

الٹے دماغ کا سپہ سالار الٹا تیغ دار پر برس پڑا۔

"سن تیغ دار۔ جب تیرے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا تو تو نے یہ بات مجھ سے کیوں کہی؟"

"میں نے آپ کو یہ بات اس لیے بتائی کہ یہ ایک حقیقت ہے۔" تیغ دار بھی اکڑ گیا۔ "میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں مگر ملکہ کی تمام کنیزیں یہ بات جانتی ہیں اور اس بارے میں آپس میں گفتگو کرتی رہتی ہیں۔ میں نے انہی سے یہ بات سن کے آپ تک پہنچائی ہے۔ اگر آپ ملکہ کی کسی کنیز کو گواہی پر آمادہ کر سکتے ہیں تو ضرور کیجئے لیکن مجھے معاف رکھئے۔ میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔"

سپہ سالار بیگ دار سوچ میں پڑ گیا۔ آخر سوچتے سوچتے بولا۔

"تیغ دار۔ کیا تمہیں یہ یقین ہے کہ مہمان خانے میں مقیم شخص مسلم سپہ سالار کا سگا بھائی ہے؟"

"بالکل یقین ہے سپہ سالار بہادر۔" تیغ دار نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "یہ بات اگر خود

مہمان سے پوچھی جائے تو وہ بھی انکار نہیں کرے گا۔"

"اگر مہمان واقعی مسلم سپہ سالار کا بھائی ہے تو وہ بڑی قیمتی ہستی ہے۔" سپہ سالار نے خود کلامی کے انداز میں کہنا شروع کیا۔ "اگر ہم پر کوئی برا وقت پڑ گیا تو ہم اس کے بھائی کے بدلہ میں مسلم سپہ سالار سے بہت کچھ حاصل کر سکیں گے۔"

تیغ دار کی سمجھ میں کچھ نہ آ سکا۔ دراصل وہ یہ راز کھول کے خود پھنس گیا تھا۔ ملکہ پر اس سنگین الزام کے سلسلہ میں وہ کسی قسم کی گواہی یا شہادت کے لیے تیار نہ تھا۔ اسے کچھ ایسی الجھن ہوئی کہ اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔

"اب مجھے اجازت دی جائے۔"

سپہ سالار اپنی سوچوں میں گم تھا۔ اس نے چونک کے تیغ دار کو دیکھا اور بولا۔

"ہاں تم جا سکتے ہو۔ میں آج ہی اپنے نائب فرفوس سے کہہ کے تمہارا عہدہ بڑھوا دوں گا۔ اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔"

"نہیں سپہ سالار۔" تیغ دار نے جان چھڑانے کے لیے کہا۔ "آپ میرا عہدہ بلند کرا دیجئے۔ یہی میرے لیے بڑا انعام ہے۔"

تیغ دار سلام کر کے باہر آ گیا اور سپہ سالار بیگ دار ایک بار پھر اپنے خیالوں میں کھو گیا۔ اب اس کا تمام دماغ مسلم سپہ سالار کے بھائی کی طرف لگ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس مہمان کو حاصل کر کے کیا کیا فائدے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

○☆○

سپہ سالار کو سب سے زیادہ غصہ ملک کے وزیراعظم نیک دار پر تھا کہ انہوں نے اسے ملکہ کے مسلمانوں کے لشکر میں جانے کے بارے میں اندھیرے میں کیوں رکھا نیز یہ کہ مسلمان مہمان سعد بن عثمان اور ملکہ قبق خاتون کے درمیان میں چلنے والے عشق کو اس سے کیوں چھپایا گیا۔

وزیراعظم نیک دار کے دل میں ملکہ قبق خاتون کے لیے کئی نرم گوشے تھے مگر سیاسی حیثیت سے وہ سپہ سالار بیگ دار کی جنگی حکمت عملی کو پسند کرتے تھے اسی لیے وہ ملکہ سے کٹ کے سپہ سالار سے آ ملے تھے۔ سپہ سالار کی طاقت میں وزیراعظم کے اس سے مل جانے کی وجہ سے دوگنا اضافہ ہو گیا تھا اور اس طاقت کے زعم نے اسے کسی حد تک مغرور

کر دیا تھا۔ سب سے بڑا تو وہ خود ہی سردار یعنی سپہ سالار تھا مگر وہ اپنے ماتحتوں سے برابری کا سلوک کرنے کے بجائے انہیں کمتر اور حقیر سمجھتا تھا۔

جہاں تک وزیراعظم اور سپہ سالار کے تعلقات کا سوال تھا تو وہ دونوں اپنے اپنے عہدوں اور اختیارات کی بنا پر تقریباً برابر کا درجہ رکھتے تھے۔ اس کا احساس سپہ سالار کو تھا مگر جب وزیراعظم ملکہ کو چھوڑ کے اس کے ساتھ آ گئے تو سپہ سالار نے وزیراعظم کو بھی اپنا ماتحت سمجھنا شروع کر دیا۔ حقیقت یہ تھی کہ جب تک وزیراعظم نیک دار ملکہ تبق خاتون کے ساتھ تھے اس وقت تک سپہ سالار ملکہ اور وزیراعظم دونوں سے خائف رہتا تھا اور باوجود ملکہ کے مخالف ہونے کے وہ مقابلہ پر آنے سے گھبراتا تھا۔

لیکن وزیراعظم جب ملکہ کے ساتھ مسلم لشکر میں گئے اور وہاں کا حال دیکھا' باتیں سنیں اور واپس آئے تو ان کے دل میں بھی یہی خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کا لشکر بہت قلیل ہے اور اسے آسانی سے شکست دی جا سکتی ہے۔ اسی خیال کے تحت وزیراعظم نے ملکہ تبق خاتون کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ سپہ سالار کی گود میں پکے آم کی طرح آ گرے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ سپہ سالار وزیراعظم کو سر آنکھوں پر بٹھاتا مگر جب اس نے دیکھا کہ ملکہ کا سب نے ہی ساتھ چھوڑ دیا ہے تو وہ مغرور ہو گیا اور وزیراعظم کے احترام میں کمی آنا شروع ہو گئی۔

پھر جب سپہ سالار اور تیغ دار کی ملاقات کے دوسرے دن وزیراعظم' سپہ سالار سے حسب معمول ملنے آئے تو سپہ سالار نے ان کے ساتھ بڑی سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ پہلے تو یہ عالم تھا کہ وہ روز صبح کو وزیراعظم کا بے چینی سے انتظار کرتا اور ان کے آنے کے بعد ہی دوسرے سرداروں سے ملاقات کرتا تھا مگر اس دن جب وزیراعظم اس کے پاس پہنچے تو وہ سرداروں کے ساتھ محفل جمائے بیٹھا تھا۔ وزیراعظم کو تعجب تو ضرور ہوا مگر پھر وہ یہ خیال کر کے مطمئن ہو گئے کہ شاید اہم مسئلہ درپیش ہے اس لیے سپہ سالار نے ان کے آنے سے پہلے ہی محفل کا آغاز کر دیا ہے۔

وزیراعظم مجلس ہال میں داخل ہوئے تو تمام سرداروں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا مگر سپہ سالار جو وزیراعظم کی آمد پر ان کے لیے استقبال کے لیے سب سے پہلے کھڑا ہوتا تھا وہ اپنی جگہ سے بالکل نہیں اٹھا اور بیٹھے ہی بیٹھے وزیراعظم کو مخاطب کر کے کہا۔

"تشریف رکھیے وزیراعظم۔"

سپہ سالار کی اس بے رخی کو وزیراعظم نیک دار نے تو محسوس ہی کیا تھا مگر وہاں موجود بہت سے سرداروں نے بھی سپہ سالار کے اس رویہ کو پسند نہ کیا اور انہوں نے آپس میں

ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا مگر یہ نظریں اب پہلے جیسی نہ تھیں۔
وزیراعظم نیک دار جلے بھنے بیٹھ گئے تو سپہ سالار نے ایک دم اعلان کیا۔
"مجھے وزیراعظم سے چند معاملات پر اہم گفتگو کرنا ہے اس لیے آج کی محفل برخاست کی جاتی ہے۔"
اس وقت ہر سردار کا منہ بن گیا۔ انہوں نے محفل کو برخاست کرنے کے حکم کو اپنی توہین خیال کیا اور بڑبڑاتے اور تیوریاں چڑھاتے ہال سے نکل گئے۔ وزیراعظم کو سخت تعجب تھا کہ سپہ سالار اس طرح کیسے بدل گیا ہے۔
وزیراعظم نے خود گفتگو کا آغاز کیا۔
"فرمایئے۔ کیا اہم گفتگو کرنا ہے آپ کو؟"
سپہ سالار کا چہرہ متغیر تھا۔ اس نے تند لہجے میں کہا۔
"کیا ملکہ قبق خاتون مسلمان لشکر میں گئی تھیں؟"
"ہاں گئی تھیں۔" وزیراعظم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
"کیا ایک ترک خاتون کا کسی غیر لشکر میں جانا مناسب تھا؟" سپہ سالار کا لہجہ اور زیادہ تلخ ہو گیا تھا۔
وزیراعظم کا لہجہ اب بھی سپاٹ تھا۔ انہوں نے کہا۔
"ملکہ قبق خاتون تنہا نہیں تھیں۔ ان کے ساتھ پانچ اور ترک خواتین بھی تھیں۔"
"اس کی اطلاع مجھے کیوں نہیں دی گئی؟" سپہ سالار کا لہجہ غرور سے پر تھا۔
وزیراعظم نے انتہائی پرسکون لہجے میں جواب دیا۔
"آپ کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ حملہ آور سے صلح کی بات چیت کی جا رہی ہے۔"
" قبق خاتون کے جانے کی اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟"
"سپہ سالار۔ ملکہ کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں۔ ان کے نام سے پہلے لفظ ملکہ جو ان کا حق ہے' ضرور لگنا چاہئے۔"
"اور اگر میں انہیں ملکہ نہ مانوں تو؟"
"تو میں آپ سے گفتگو کرنے پر تیار نہیں۔" وزیراعظم نے کہا اور اٹھ کے کھڑے ہو گئے۔
"میری محفل سے اس طرح اٹھ کے جانا کیا میری توہین نہیں ہے؟"
وزیراعظم نے کوئی جواب نہ دیا اور مجلس ہال سے نکل گئے۔ سپہ سالار کی ہمت نہ ہوئی

کہ وہ جاتے ہوئے وزیراعظم کو نرمی یا سختی سے روک سکے۔ وہ انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا پھر غصہ سے بھناتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

سپہ سالار بیگ دار کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر غصہ میں بھرا ادھر ادھر ٹہلتا رہا' پھر اس نے غلام بھیج کر اپنے نائب فرفوس کو مشورہ کے لیے بلوایا۔ ذرا دیر بعد فرفوس اس کے سامنے تھا۔ وہ سپہ سالار کو دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ اس وقت شدید غصے کے عالم میں ہے۔ فرفوس اس کے سامنے کھڑا تھا مگر سپہ سالار اپنے خیالات میں الجھا ہوا ادھر سے ادھر آ جا رہا تھا شاید اس نے فرفوس کو دیکھ لیا تھا مگر اس پر توجہ نہ دی تھی۔ فرفوس نے اسے اس لیے نہیں ٹوکا کہ کہیں سپہ سالار اپنا غصہ اس پر نہ اتار دے۔

آخر سپہ سالار ایک جگہ رکا۔ فرفوس بالکل اس کے سامنے تھا۔ سپہ سالار سر کو جھٹکا دے کر بولا۔

"تم کب آئے فرفوس؟"

"جب آپ نے یاد کیا تھا۔ میں اسی وقت حاضر ہو گیا تھا۔" فرفوس نے جواب دیا۔

"پھر مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟" سپہ سالار نے سوال کیا۔

فرفوس کو ہنسی آ گئی۔ اس نے کہا۔

"میں اطلاع کس کو دیتا۔ آپ تو میرے سامنے موجود تھے اور اپنے خیالوں میں الجھے ہوئے تھے۔"

"مجھے ٹوک دیا ہوتا۔" سپہ سالار نے بات بنائی۔

"اسے میں گستاخی سمجھتا ہوں سپہ سالار۔" فرفوس نے نہایت ادب سے کہا۔ "آخر بڑے اور چھوٹے میں کچھ فرق ہونا چاہیے۔ پتہ نہیں آپ کن خیالوں میں الجھے ہوئے تھے میرے ٹوکنے سے آپ کے خیالات کا سلسلہ اچانک ٹوٹ جاتا' اس سے نقصان بھی پہنچ سکتا تھا۔"

سپہ سالار نے ایک ٹھنڈی سانس لی پھر بولا۔

"میں اس مسئلہ کو جس قدر جلد نمٹانا چاہتا ہوں' اس میں دیر ہی ہوتی جا رہی ہے۔ روز ایک نئی بات نکل آتی ہے۔"

"کیا ملکہ نے کوئی نیا گل کھلایا ہے؟" فرفوس نے دلچسپی ظاہر کی۔

"ملکہ نے نہیں' اس کے وزیراعظم کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔ خوامخواہ منہ پھلا کر گیا ہے اس وقت۔" سپہ سالار نے بتایا۔

پاکستان ورچوئل لائبریری

فرفوس فکرمند ہو گیا۔

"مگر وزیراعظم تو ہماری طرف تھے۔ میرے خیال سے انہیں ہماری طرف ہی رہنا چاہئے۔"

"میں کب چاہتا ہوں کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑیں؟" سپہ سالار کے لہجے میں ذرا سی تلخی پیدا ہوئی۔ "تم سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ اس ملکہ کی دیدہ دلیری دیکھو۔ یہ امن وفد کے ساتھ ایک کنیز کے بھیس میں دشمن کی خیمہ گاہ میں گئی تھی۔"

فرفوس نے نظر اٹھا کر سپہ سالار کو دیکھا پھر نظریں جھکا لیں۔ اس اہم اطلاع پر اس نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔

سپہ سالار چڑ گیا' بولا۔

"فرفوس۔ میں نے اتنا بڑا انکشاف کیا مگر تم خاموش ہو۔ کیا یہ ایک غیر معمولی اور غیر ذمہ دارانہ حرکت نہیں؟"

"معزز سپہ سالار۔" فرفوس نے کہا۔ "آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔ یہ ایک انتہائی غیر معمولی بات ہے اور ملکہ قبق خاتون نے انتہائی غیرذمہ دارانہ حرکت کی ہے۔"

"مگر تم خاموش کیوں تھے۔ میرے کہنے پر بول رہے ہو۔" سپہ سالار کا غصہ کچھ اور تیز ہو گیا۔

"میں اس لیے نہیں خاموش تھا سپہ سالار۔" فرفوس نے بھی ایک انکشاف کیا۔ "دراصل میری خاموشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ مجھے بھی اسی وقت معلوم ہوا ہے کہ ملکہ نے یہ حرکت کی ہے۔ میں آپ کو اطلاع دینے آنے ہی والا تھا کہ آپ کا ہرکارہ پہنچ گیا اور میں اس کے ساتھ آپ کے پاس آ گیا۔"

"اچھا تو تمہیں بھی معلوم ہو گیا۔" سپہ سالار یک دار خوش ہو گیا۔

"جی ہاں۔ مجھے بھی معلوم ہو گیا۔" فرفوس نے جواب دیا۔ "یہی نہیں بلکہ مجھے اور بھی بہت کچھ معلوم ہوا ہے۔"

"اور کیا معلوم ہوا ہے تمہیں؟" سپہ سالار نے دلچسپی سے پوچھا۔

فرفوس نے بتایا۔

"اور یہ معلوم ہوا ہے کہ ہمارے وفد کے ساتھ حملہ آوروں کے لشکر کا ایک سردار ان کا قاصد بن کے آیا ہے تاکہ وہ ملکہ کا جواب ان تک لے جا سکے لیکن........"

سپہ سالار نے فرفوس کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور کہا۔

"اس سے آگے میں بتاتا ہوں۔ وہ شخص جو مسلمانوں کا قاصد بن کے آیا ہے' اصل میں مسلمانوں کے لشکر کے سپہ سالار کا سگا بھائی ہے۔"

"سپہ سالار کو بالکل ٹھیک بتایا گیا۔" فرفوس نے دخل دیا۔ "مجھے بھی یہی بات معلوم ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سپہ سالار کے بھائی کو قلعہ بخارا بھیجنے کی سفارش خود ملکہ قبق خاتون نے کی تھی اس لیے کہ وہ مسلمان نوجوان ہماری ملکہ کو پسند آ گیا تھا۔"

"بہرحال مجھے جو کچھ معلوم ہے یا جو کچھ تم جانتے ہو وہ سب درست ہے۔" سپہ سالار نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ "یہ بات وزیراعظم کو بھی معلوم تھی کیونکہ وہ خود بھی اس وفد میں شریک تھے مگر جب میں نے ان سے کہا کہ آپ کو یہ باتیں مجھے بتانا چاہیے تھیں تو وہ بگڑ گئے اور منہ پھلا کر چلے گئے۔"

"آپ مجھ سے زیادہ عقل مند ہیں۔" فرفوس نے الفاظ چبا چبا کے کہنا شروع کیا۔ "مگر میرا خیال ہے کہ وزیراعظم کا ہم سے الگ ہونا اچھا شگون نہیں۔"

"مگر میں نے تو انہیں الگ نہیں کیا۔" سپہ سالار نے کہا۔ "میں نے تمہیں اسی لیے بلایا ہے کہ ایسے حالات میں ہمیں کیا اقدام کرنا چاہئیں؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو وزیراعظم سے مل کر ان سے معذرت کرنا چاہیے۔" فرفوس نے مشورہ دیا۔ "جب گھی سیدھی انگلیوں سے نکل سکتا ہے تو انگلیاں ٹیڑھی کیوں کی جائیں۔"

"خیر۔ اس مسئلہ پر پھر غور ہو سکتا ہے۔" سپہ سالار نے جواب دیا۔ "پہلے اس شخص کا تو کچھ انتظام کیا جائے جسے مسلمان سپہ سالار کا بھائی کہا جاتا ہے۔"

"جی ہاں وہ مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔" فرفوس نے کہا۔ "اس مسلمان نوجوان کا نام سعد ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ بہت خوبصورت ہے. اور ہماری ملکہ قبق خاتون اس کی وجاہت اور خوبصورتی پر مرمٹی ہیں۔"

"کیا یہ شرم کی بات نہیں؟" سپہ سالار نے غصہ سے کہا۔ "کیا ہم ترکوں میں کوئی ایسا جوان نہیں جو ملکہ کا محبوب بن سکے۔ میرا تو خیال ہے کہ اسے فوراً" قتل کرا دیا جائے۔"

"سپہ سالار---!" فرفوس نے حیرت سے سپہ سالار کو دیکھا۔ "سعد حملہ آور کے لشکر کے سپہ سالار کا بھائی ہے۔ اگر اسے قتل کر دیا گیا اور اس کی خبر مسلمانوں کو پہنچی تو وہ قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"فرفوس۔" سپہ سالار نے جیسے اسے ڈانٹا۔ "کیا تو بھی بزدل ہو گیا۔ تو تو دوسروں کو بزدل کہتا تھا۔ اگر مسلمانوں نے حملہ کیا تو کیا ہم نے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رکھی ہیں۔ آخر ہماری ایک لاکھ بیس ہزار فوج کب کام آئے گی؟"

"میں جنگ سے نہیں ڈرتا سپہ سالار۔" فرفوس نے بڑی مستقل مزاجی سے کہا۔ "لیکن جنگ اس وقت شروع کی جائے جب تمام سردار ہمارے دوست اور حلیف بن جائیں۔ میں لشکریوں میں اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ قبالہ چے جیسے سردار ہمارے لشکر میں اور بھی ہیں پھر اب وزیراعظم کا جھگڑا الگ کھڑا ہو گیا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے وزیراعظم کو منانا ہے۔"

"تو کیا اس دشمن جاسوس کو کھلا چھوڑ رکھا جائے۔" سپہ سالار نے کہا۔ "اس سے ہمیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ کم از کم اسے گرفتار تو کر لینا چاہیے؟"

"اس کی گرفتاری میں تھوڑی بہت خونریزی ضرور ہو گی۔" فرفوس نے خدشہ ظاہر کیا۔ "پہلے وزیراعظم کا معاملہ ختم ہو پھر اس طرف توجہ دی جا سکتی ہے۔"

"خونریزی کیوں ہو گی فرفوس؟" سپہ سالار نے کہا۔ "سنا ہے کہ وہ شاہی مہمان خانہ میں عیش کر رہا ہے۔ قبق خاتون اس کے پاس ایک مرتبہ ہو آئی ہے۔ مہمان خانہ پر میرے فوجی پہرہ دیتے ہیں۔ لڑائی کس سے ہو گی؟"

"آپ کو علم نہیں ہے سپہ سالار۔" فرفوس نے کہا۔ "ملکہ نے عام پہرے داروں کو ہٹا کر مہمان خانہ پر اپنے محافظ دستوں کے پندرہ سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ملکہ کے محافظ ہمارے ماتحت نہیں ہیں۔ اگر ہم نے انہیں چھیڑنے کی کوشش کی تو وہ ہمارا مقابلہ کریں گے۔"

"تم نے ملکہ کے محافظ سپاہیوں کی تعداد کتنی بتائی؟" سپہ سالار نے فرفوس سے دریافت کیا۔

فرفوس نے بتایا۔

"ان کی تعداد صرف پندرہ ہے مگر ان کا خاتمہ کیے بغیر ہم مہمان خانے میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔"

"کیسی بچوں جیسی باتیں کرتے ہو فرفوس؟" سپہ سالار نے کہا۔ "ہمیں دشمن کے آدمی کو بہرصورت قید کرنا ہے۔ ملکہ کے پندرہ سپاہیوں کی کیا حقیقت ہے۔ اگر اس نے پہرے پر رہ سو بھی لگائے ہوتے تو ہم ان کا بھی خاتمہ کر دیتے۔"

"سپہ سالار محترم۔" فرفوس نے اسے خبردار کیا۔ "یہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر ملکہ نے اپنے محافظوں کے ساتھ جنگ شروع کر دی تو کیا ہو گا؟"

"کچھ نہیں ہو گا فرفوس۔" سپہ سالار نے بے پروائی سے کہا۔ "اگر ملکہ نے مقابلہ کی کوشش کی تو میں اس کے تمام محافظوں کو ختم کر کے ملکہ کو گرفتار کر لوں گا۔"

فرفوس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جانتا تھا کہ سپہ سالار بیگ وار کے دماغ میں جو سما جائے وہ اسے کر کے چین لیتا ہے۔ ذرا دیر خاموشی رہی پھر فرفوس نے کہا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے سپہ سالار؟"

سپہ سالار کے ہونٹ غصہ سے پھڑک رہے تھے۔ اس نے کہا۔

"فرفوس۔ تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم مسلمان مہمان کو ہر صورت میں گرفتار کرو گے اور اسے اپنے قبضہ میں اس وقت تک رکھو گے جب تک میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ تم اب جا سکتے ہو۔ میں اس بارے میں کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔"

فرفوس نے اس کے منہ لگنا بہتر نہ سمجھا اور سلام کر کے واپس ہوا۔

"سنو فرفوس۔" سپہ سالار نے اسے روکا۔

فرفوس رک گیا اور پلٹ کر بولا۔

"اور کیا حکم ہے سپہ سالار؟"

"تم مہمان کو کس جگہ قید رکھو گے؟"

"قلعہ کے قید خانہ میں۔"

"نہیں۔ ملکہ کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے اسے قید کیا ہے۔"

"آپ جہاں کا حکم دیجئے' وہاں اسے رکھا جائے۔"

"اسے تہہ خانے میں رکھا جائے۔"

فرفوس نے ایک لمحہ سوچا پھر کہا۔

"بہتر ہے۔ اسے وہیں رکھا جائے گا۔"

"ایک بات کا اور خیال رہے۔" سپہ سالار نے کہا۔

"فرمائیے سپہ سالار۔"

"قیدی کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔"

"اور اگر وہ مقابلہ پر آمادہ ہو جائے تو؟"

"میں نے کہہ دیا ہے کہ اسے نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔"

"اور کوئی حکم؟"

"لشکر کو تیار رہنے کا حکم دیا جائے۔"

فرفوس نے سپہ سالار کو حیران نظروں سے دیکھا۔

سپہ سالار نے خود ہی وضاحت کی۔

"فکر نہ کرو فرفوس۔ ہم دشمن پر فی الحال حملہ کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ دشمن کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہے۔ یہ احتیاط اس لیے برتی جا رہی ہے تاکہ اگر ملکہ تبق خاتون ہمارے مقابلہ پر آنے کی کوشش کرے تو اس کے دس ہزار محافظوں کا قلع قمع کر دیا جائے۔"

"بہتر ہے سپہ سالار۔ ایسا ہی ہو گا۔" اور فرفوس تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔

فرفوس اپنے آقا کا حد درجہ وفادار تھا اور اس کے حکم پر جان بھی دے سکتا تھا۔ جہاں تک ملکہ تبق خاتون کا تعلق تھا' فرفوس کے دل میں ملکہ کا بھی بہت احترام تھا مگر سپہ سالار بیگ دار کے حکم کے سامنے وہ ملکہ کے حکم کو کوئی وقعت نہ دیتا تھا۔ ہاں وہ یہ ضرور چاہتا تھا کہ کسی صورت بیگ دار اور ملکہ میں صلح ہو جائے اور قلعہ میں خانہ جنگی نہ ہو۔

سپہ سالار کے پاس سے واپس آتے ہی اس نے اپنے خاص دستہ سے پچاس سپاہیوں کا انتخاب کیا اور انہیں لے کر شاہی مہمان خانہ کی طرف روانہ ہوا۔ مہمان خانہ پر ملکہ کے محافظ دستہ کے پندرہ چاق و چوبند سپاہی بڑی ہوشیاری سے پہرہ دے رہے تھے۔ فرفوس اپنے آدمیوں کو مہمان خانہ سے کچھ دور کھڑا کر کے تنہا ادھر چلا۔

فرفوس کو آتا دیکھ کر پہرے دار چوکنا ہو گئے۔ پہرے داروں کے سردار نے آگے بڑھ کے فرفوس کو ادب سے سلام کیا اور دریافت کیا۔

"نائب سپہ سالار نے اس وقت آنے کی زحمت کیوں گوارا کی؟"

فرفوس نے اپنے منصوبہ کے مطابق جواب دیا۔

"میں مسلم مہمان کو ملکہ ترکستان کے حضور پیش کرنا چاہتا ہوں اور اسے لے جانے کے لیے آیا ہوں۔"

"آپ کو یہ حکم کس نے دیا ہے نائب محترم؟" سردار نے پوچھا۔

"مجھے ملکہ ترکستان نے بھیجا ہے۔"

"مگر آپ کے ساتھ ہمارے سردار اعلیٰ کیوں نہیں آئے؟"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔"

"معزز نائب۔ میرے سردار اعلیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب تک وہ خود یہاں تشریف نہ لائیں اس وقت تک ہم مہمان خانہ اور مہمان کی حفاظت کرتے رہیں۔"

"کیا تم مجھے نہیں جانتے۔" فرفوس نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں محترم نائب سپہ سالار فرفوس بہادر۔" اس نے نہایت ادب اور نرمی سے جواب دیا۔

"پھر میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سامنے سے ہٹ جاؤ۔" فرفوس کا لہجہ اور زیادہ سخت ہو گیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کا حکم نہیں مان سکتا۔"

اس کے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ فرفوس نے بجلی جیسی پھرتی سے کمر سے خنجر کھینچ کے محافظ سردار کے سینہ میں اتار دیا پھر خنجر کمر میں لگا کر تلوار کھینچ لی۔ اس دوران فرفوس کے دور کھڑے آدمی تیزی سے بھاگتے ہوئے آئے اور مہمان خانہ کے محافظوں پر ٹوٹ پڑے۔ اب ایک اور تین کا مقابلہ تھا۔ فرفوس کے پچاس سپاہی تھے اور ملکہ کے محافظوں کی تعداد صرف پندرہ تھی جن میں سے ان کا سردار فرفوس کے خنجر سے شدید زخمی ہو کر زمین پر گر چکا تھا۔

ملکہ کے محافظوں نے جان توڑ کوشش کی کہ فرفوس کے آدمیوں کو پسپا کر دیں مگر فرفوس نے بہترین سپاہیوں کا انتخاب کیا تھا۔ اس لیے تھوڑے ہی مقابلہ کے بعد ملکہ کے محافظ زخمی ہو کر زمین پر گرنے لگے۔ ادھر فرفوس تلوار کھینچے ہوئے مہمان خانہ میں داخل ہوا۔ سعد گھبرایا ہوا کھڑا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آ رہا تھا۔

فرفوس تلوار کھینچے اندر آیا تو سعد نے کمر میں لگا خنجر کھینچ لیا۔

فرفوس نے کہا۔

"یقین کیجئے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی۔ ملکہ ترکستان نے مہمان خانہ کو محفوظ نہ سمجھتے ہوئے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو ایک محفوظ جگہ منتقل کر دیا جائے۔ آپ کے پہرے داروں کے ارادے نیک نہ تھے۔ اس لیے ان سب کو قتل کر دیا گیا ہے۔ براہ کرم آپ میرے ساتھ تشریف لایئے تاکہ آپ کو محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے۔"

فرفوس کی اس طویل گفتگو کے دوران آٹھ دس آدمی تلواریں کھینچے مہمان خانہ میں داخل ہو گئے تھے۔ سعد کے ہاتھ میں کھلا ہوا خنجر تھا۔ خنجر سے وہ زیادہ سے زیادہ ایک آدمی کو قتل کر سکتا تھا۔ اس کے بعد اس کا گرفتار ہونا لازمی تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس کوشش

میں وہ خود بھی زخمی ہو جائے۔ سعد کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ اسے محفوظ جگہ منتقل کرنے کے بہانے شرافت سے گرفتار کرنا مقصود تھا۔ ان حالات میں سعد نے سعی ناکام کا سہارا نہیں لیا۔

سعد نے خنجر دوبارہ کمر میں لگا لیا اور ان کے ساتھ جانے پر اپنی آمادگی ظاہر کر دی۔ فرفوس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ دس قدم کے فاصلہ سے اس کے پیچھے چلیں۔ اس وقت تک میدان صاف ہو چکا تھا۔ ملکہ کے محافظ سپاہیوں کی لاشیں ہٹا دی گئی تھیں اور کسی حد تک فرش سے خون کے نشانات بھی مٹا دیئے گئے تھے۔

فرفوس نے سعد کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال لیا اور اب وہ اس طرح چل رہا تھا جیسے دو دوست چلتے ہیں۔ وہ دونوں آگے آگے تھے اور فرفوس کے پندرہ بیس شمشیر بردار سپاہی کچھ دور فاصلہ سے پیچھے لگے چلے آ رہے تھے۔ وہ محل کی مختلف راہداریوں سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک موڑ پر فرفوس کے سامنے ایک کنیز نمودار ہو گئی۔

فرفوس کے قدم رک گئے اور اس نے مسکراتے ہوئے کنیز سے کہا۔

"زاشی---- خیریت سے تو ہو؟"

زاشی منہ کھولے' پتھرائی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے فرفوس کو کوئی جواب نہ دیا یا پھر صدمہ کی وجہ سے اس کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ اسے خاموش دیکھ کر فرفوس نے کہا۔

"زاشی۔ افسوس ہے کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ مگر میں مجبور تھا۔ جس طرح تم ملکہ ترکستان کے حکم سے انکار نہیں کر سکتیں' اس طرح میں اپنے بیگ دار کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو فرفوس۔" زاشی نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "یہ ہماری مجبوریاں ہیں۔ جب تم نے اتنا بتا دیا ہے تو کیا یہ بتانا پسند کرو گے کہ اس مجبور مہمان کا انجام کیا ہو گا؟"

"اس سلسلہ میں تم مطمئن رہو زاشی۔" فرفوس نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ "یہ مہمان جہاں بھی رہے گا' مہمان ہی رہے گا۔ اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔"

اتنا کہہ کر فرفوس نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ اس کی نظریں سعد پر لگی تھیں۔ فرفوس چند قدم چل کے رک گیا اور پلٹ کے بولا۔

"زاشی۔ میرا خیال ہے کہ تم میرے تعاقب کی کوشش نہیں کرو گی؟"

"فرفوس۔۔۔!" زاشی نے بڑی تمکنت سے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ میں ایسی ذلیل حرکتیں نہیں کیا کرتی پھر تم نے مجھے قیدی کی زندگی کا یقین بھی دلایا ہے۔"

"ٹھیک یقین دلایا ہے۔" فرفوس نے کہا۔ "تم چاہو تو میری بات پر یقین کر سکتی ہو۔ ایسے مہمان تو شطرنج کے قیمتی مہروں کا کام کرتے ہیں۔"

فرفوس' سعد کو لیے ہوئے آگے بڑھ گیا اور زاشی رخ موڑ کے بھاگم بھاگ ملکہ کے حضور پہنچی۔

"ملکہ حضور۔ غضب ہو گیا۔" زاشی نے ہانپتے ہوئے کہا۔

ملکہ قبق خاتون چونک پڑی۔ وہ حالات سے پہلے ہی پریشان تھی۔ زاشی نے اسے اور پریشان کر دیا۔

"کیا ہوا زاشی؟" ملکہ نے پژمردہ آواز میں کہا۔ "میرے مصائب پہلے ہی کیا کم ہیں کہ تم ان میں اور اضافہ کر رہی ہو۔"

"میں کیا کروں۔" زاشی سانس سنبھالتے ہوئے بولی۔ "ان آنکھوں نے جو دیکھا اور کانوں نے سنا ہے اگر وہ بیان نہ کروں تو میں نمک حرام کہلاؤں اور حضور کی نظروں سے گر جاؤں۔"

"اب بتاؤ بھی۔" ملکہ نے سانس لے کر کہا۔ "میں نے اپنا دل پتھر کر لیا ہے۔ بیگ دار کی بغاوت اور غداری سے بڑی اور کون سی مصیبت ہو سکتی ہے؟"

"اسی سلسلہ کی یہ بھی ایک کڑی ہے ملکہ حضور۔" زاشی نے ملکہ کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بڑی راہداری سے گزر رہی تھی کہ سامنے سے فرفوس آ گیا۔ وہی بیگ دار کا نائب جس نے قبالہ چے کی تلوار سے تلوار ملائی تھی۔"

"کچھ آگے بھی بتاؤ گی؟" ملکہ کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔

زاشی نے دھیمی آواز میں کہا۔

"سعد خیریت سے ہیں مگر انہیں مہمان خانہ سے ہٹا دیا گیا ہے۔"

"کس نے ہٹایا ہے انہیں؟" ملکہ اٹھ کے کھڑی ہو گئی۔ "یہ سب بیگ دار نے کیا ہو گا؟"

"شاید۔" زاشی نے مردہ آواز میں کہا۔ "فرفوس' سعد کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چل رہا تھا اور اس کے پیچھے شاہی فوج کے پندرہ بیس مسلح سپاہی تھے۔"

ملکہ نے انگلیاں چٹخاتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے فرفوس سے بات کی تھی؟"

زاشی نے بتایا۔

"میں نے اس سے بات نہیں کی مگر اس نے خود مجھے مخاطب کیا اور یقین دلایا کہ سعد کی جان کو کوئی خطرہ نہیں اور یہ کہ سعد کو مہمان خانہ سے زیادہ محفوظ جگہ پر لے جایا جا رہا ہے۔"

"مگر مہمان خانہ پر تو میرے محافظوں کا پہرہ تھا؟" ملکہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"میں یہ دیکھ کے سیدھی آپ کے پاس آگئی ہوں۔" زاشی نے بتایا۔ "حکم ہو تو جا کے دیکھوں کہ ان محافظوں کا کیا انجام ہوا۔"

"میرا خیال ہے انہیں قتل کر دیا گیا ہو گا۔" ملکہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "مگر تم جاؤ اور صحیح خبر لے کر آؤ۔"

زاشی چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بتایا۔

"ملکہ کا خیال بالکل صحیح تھا۔ فرفوس نے پچاس آدمیوں کے ساتھ پندرہ محافظوں کو گھیر لیا اور انہیں واپس جانے پر مجبور کیا مگر انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور سب کے سب ایک ایک کر کے ملکہ حضور پر قربان ہو گئے۔"

"یہ بہت برا ہو زاشی۔" ملکہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ "سعد کو کوئی نقصان پہنچا تو میں مسلم سپہ سالار کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ میں نے ان سے سعد کی جان کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ زاشی ذرا معلوم تو کرو سعد کو کہاں رکھا گیا ہے؟"

زاشی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"انہیں کہیں بھی رکھا گیا ہو مگر میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گی۔"

"تمہاری زبان مبارک ہو۔" ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی بات ختم ہوئی تھی کہ دوسری کنیز نے اندر آ کر بتایا کہ وزیراعظم ملاقات کے خواہش مند ہیں۔ ملکہ اور زاشی نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔ وزیراعظم کے لیے یہ مشہور ہو گیا تھا کہ انہوں نے ملکہ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور آج کل ان کا اٹھنا بیٹھنا سپہ سالار بیگ دار کے ساتھ ہے۔

ملکہ نے زاشی سے پوچھا۔

"تیرا کیا خیال ہے زاشی۔ وزیراعظم تو ہمارے خلاف ہو گئے ہیں۔"

زاشی نے مشورہ دیا۔

"ملکہ حضور۔ دشمن بھی گھر پر آئے تو اس سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ سیاست میں ہر وقت مہرے بدلتے رہتے ہیں۔ اگر وزیراعظم آپ سے کٹ کے سپہ سالار کے پاس جا سکتے ہیں تو اسے چھوڑ کے واپس بھی آ سکتے ہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" پھر ملکہ نے کنیز سے کہا۔ "وزیراعظم کو عزت سے اندر لاؤ۔"

وزیراعظم سر جھکائے شرمندہ شرمندہ سے اندر آئے اور ملکہ کو سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ ملکہ نے کہا۔

"آپ کھڑے کیوں ہیں۔ تشریف رکھئے۔"

وزیراعظم بیٹھ گئے۔ انہوں نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے ملکہ ترکستان۔ امید ہے آپ مجھے معاف فرمائیں گی۔ سلطنت سغد کے بارے میں میرے بڑے بڑے خواب تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ شاید میرے خواب کی تعبیر سپہ سالار بیگ دار کے پاس ہے مگر جب میں اس سے ملا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کے ارادے نیک نہیں۔ وہ صرف ملکہ ترکستان کو تخت و تاج سے محروم کر کے سغد کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ میری امیدیں ٹوٹ گئی ہیں۔ میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیجئے اور سلطنت کے کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔"

"بزرگ محترم۔" ملکہ ترکستان نے جواب میں کہا۔ "میں جانتی ہوں جنگ میں ہر حربہ جائز ہوتا ہے۔ آپ نے بیگ دار کو مجھ سے بہتر سمجھا' اس کے پاس چلے گئے۔ ظاہر ہے کہ آپ کی میرے ساتھ وفاداری میں فرق آ گیا۔ اب پھر آپ واپس آئے ہیں۔ میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں مگر میں بھی انسان ہوں۔ مجھے کچھ وقت دیجئے کہ میں آپ کے بارے میں کسی نتیجہ پر پہنچوں۔"

"آپ نے بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے ملکہ ترکستان۔" وزیراعظم نے کہا۔ "آپ مجھے ضرور آزمائیے۔ اگر آپ مجھے وفادار پائیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں بخارا کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کے چلا جاؤں گا۔ میں اسی لیے حاضر ہوا تھا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

ملکہ نے کہا۔

"آپ دل نہ چھوٹا کیجئے۔ آپ کی پچھلی خدمات میرے سامنے ہیں۔" ملکہ نے وزیراعظم کو مطمئن کر کے واپس کر دیا۔

وزیراعظم کے جانے کے کچھ دیر بعد زاشی آ گئی۔ ملکہ نے پرامید نظروں سے زاشی کو

دیکھا۔ زاشی نے گھبرا کے اپنی نظریں جھکا لیں۔
ملکہ نے کہا۔
"زاشی۔ میں جانتی ہوں کہ تمہیں سعد کی تلاش میں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"
زاشی نے ٹھنڈی سانس لے کے کہا۔
"ملکہ حضور۔ ہزار کوشش کے باوجود میں اب تک کچھ نہ معلوم کر سکی لیکن۔۔۔۔"
زاشی کہتے کہتے رکی تو ملکہ نے کہا۔
"خاموش مت رہو زاشی۔ جو کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو۔ میں ہر خبر سننے کے لیے تیار ہوں۔ اب تو میں مشکلات میں اس قدر گھر چکی ہوں کہ کسی طرف امید کی ایک کرن بھی نہیں دکھائی دیتی۔"
"حوصلہ رکھیے ملکہ حضور۔" زاشی خود بھی ٹوٹ پھوٹ گئی تھی مگر اس نے بڑے تحمل سے ملکہ کو حوصلہ دیا۔ "میں بھی آپ کی طرح ایک عورت ہوں اور آپ کے دل کا حال جانتی ہوں۔ میں نے تمام شاہی محلات چھان مارے ہیں مگر اب تک سعد کا پتہ نہیں چل سکا۔ پھر بھی میں نا امید نہیں اگر فرفوس نے اسے پاتال میں بھی چھپایا ہے تو میں وہاں تک پہنچ جاؤں گی۔"
"کاش تم کامیاب ہو۔" ملکہ نے آہ بھری۔
زاشی کو محسوس ہوا کہ ملکہ کی حالت بگڑ رہی ہے۔ اس نے آگے بڑھ کے ملکہ کو سہارا دیا۔ پھر اس نے آواز دے کر باہر سے کنیز کو بلایا اور اسے تاکید کی کہ ملکہ کو مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ جو بھی ملاقات کے لیے آئے' اسے کہہ دیا جائے کہ ملکہ آرام فرما رہی ہیں۔
کنیز کو ہدایت دے کر زاشی باہر نکل گئی۔

○☆○

قلعہ بخارا کے اندر سازشیں اور ریشہ دوانیاں اپنے عروج پر تھیں اور باہر لشکر اسلام قلعہ کا محاصرہ کیے پڑا تھا۔ جوں جوں دن گزرتے جا رہے تھے سپہ سالار کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ ملکہ بخارا سے ان کا کوئی رابطہ نہ تھا۔ ملکہ کی کنیز زاشی کو سپہ سالار کے پاس آئے ہوئے آٹھ دن سے زیادہ گزر چکے تھے۔ سپہ سالار سعید بن عثمان کو اپنے بھائی کی طرف سے

بھی فکر تھی مگر وہ قلعہ پر حملہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے قلعہ والوں کو تین ہفتے کا وقت دیا تھا۔

قلعہ بخارا کے اندر ملکہ بخارا کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ ایک دن وہ بہت زیادہ تنگ آ گئی تو اس نے دربار خاص منعقد کرنے کا حکم دیا۔ اعلان ہوتے ہی سپہ سالار، وزیراعظم اور دوسرے تمام سردار اور معززین قلعہ دربار خاص میں حاضر ہو گئے۔ ملکہ دربار میں سیاہ لباس پہن کے آئی۔ یہ لباس ہر مذہب اور قوم میں عام طور سے اظہار غم کی علامت سمجھا جاتا ہے مگر اس لباس میں خواتین کا حسن اور زیادہ اجاگر ہوتا ہے چنانچہ جب ملکہ ماتمی لباس میں دربار ہال میں داخل ہوئی تو ایک جھماکا سا ہوا اور یوں معلوم ہوا جیسے بدلی سے چاند نکل آیا ہے۔

ملکہ کے استقبال کرنے کے لیے تمام درباری کھڑے ہو گئے۔ سپہ سالار بیگ دار نے چاہا کہ وہ ملکہ کے استقبال میں کھڑا نہ ہو مگر اس کے نائب فرفوس نے اسے ٹھوکا مار کر یاد دلایا اور کھڑے ہونے پر مجبور کیا۔

ملکہ نے درباریوں کو بالکل انتظار میں نہ رکھا اور اپنے دل کے بوجھ کو الفاظ میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ ملکہ نے کہا۔

"اے سلطنت سغد اور ملکہ قبق خاتون کے وفادارو۔ میں اس طوفان کو دیکھ رہی ہوں جو بڑھتے بڑھتے قلعہ بخارا کی فصیلوں تک پہنچ گیا ہے۔ ان حملہ آوروں کی تعداد دیکھنے میں اگرچہ قلیل معلوم ہوتی ہے مگر اس قلیل تعداد لشکر نے خراسان کی تین سلطنتوں کو تہہ بالا کر ڈالا ہے اور اب ہمارے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ مجھے اپنی بہادر فوج پر فخر ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ میرے اشارے پر کٹ مرے گی۔ مگر جس جنگ کا بھیانک انجام مجھے پہلے ہی نظر آ رہا ہے اس میں اپنے لشکر کو میں نہیں جھونک سکتی۔ مجھے اپنی فوج سے محبت ہے۔ میں اپنی رعایا کی سلامتی چاہتی ہوں۔ میں نے مسلم سپہ سالار کے پاس امن وفد بھیجا تھا........"

"اور اس وفد کی سرداری خود ملکہ بخارا قبق خاتون نے کی تھی۔" یہ آواز بیگ دار کی تھی جس نے ملکہ بخارا کی تقریر میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔

سپہ سالار کی آواز پر لوگوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا مگر ان کی چہ میگوئیاں شروع ہونے سے پہلے ہی ملکہ بخارا نے پوری آواز سے بیگ دار کو جواب دیا۔

"ہاں میرے وفادارو۔ اس امن وفد کی سرداری تمہاری ملکہ قبق خاتون نے کی تھی۔

جب تمہاری ملکہ میدان جنگ میں اپنے لشکر کی کمان کر سکتی ہے تو امن وفد کی سرداری پر سپہ سالار بیگ دار کو کیوں اعتراض ہے۔ اس وفد میں میرے ساتھ وزیراعظم اور دس اور مرد و خواتین تھیں۔ وفد کی اہمیت کے پیش نظر میں نے اس میں بھیس بدل کے شرکت کی اور مسلم سپہ سالار سے بذات خود گفتگو کی۔ مسلم سردار نے میرے سامنے تین شرطیں رکھیں جن پر جنگ رک سکتی تھی اور مسلمان لشکر قلعہ پر حملہ کیے بغیر آگے بڑھ سکتا تھا........"

"ہمیں کوئی شرط منظور نہیں۔" بیگ دار نے پھر ملکہ کی بات کاٹ دی۔

ملکہ نے کڑک دار آواز میں جواب دیا۔

"میں نے اپنا مقدمہ دربار خاص میں پیش کیا ہے۔ میرا فیصلہ بھی دربار خاص ہی کرے گا۔ سپہ سالار کو تنہا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔"

فرفوس نے پھر سپہ سالار کا ہاتھ دبایا کہ وہ خاموش رہے۔ جب کسی طرف سے کوئی آواز نہ آئی تو ملکہ نے اپنی بات آگے بڑھائی۔ اس نے کہا۔

"مسلمان سپہ سالار کی پہلی شرط یہ ہے کہ ان کا لشکر قلعہ پر حملہ نہیں کرے گا اگر اسے ایک معمولی رقم جزیہ کے طور پر سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا جائے۔ یہ سالانہ رقم اس قدر کم ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بدلے میں نہ صرف مسلمان لشکر جنگ سے باز رہے گا بلکہ وہ ہماری سلطنت کی حفاظت کا بھی ذمہ دار ہو گا اور دوسرے حملہ آوروں کے خلاف ہماری حفاظت کرے گا۔ مسلم سپہ سالار نے اس بات کا بھی اعلان کیا کہ وہ سلطنت سغد کے کسی معاملہ میں دخل نہیں دیں گے نہ اس کی سرحدوں میں کمی بیشی کریں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم اپنا مذہب چھوڑ کے ان کا مذہب اختیار کر لیں۔ اس شرط سے میں نے ان کے سامنے ہی انکار کر دیا اور اس پر غور کرنے کا وعدہ تک نہیں کیا۔ ان کی تیسری اور آخری شرط یا صورت یہ تھی کہ پھر جنگ سے فیصلہ ہو گا۔ میں نے ان سے "جزیہ" کی شرط پر صلح و مشورہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور ان سے تین ہفتے کا وقت مانگا ہے مگر میں دیکھ رہی ہوں کہ ہمارے سپہ سالار اپنی ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے زعم میں جنگ کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ میں انہیں بتانا چاہتی ہوں کہ جنگ کا فیصلہ فوجوں کی تعداد سے نہیں ہوتا بلکہ لڑنے والوں کے جذبہ سے ہوتا ہے۔ بے شک ہمارے پاس کثیر تعداد میں فوج موجود ہے مگر مسلمان لشکر کے ساتھ نصرت اور فتح کی دیوی ہے جو انہیں ہر میدان میں فتح دلا رہی ہے۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ لوگ رضامند ہوں تو جزیہ کے بارے میں غور کیا جائے۔"

سپہ سالار بیگ دار نے کھڑے ہو کر صاف الفاظ میں کہا۔
"میں اپنی بہادر فوج کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ ہمیں حملہ آوروں کی پہلی دونوں شرطیں منظور نہیں' نہ ہم انہیں جزیہ دے کر ان کے غلام بننا چاہتے ہیں اور نہ ہم اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کے جہنم جلنا چاہتے ہیں۔ رہی تیسری صورت یعنی جنگ۔ تو مجھے اپنی ایک لاکھ بیس ہزار افواج پر فخر ہے اور ہم میدان میں نکل کر حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ میں سب کو یقین دلاتا ہوں کہ میری فوج میں اس قدر طاقت موجود ہے کہ وہ مسلمان لشکر کو شکست سے دوچار کر دے گی۔"
"بیگ دار۔" ملکہ چیخ پڑی۔ "یہ تم بار بار میری فوج---- میری فوج کی کیا رٹ لگا رہے ہو۔ تم فوج کے مالک کب سے ہو گئے۔ تم میری سلطنت کے ملازم ہو اور فوج سلطنت سغد کے ماتحت ہے جس کی ملکہ میں ہوں۔ میں تمہیں خبردار کرتی ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز آ جاؤ اور صلح کی گفتگو شروع کرو ورنہ میں اعلان کرتی ہوں کہ اگر آئندہ چار دن کے اندر سپہ سالار یا فوج نے حملہ آوروں سے صلح کا فیصلہ نہ کیا تو میں یعنی ترک ملکہ تبق خاتون سلطنت سغد کے تخت و تاج سے دست بردار ہو کر گوشہ نشین ہو جائے گی۔ پھر تمہارا جو جی چاہے وہ کرتے پھرنا۔"
اس کے ساتھ ہی ملکہ نے دربار خاص برخاست کر دیا۔ ممکن ہے کہ ملکہ کی جذباتی تقریر سے لوگوں پر اثر ہوا ہو مگر وہ لوگ سپہ سالار کے خوف سے منہ سے کچھ نہ بول سکتے تھے۔ بیگ دار پر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس نے ملکہ سے ڈرنے کے بجائے اور زیادہ ہاتھ پیر نکالے۔ اس نے اپنے طور پر ایک جنگی کمیٹی تشکیل دی اور ملکہ کے پورے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے۔

اس وقت تک تو خاموشی رہی اور سپہ سالار کے خلاف بولنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی مگر اس دن عوام کی تیوریوں پر بل پڑ گئے جب سپہ سالار بیگ دار نے ملکہ ترکستان کے محافظ دستوں کو غیر مسلح کرنے کا حکم دیا۔ سپہ سالار بیگ دار کا یہ حکم زبانی تھا جسے اس نے اپنے نائب فرفوس کے ذریعے ملکہ کے محافظ دستوں کے سردار اعلیٰ کے پاس بھجوایا۔
فرفوس جب سردار اعلیٰ کے پاس پہنچا تو سردار اعلیٰ نے یہ سوچتے ہوئے کہ فرفوس نائب سپہ سالار ہے' اس کی تعظیم کی اور خوش آمدید کہا۔
"نائب سپہ سالار نے کس لیے تکلیف فرمائی؟" محافظ دستہ کے سردار اعلیٰ نے دریافت کیا۔

فرفوس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔
"سپہ سالار سلطنت سغد نے حکم دیا ہے کہ ملکہ ترکستان قبق خاتون کے محافظ دستوں کو غیر مسلح کر دیا جائے۔"
سردار اعلیٰ کو یہ سن کے غصہ آ گیا مگر اس نے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرمی سے جواب دیا۔
"شاید نائب کو یہ نہیں معلوم کہ ملکہ کے محافظ دستے براہ راست ملکہ ترکستان کے ماتحت ہیں اور وہ صرف ملکہ ترکستان کو جوابدہ ہیں۔"
فرفوس نے ذرا تلخ لہجے میں کہا۔
"اور شاید سردار اعلیٰ کو یہ نہیں معلوم کہ سپہ سالار بیگ دار سلطنت سغد کی تمام افواج کے حاکم اعلیٰ ہیں اور ان کا حکم ماننا ہر اس شخص پر فرض ہے جو اپنے آپ کو سپاہی یا سردار سمجھتا ہے۔"
سردار اعلیٰ نے دیکھا کہ اس طرح تلخی میں اضافہ ہو گا اس لیے اس نے مختصراً" کہا۔
"نائب محترم۔ میں آپ سے بحث نہیں کرتا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ مجھے صرف ملکہ ترکستان کا حکم ماننا ہے۔ آپ ملکہ کا حکم لے آیئے' میں اسی وقت تمام محافظ دستوں کو ہتھیار اتار دینے کا حکم دے دوں گا۔"
فرفوس اور بگڑ گیا' سخت لہجے میں بولا۔
"سردار اعلیٰ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میں اس ہستی کا حکم نامہ لے کر آیا ہوں جس کے قبضے میں اس وقت ایک لاکھ بیس ہزار کا ترک لشکر موجود ہے اور اگر وہ چاہے تو دس ہزار کے محافظ دستوں کو ایک منٹ میں ملیا میٹ کر سکتا ہے۔"
"آپ کچھ بھی فرمائیں نائب محترم۔" سردار اعلیٰ نے جواب دیا لیکن محافظ دستوں کو صرف ملکہ ترکستان ہی غیر مسلح کر سکتی ہیں اور اگر کسی طرف سے زبردستی کی گئی تو دس ہزار تلواریں اپنا فرض ادا کریں گی۔"
نائب سپہ سالار جو بہت اکڑتا ہوا آیا تھا' وہ پیر پٹختا ہوا واپس ہو گیا۔
ادھر سردار اعلیٰ نے فرفوس کے جانے کے بعد فوراً" شاہی محل کا رخ کیا اور ملکہ سے فوری طور پر ملاقات کی درخواست کی۔ ملکہ کا واحد سہارا یہی دستے رہ گئے تھے۔ اس نے فوراً" سردار اعلیٰ کو طلب کر لیا۔
"کیا بات ہے ہمارے محافظ دستوں کے سردار اعلیٰ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟" ملکہ

نے سردار اعلیٰ سے دریافت کیا۔ سردار اعلیٰ سے زیادہ وہ خود پریشان ہو رہی تھی لیکن اس نے خود پر قابو رکھا ہوا تھا۔

سردار اعلیٰ نے ٹھہر ٹھہر کے کہنا شروع کیا۔

"ملکہ محترم۔ شاہی فوجوں کے نائب سپہ سالار فرفوس میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے سپہ سالار نے حکم دیا ہے کہ ملکہ ترکستان کے تمام محافظ دستوں کو فوری طور پر غیر مسلح کر دیا جائے۔"

ملکہ نے پوچھا۔

"انہوں نے اس کی کوئی وجہ بیان کی تھی؟"

"جی نہیں ملکہ ترکستان۔" سردار اعلیٰ نے کہا۔ "انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ اس ہستی کا حکم ہے جس کے قبضہ میں اس وقت ایک لاکھ بیس ہزار کا ترک لشکر موجود ہے۔"

"اور کچھ کہا تھا اس نے؟" ملکہ اگرچہ بہت پریشان تھی مگر وہ بڑے تحمل سے گفتگو کر رہی تھی۔ اس کے چہرے سے قطعی ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ وہ پریشان ہے۔

سردار اعلیٰ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں انہوں نے بہت کچھ کہا تھا جس میں تنبیہ (الٹی میٹم) بھی تھا کہ اگر سپہ سالار چاہیں تو وہ محافظ دستوں کو ایک منٹ میں ملیا میٹ کر سکتے ہیں۔"

ملکہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔

"تم نے کیا جواب دیا اسے؟"

"ملکہ ترکستان۔ میں نے صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ہم براہ راست ملکہ کے ماتحت ہیں اور ہم صرف ملکہ کا حکم مانتے ہیں۔ اگر سپہ سالار نے ہم پر زیادتی کی کوشش کی تو وہ اپنے خلاف ہماری دس ہزار تلواریں بلند دیکھیں گے۔"

"شاباش ہے تم پر۔" ملکہ نے تعریف کی۔ "مجھے اپنے وفادار دستوں پر فخر ہے۔ میں اس وقت تمہارے سامنے اعلان کرتی ہوں کہ اگر تم پر حملہ کیا جائے تو تم فوراً مجھے اطلاع دینا۔ پھر تم دیکھو گے کہ سپہ سالار کے مقابلہ پر صرف دس ہزار تلواریں نہیں بلکہ ان کی تعداد دس ہزار ایک تلواریں ہو گی۔ ملکہ ترکستان تلوار بلند کر کے تمہارے ساتھ اس غدار بیگ وار کا مقابلہ کرے گی۔"

سردار اعلیٰ نے فوراً سر جھکا دیا اور اعلان کیا۔

"مجھے اور میرے دستوں کو ملکہ ترکستان پر فخر ہے۔ اگر ایسا وقت آیا تو ملکہ ترکستان

ملاحظہ فرمائیں گی کہ ان کے محافظ کس طرح دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی قابل فخر ملکہ پر قربان ہو جاتے ہیں۔"

ملکہ ترکستان قبق خاتون کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمکنے لگے۔

اسی شام ملکہ ترکستان نے وزیراعظم کو بلوانے ایک کنیز روانہ کی۔ کنیز ابھی شاہی محل کے دروازے پر پہنچی تھی کہ اسے وزیراعظم سواری سے اترتے دکھائی دیئے۔

کنیز نے آگے بڑھ کر وزیراعظم کو تعظیم پیش کی اور عرض کیا۔

"ملکہ بخارا آپ کو یاد کر رہی ہیں۔ میں آپ کو بلانے جا رہی تھی۔"

"چلو اچھا ہوا تم جانے کی زحمت سے بچ گئیں۔" وزیراعظم نے جواب دیا۔ "خیریت تو ہے۔ ملکہ کے مزاج تو اچھے ہیں؟"

کنیز نے بتایا۔

"نہایت خاموش رہتی ہیں ملکہ آج کل۔ ابھی محافظ دستوں کے سردار اعلیٰ آئے تھے۔ ان سے دیر تک گفتگو کرتی رہی تھیں پھر آپ کو بلوانے کا حکم دیا۔"

"اچھا تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔" یہ کہتے ہوئے وزیراعظم کنیز کے پیچھے چلنے لگے۔

ملکہ کے خاص کمرے میں پہنچ کے کنیز نے وزیراعظم کو انتظار کا اشارہ کیا اور خود اندر چلی گئی۔ ملکہ اسے دیکھ کے چونکی۔ بولی۔

"تو وزیراعظم کو بلانے نہیں گئی؟"

"میں انہیں لے کے آئی ہوں۔ باہر کھڑے ہیں۔ اجازت دیجئے تو لے آؤں؟" کنیز نے جواب دیا۔

ملکہ نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"یہ کیوں نہیں کہتی کہ تجھے جانے کی ضرورت نہیں پڑی اور وہ خود تشریف لے آئے۔"

"جی ہاں۔ ایسا ہی ہوا ہے۔" کنیز نے اقبال کیا۔

"پھر کھڑی کیوں ہے۔ انہیں عزت سے لے کے آ۔"

کنیز پھر واپس ہوئی۔

"تشریف لے چلئے۔" کنیز نے وزیراعظم سے کہا۔

وزیراعظم سر جھکائے کنیز کے پیچھے ملکہ کے کمرے میں داخل ہوئے۔

ملکہ نے وزیراعظم کو سلام بھی نہ کرنے دیا اور بول پڑیں۔

"اچھا ہوا آپ تشریف لے آئے۔ میں نے بلانے کو کنیز بھیجی تھی۔"

"جی میں آپ ہی کی طرف آ رہا تھا۔" اور وزیراعظم کا سلام کے لیے اٹھا ہوا ہاتھ نیچے آ گیا۔ "دراصل بیگ دار کی حرکتیں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ اب دم گھٹنے لگا ہے۔"

ملکہ کھڑے سے بیٹھ گئی۔ افسردگی سے بولی۔

"غرور نے اس کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔ مسلمانوں کے قاصد کو اس نے گرفتار کر کے کہیں قید کر دیا ہے۔ میں اب انہیں کیا جواب دوں گی۔ آج اس نے فرفوس کے ذریعہ میرے دستوں کو غیر مسلح کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر میرا سردار اعلیٰ اکڑ گیا۔ اس نے صاف طور پر جواب دیا کہ اگر ادھر کا رخ کیا تو دس ہزار تلواروں کو مقابلہ پر پاؤ گے۔"

وزیراعظم بولے۔

"اس نے آپ کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں۔ جن افسروں کے بارے میں اسے شبہ ہوتا ہے کہ وہ آپ کے ہمدرد ہیں' انہیں فوراً برخاست کر دیتا ہے۔ اب تو وہ علی الاعلان کہتا پھر رہا ہے کہ وہ آپ کو ہٹا کر خود سغد کا بادشاہ بنے گا۔"

"خیر یہ تو اس کے خواب ہیں۔" ملکہ نے تحمل سے کہا۔ "مسلمانوں کے ہاتھ سے بچے گا تو کچھ کر سکے گا۔"

"مگر مسلمان خاموش کیوں بیٹھے ہیں۔" وزیراعظم نے کہا۔ "محاصرہ کیے انہیں دو ہفتے ہونے کو آئے ہیں مگر وہ کوئی قدم اٹھاتے ہی نہیں۔"

"میں نے انہیں روک رکھا ہے بزرگ وزیراعظم۔" ملکہ نے بتایا۔ "وہ تو حملہ کرنے والے تھے مگر میں نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ تین ہفتہ کی مہلت دیں۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھائیں۔"

وزیراعظم کچھ سوچنے لگے۔ ملکہ بھی خاموش رہی۔

"ملکہ ترکستان۔" وزیراعظم نے کہا۔ "میں تو یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ جلد کوئی قدم اٹھایئے ورنہ حالات پر آپ کا قابو نہ رہ سکے گا۔"

ملکہ نے جواب دیا۔

"میں نے آپ کو اسی لیے بلوایا ہے کہ کوئی مشورہ دیجئے۔ اس کے خلاف کیا قدم اٹھایا جا سکتا ہے؟"

وزیراعظم نے دریافت کیا۔

"آپ کے دس ہزار محافظوں کے علاوہ شاہی لشکر کے کسی اور سردار نے بھی آپ سے

رابطہ کیا ہے کہ نہیں؟"
"ابھی تک تو کسی نے رابطہ نہیں کیا مجھ سے۔" ملکہ نے جواب دیا۔
وزیراعظم نے خیال ظاہر کیا۔
"ہو سکتا ہے کہ سپہ سالار نے آپ کے محل کے گرد اپنے آدمی لگا دیئے ہوں جو آنے جانے والوں کو روکتے ہوں۔"
ملکہ چونک پڑی۔ بولی۔
"بزرگ وزیراعظم۔ آپ نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے یا اس میں کچھ حقیقت بھی ہے۔"
"مجھے حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے۔" وزیراعظم نے جواب دیا۔ "جب میں آپ کی طرف آ رہا تھا تو میں نے محل کے صدر دروازے سے کچھ دور فرفوس کو کھڑے دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ تین چار اور آدمی بھی تھے۔ اس کا یہاں کھڑے ہونا ضرور کوئی معنی رکھتا ہے۔"
اب ملکہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔
"اس کا مطلب ہے کہ شاہی لشکر میں میرے ہمدرد سردار موجود ہیں۔ وہ مجھ سے ملنے کی کوشش کرتے ہوں گے اور سپہ سالار اپنے آدمیوں کے ذریعہ انہیں روک دیتا ہو گا۔"
"مجھے آپ کے خیال سے پورا اتفاق ہے۔" وزیراعظم نے فوراً کہا۔
"پھر اس کا توڑ کیسے ہو سکتا ہے؟"
"آپ اپنی کسی کنیز کو لشکر کے سرداروں کے پاس باری باری بھیجئے اور ان سے صرف یہ معلوم کیجئے کہ آیا وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"
"اگر کوئی سردار ملنے کی خواہش کرے تو ہم اس سے کس طرح مل سکتے ہیں؟"
وزیراعظم نے سمجھایا۔
"ملکہ ترکستان۔ ابھی کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ کتنے سردار ایسے ہیں جو آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔ رہا ان سے ملاقات کا انتظام تو اس کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑیئے۔ اس کا انتظام میں کر لوں گا۔"
"ترکیب تو آپ نے لاجواب بتائی ہے۔" ملکہ خوش ہو گئی۔ "کسی نے سچ کہا ہے عمر کے ساتھ ساتھ تجربہ بڑھتا جاتا ہے۔ اس طرح ہمیں کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ شاہی لشکر میں ہمارے کتنے وفادار موجود ہیں اور ہمیں سپہ سالار کی طاقت کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ ہم آپ کے شکر گزار ہیں بزرگ وزیراعظم۔"

"اب مجھے اجازت دیجئے ملکہ ترکستان۔" وزیراعظم کھڑے ہو گئے۔ "مجھے فرفوس نے دیکھ لیا ہے۔ وہ فکر مند ہو گیا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب کب ملاقات ہو گی؟" ملکہ نے اسے اجازت دی۔

"آپ جب یاد کریں گی' حاضر ہو جاؤں گا۔" وزیراعظم نے جواب دیا۔ "ویسے آپ یہ کام کب تک انجام دے سکیں گی۔ مجھے صرف اندازہ چاہیے۔"

ملکہ نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد کہا۔

"زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ۔ میں اس سے پہلے ہی کوشش کروں گی کہ تمام سے رابطہ ہو جائے۔"

"پھر میں ایک ہفتہ بعد آؤں گا۔" وزیراعظم نے کہا۔ "آپ مجھے نہ بلوایئے گا' میں خود آ جاؤں گا۔"

○☆○

لالے اور زاشی ایک جان دو قالب ہو رہے تھے۔ زاشی کم و بیش روز ہی فصیل پر جاتی اور لالے سے گھنٹوں باتیں کرتی رہتی۔ وہ کیا باتیں کرتی تھی۔ اس کا علم اسے بھی نہ تھا۔ کوئی پوچھتا کہ تو نے آج لالے سے کیا باتیں کیں تو شاید زاشی ایک بات بھی نہ بتا سکتی مگر وہ باتیں کرتی تھی اور روز باتیں کرتی تھی۔ جب سے قلعہ کے حالات مخدوش ہوئے تھے' ان کی باتیں اکثر گھوم پھر کے قلعہ بخارا کے حالات پر آ جاتی تھیں۔

ملکہ بخارا کو سپہ سالار جس طرح بے بس اور بے دست و پا کرتا چلا جا رہا تھا' اس سے زاشی پریشان ہی نہ رہتی تھی بلکہ اس نے لالے کو بھی پریشان کر دیا تھا پھر لالے کے ذریعہ یہ بات پوری فصیل پر پہنچ گئی۔ قلعہ بخارا میں موجود ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر میں مشکل سے دس بیس ایسے لشکری ہوں گے جنہیں سپہ سالار اور ملکہ کے بگڑتے ہوئے معاملات کا علم نہ تھا۔ یہ سب کے سب اپنے دستوں کے سردار تھے۔ انہیں بس تھوڑا بہت علم ہی تھا' دلچسپی کوئی نہ تھی۔ وہ سب سپہ سالار کے وفادار تھے اور سلطنت سغد کی اصل طاقت وہ سپہ سالار ہی کو سمجھتے تھے۔

مگر فصیل کے محافظ دستوں میں یہ بات پھیل گئی تھی کہ سپہ سالار بیگ دار اور ملکہ بخارا میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ سب بھی سپہ سالار کے وفادار تھے لیکن لالے کے ذریعے

انہیں کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئی تھیں جس سے انہیں یہ شبہ ہو گیا تھا کہ شاید سپہ سالار ملکہ کو معزول کر کے خود سغد کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ سپہ سالار کے وفادار ہونے کے باوجود یہ لوگ ملکہ کے خلاف نہ تھے۔ وہ ملکہ کے خلاف کیوں ہوتے۔ ملکہ نے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی بلکہ سپہ سالار کے ذریعہ ان کے معاوضوں میں ہر سال اضافہ ہو جاتا تھا۔

سپہ سالار نے شاہی محل (ملکہ بخارا کا محل) کے گرد دور دور تک اپنے مضبوط دستے مقرر کر دیئے تھے۔ اس کی خبر ملکہ کو بھی تھی اور ملکہ کے محافظ دستوں کے سردار اعلیٰ کو بھی اس بات کا علم تھا۔ اس نے ملکہ کو یقین دلایا تھا کہ وہ بالکل محفوظ ہیں۔ اگر سپہ سالار بیگ دار کے دستوں نے محل کی طرف پیش قدمی کی کوشش کی تو یہاں ایک ایسا میدان جنگ بن جائے گا جس کی مثال سغد کی تاریخ میں نہیں ہو گی۔

ملکہ کے محل کے گرد اپنے دستے لگانے کے علاوہ سپہ سالار نے شاہی محل کے غلاموں اور کنیزوں کو بھی توڑنا اور ورغلانا شروع کر دیا تھا۔ ملکہ کے دو غلام کسی طرح سپہ سالار بیگ دار کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اس کی خبر جب محافظ دستوں کے سردار اعلیٰ کو ہوئی تو اس نے اس کی پوری تحقیقات کی۔ جب ان پر جرم ثابت ہو گیا تو سردار اعلیٰ نے انہیں قتل کرانے کے بجائے سلطنت سغد کی حدود سے باہر نکلوا دیا۔

ملکہ بخارا قبق خاتون کی کنیزیں بہت وفادار ثابت ہوئیں۔ انہیں سپہ سالار کی طرف سے بہت لالچ دی گئی مگر ایک کنیز بھی نمک حرامی پر آمادہ نہ ہوئی بلکہ ملکہ کی وفاداری میں ان کا ایمان اور زیادہ پختہ ہو گیا۔ زاشی دل و جان سے ملکہ کو چاہتی تھی۔ ملکہ بھی نہ صرف اس کی قدر کرتی بلکہ اسے اپنی دوست اور سہیلی سمجھتی تھی۔

ایک شام جب زاشی فصیل پر اپنے لالے سے ملنے گئی ہوئی تھی تو ملکہ کی ایک دوسری کنیز اسے ڈھونڈتی ہوئی فصیل پر پہنچ گئی۔ زاشی کو وہاں آئے ہوئے مشکل سے نصف گھنٹہ ہوا تھا اور اس نے ابھی لالے سے دل کی باتیں شروع ہی کی تھیں کہ ملکہ کی کنیز اس کے پاس پہنچ گئی۔ زاشی اٹھ کے کھڑی ہو گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ ملکہ کو اس سے کوئی ضروری کام آن پڑا ہے جبھی ملکہ کی کنیز اسے بلانے آئی ہے۔

زاشی نے آگے بڑھ کے پوچھا۔

"اچھی بہن۔ خیریت ہے۔ ملکہ تو خیریت سے ہیں؟"

کنیز نے بتایا۔

"ابھی ابھی وزیراعظم آئے تھے۔ ملکہ اور ان میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ان کے

جاتے ہی ملکہ نے مجھے حکم دیا کہ تم جہاں ہو وہاں سے تمہیں ڈھونڈ کے لایا جائے۔"

زاشی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پھر تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں؟"

"لو۔ یہ کیا بات ہوئی۔" کنیز بھی مسکرائی۔ "پورا محل جانتا ہے کہ تم شام کے وقت فصیل پر ہوتی ہو۔ ملکہ ترکستان نے بھی اشارہ کیا تھا کہ زاشی کہیں نہ ملے تو فصیل پر ضرور دیکھ لینا۔"

زاشی شرما گئی اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔ ذرا دیر میں دونوں محل میں پہنچ گئیں۔

"آپ کی زاشی آ گئی ملکہ ترکستان۔" کنیز نے ملکہ کے پاس پہنچ کے شوخی سے کہا۔

"کہاں ملی یہ تمہیں؟" ملکہ نے پوچھا۔

"اے حضور وہ جو کہا ہے کسی نے کہ ملا کی دوڑ مسجد تک اور زاشی کی دوڑ فصیل تک۔" یہ کہتے ہوئے کنیز نے زاشی کو دیکھا۔

"جا دفع ہو یہاں سے۔" زاشی مصنوعی غصہ سے بولی۔

ملکہ نے دخل دیا۔

"کیوں ڈانٹتی ہے اسے۔ حالات ذرا ٹھیک ہو جائیں پھر ہم تجھے ہمیشہ کے لیے فصیل والے کے سپرد کر دیں گے۔"

"ملکہ حضور۔" زاشی اور زیادہ شرما گئی پھر کنیز کی طرف دیکھتے ہوئی بولی۔ "اس کے سامنے تو شرمندہ نہ کیجئے آپ۔"

"اچھا تم جاؤ۔" ملکہ نے کنیز سے کہا۔

کنیز مسکراتے ہوئے باہر نکل گئی۔

ملکہ بولی۔

"زاشی تمہاری داستانیں بہت عام ہو گئی ہیں اس لیے تمہاری اور لالے کی شادی ہو ہی جانا چاہئے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

زاشی نے جواب دیا۔

"ملکہ معظم۔ میری کوئی داستان نہیں' یہ تو حقیقت ہے۔ لالے اور میرے گھر والے سب جانتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ وہ میرا عزیز بھی ہے۔ دونوں طرف کے بڑوں نے ہمارا رشتہ بھی طے کر دیا ہے۔"

"پھر دیر کیوں ہے' شادی کیوں نہیں کر لیتی؟" ملکہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ملکہ حضور۔" زاشی نے ٹھنڈی سانس لی۔ "میری مالکن اس مصیبت میں گرفتار ہو اور میں ہاتھوں میں مہندی لگاؤں۔ میرے گھر والے اور سہیلیاں کیا سوچیں گی؟"

ملکہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"کیا محل کے سب لوگوں کو معلوم ہے کہ میرا اور سپہ سالار کا جھگڑا چل رہا ہے؟"

"کیوں نہیں ملکہ حضور۔" زاشی نے جواب دیا۔ "محل تو محل' محل کے باہر کے لوگوں کو بھی معلوم ہو چکا ہے کہ سپہ سالار فوج کے زور پر آپ کو تنگ کر رہا ہے۔"

"اسی لیے تو میں نے تمہیں بلایا ہے اس وقت۔" ملکہ نے دور خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔

زاشی خاموش رہی۔ اسے معلوم تھا کہ جب ملکہ خلاؤں میں گھورتی ہے تو اسے تنہائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے موقعہ پر خاموش رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

ذرا دیر بعد ملکہ نے اسے مخاطب کیا۔

"زاشی۔ میں تمہیں بہت خطرناک کام سونپنا چاہتی ہوں۔"

زاشی کی باچھیں کھل گئیں' بولی۔

"ملکہ حضور۔ یہی تو میری آرزو ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے لیے خطرناک سے خطرناک کام انجام دوں خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

"چپ رہ۔ یہ کیا کہہ رہی ہے۔" ملکہ نے اسے پیار سے ڈانٹا۔ "تو مر گئی تو تیرے لالے کا کیا بنے گا؟"

لالے کے نام پر زاشی کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے کہا۔

"ملکہ حضور۔ اس کی فکر نہ کیجئے۔ وہ تو اس بات سے خوش ہو گا کہ زاشی نے ملکہ پر اپنی جان قربان کر دی۔"

"اچھا۔" ملکہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا۔ "تم میرے لیے جان دو گی اور وہ خوش ہو گا۔ آخر کیوں۔ میں نے اس پر کیا احسان کیا ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے ملکہ حضور۔" زاشی نے وضاحت کی۔ "بات یہ ہے کہ محل اور قلعہ کے تمام ملازم آپ پر جان نثار کرنے پر تیار رہتے ہیں۔ آپ کو علم نہیں کہ وہ آپ سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔"

"کیا فوج والے بھی مجھے چاہتے ہیں اور میرے ہمدرد ہیں؟" ملکہ نے ایک دم سوال کیا۔

"کیوں نہیں ملکہ حضور۔" زاشی نے جواب دیا۔ "فوج والے بھی تو آخر ہماری ہی طرح

انسان ہیں۔"

"ہونہہ ـــــ!" اور ملکہ پھر کچھ سوچنے لگی۔

جب ملکہ کی سوچ بہت لمبی ہو گئی تو زاشی نے مجبور ہو کر کہا۔

"آپ نے مجھے بلوایا ہے ملکہ حضور۔"

"ہاں زاشی۔" ملکہ نے چونک کے کہا۔ "تمہارے سپرد یہی کام کرنا ہے کہ تم یہ معلوم کرو کہ فوج میں ہمارے کتنے ہمدرد اور وفادار ہیں۔"

زاشی نے سوالیہ نظروں سے ملکہ کو دیکھا۔

ملکہ نے کہنا شروع کیا۔

"میں اس کا طریقہ بتاتی ہوں۔ تم باری باری فوج کے ہر سردار کے پاس جاؤ گی اور باتوں ہی باتوں میں بھید لو گی کہ وہ سپہ سالار بیگ دار کا وفادار ہے یا میرا۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ کام اس قدر خفیہ ہونا چاہیئے کہ سپہ سالار کو اس کی بالکل خبر نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" زاشی بولی۔ "میں اپنا کام آج ہی سے شروع کر دوں گی۔"

ملکہ بخارا قبق خاتون نے افسردگی سے کہا۔

"میں تمہارے لیے صرف دعا ہی کر سکتی ہوں زاشی۔"

"مجھے آپ سے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہیئے۔" یہ جواب زاشی کا تھا جو جانے کے لیے کھڑی ہو گئی تھی۔

"میں جانتی ہوں بہت مشکل، خطرناک اور سخت محنت کا کام ہے۔" ملکہ نے کہا۔ "مگر یہ بھی تو جانتی ہوں کہ اس کام کو صرف اور صرف تم ہی انجام دے سکتی ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے زاشی اس کام میں تمہیں کتنا عرصہ لگ جائے گا؟"

"ملکہ عالیہ۔ اس کا میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی۔" زاشی نے جواب دیا۔ "ہاں اگر آپ مجھے فرفوس سے ملنے کی اجازت دیں تو یہ کام بہت آسان ہو جائے گا۔"

"زاشی۔ کیا کہہ رہی ہو تم۔" ملکہ کھڑی ہو گئی۔ "فرفوس، سپہ سالار بیگ دار کا نائب ہے اور اس کی ناک کا بال کہا جاتا ہے۔ اس نے اس گروہ کی کمان کی تھی جس نے مہمان خانہ سے سعد کو زبردستی گرفتار کیا تھا۔ اس سے یہ خطرہ ہے کہ کہیں وہ تمہیں بھی غائب نہ کر دے۔"

زاشی مسکرائی پھر بولی۔

"آپ نہیں جانتیں ملکہ حضور۔ ایک زمانہ میں فرفوس میرا بہت گہرا دوست تھا ـــــ!"

"سچ۔ تم نے کبھی بتایا نہیں۔ یہ کب کا ذکر ہے؟" ملکہ بخارا نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

زاشی نے بتایا۔

"ملکہ حضور۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب لالے میرے قریب نہیں آیا تھا۔ لالے میرا عزیز تھا۔ اس کے ساتھ میری نسبت بچپن میں طے ہو گئی تھی۔ میں بہت خوش تھی مگر اچانک ایسا ہوا کہ لالے کے باپ نے اس رشتے سے انکار کر دیا۔ اس پر بہت جھگڑا ہوا مگر لالے کا باپ نہیں مانا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے' وہ میری شادی لالے سے نہیں کرے گا۔ ہمارے دونوں گھروں میں اس قدر دشمنی ہو گئی تھی کہ ہم ایک دوسرے کے نام بھی نہیں لیتے تھے۔ اسی زمانے میں میرے لیے فرفوس کا پیغام آیا۔ سب نے مجھ سے پوچھا۔ میں لالے کی طرف سے مایوس ہو چکی تھی۔ میں راضی ہو گئی۔ میرے گھر والے بہت خوش تھے کہ میں ایک بڑے فوجی سے بیاہی جا رہی ہوں۔ ان دنوں فرفوس نائب سپہ سالار نہیں بلکہ سپہ سالار بیگ وار کا خاص غلام تھا جیسے میں آپ کی کنیز ہوں۔"

پھر زاشی نے رک کے ملکہ سے پوچھا۔

"ملکہ حضور۔ میری باتیں آپ کو بری تو نہیں لگ رہی ہیں؟"

"نہیں زاشی۔" ملکہ نے بھاری پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری کوئی بات مجھے بری نہیں لگتی پھر یہ تو تمہاری زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے۔ میں بڑی دلچسپی سے سن رہی ہوں۔"

زاشی نے پھر کہنا شروع کیا۔

"فرفوس مجھے دیکھنے کے لیے بے چین رہتا تھا۔ اس نے کئی بار مجھ سے ملنے کی کوشش کی مگر میں ٹال گئی پھر یہ سوچتے ہوئے کہ اب تو مجھے اس سے شادی کرنا ہی ہے۔ میں اس سے ملنے لگی۔ لالے کے گھر والوں کے انکار سے جو ہم لوگوں کو صدمہ ہوا تھا وہ آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا اور میں اور فرفوس ایک دوسرے کے قریب آتے جا رہے تھے۔ ایک دن فرفوس نے مجھ سے کہا زاشی مجھے یقین نہیں آتا کہ میری تمہاری شادی ہو جائے گی۔ اس کے جواب میں' میں نے کہا کہ اگر تقدیر میں میری تمہاری شادی لکھی ہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

فرفوس کے دل میں یہ دھڑکا تھا کہ کہیں میرے گھر والے انکار نہ کر دیں۔ میرے گھر والوں نے تو انکار نہیں کیا مگر تقدیر کا لکھا سامنے آیا۔ جس دن فرفوس کے گھر والے میرے یہاں شادی کی تاریخ لینے آنے والے تھے' اس سے صرف ایک روز پہلے اچانک لالے کے

گھر والے میرے یہاں آئے اور انہوں نے اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ لالے کے بڑے بھائی نے تو اپنی ٹوپی میرے باپ کے قدموں میں رکھ دی۔ باپ نے فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیا۔"

"اور تو اپنی پہلی محبت سے انکار نہ کر سکی۔" ملکہ نے مسکرا کے ٹکڑا لگایا۔

"آپ نے صحیح فرمایا ملکہ حضور۔" زاشی نے اقرار کیا۔

"ان حالات میں کیا تجھے امید ہے کہ فرفوس تجھ سے سیدھے منہ بات کرے گا؟" ملکہ نے اپنے شبہ کا اظہار کیا۔

"ملکہ حضور۔" زاشی نے بتایا۔ "فرفوس اوروں کے ساتھ کتنا ہی برا ہو لیکن اسے آج تک مجھ سے محبت ہے۔ میرے باپ نے اس کا رشتہ نامنظور کر دیا تھا مگر اس نے قطعی برا نہ منایا بلکہ اس نے ایک دن مجھ سے کہا کہ زاشی لوگ چاند ستاروں کی بھی تو خواہش کرتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ چیزیں انہیں نہیں مل سکتیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میری طرف سے مایوس ہونے کے بعد اس نے آج تک شادی نہیں کی اور نہ آئندہ کرنے کا ارادہ ہے۔"

"بڑا حوصلہ ہے فرفوس کا۔" ملکہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ "میں تو اسے بڑا ذلیل انسان سمجھتی تھی۔"

"اچھا تو اب آپ مجھے اجازت دیجئے۔" زاشی بولی۔ "قلعہ کے حالات بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کا کچھ نہ کچھ فیصلہ ہونا چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جا سکتی ہو۔" ملکہ نے اسے اجازت دے دی۔ "اس سلسلہ میں تم جس سے چاہے مل سکتی ہو۔ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے بیگ دار سے ملاقات کی ہے تو بھی میں یہی سمجھوں گی کہ تم اس کے پاس میری بھلائی کے لیے گئی ہو گی۔"

زاشی نے چلتے ہوئے کہا۔

"مجھے فخر ہے کہ ملکہ حضور مجھ پر اس قدر اعتماد کرتی ہیں۔ میں کوشش کروں گی کہ ملکہ کے اعتماد پر پوری اتروں۔"

زاشی وہاں سے نکل کر سیدھی فرفوس کی طرف چلی۔ فرفوس جب سے نائب سپہ سالار ہوا تھا' اپنے آقا کے برابر والی عالیشان حویلی میں رہتا تھا۔ زاشی وہاں پہنچی تو معلوم ہوا کہ سپاہیوں کے بیرک میں سپہ سالار بیگ دار نے تمام سرداروں کو بلایا ہے۔ فرفوس بھی وہیں گیا ہوا ہے۔ زاشی کو افسوس ہوا کہ اس کا پہلا پھیرا ہی خالی گیا۔

وہ مایوس ہو کر واپس آ رہی تھی کہ پیچھے سے آواز آئی۔

"زاشی۔۔۔۔ او زاشی۔"

اس آواز پر زاشی کا چہرہ کھل اٹھا۔ یہ آواز فرفوس کی تھی۔ زاشی نے پلٹ کے دیکھا۔ فرفوس تیز تیز قدموں سے اس کی طرف آ رہا تھا۔ وہ رک کے کھڑی ہو گئی۔

فرفوس نے قریب آ کر بڑی مسرت سے پوچھا۔

"خیر تو ہے زاشی۔ آج ادھر کا راستہ کیسے یاد آ گیا؟"

"کیوں۔ کیا تمہیں میرا آنا برا لگا؟" زاشی نے تنک کے کہا۔

فرفوس نے دانت نکال دیئے۔

"ارے برا لگنا کیسا۔ میرے تو بھاگ جاگ اٹھے۔"

زاشی نے ٹھنک کے کہا۔

"کہیں بیٹھنے کو کہو گے کہ یہیں راہ میں کھڑا رکھو گے؟"

"پوری حویلی خالی پڑی ہے۔" یہ کہتے ہوئے فرفوس نے ایک لمبی ٹھنڈی سانس لی۔ "اب تو یہ ہمیشہ خالی ہی رہے گی۔"

"ایک بات تم سے کہوں۔" زاشی بولی۔ "مگر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا۔ تم جانتے ہو کہ میری شادی لالے کے ساتھ پکی ہو گئی ہے۔ میرا خیال کہیں دل میں نہ لانا۔"

فرفوس نے سر جھکا کر کہا۔

"وہ تو میں جانتا ہوں۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اس بارے میں کبھی بات نہیں کروں گا۔ ہاں اب بتاؤ تم کیا بات کہنا چاہتی تھیں؟"

زاشی نے رازداری سے ادھر ادھر دیکھ کے کہا۔

"میں چاہتی ہوں کہ یہ حویلی ہمیشہ نہ خالی رہے۔"

"پر کیسے؟" فرفوس نے بے دلی سے کہا۔

"وہ ایسے کہ تم شادی کر لو اور دلہن لے آؤ۔"

"مگر کس سے شادی کر لوں؟"

"محل کی تمام کنیزیں میری سکھیاں سہیلیاں ہیں۔ جس سے تم کہو اس سے شادی کرا دوں گی تمہاری۔"

فرفوس نے زاشی کو گھور کے دیکھا۔ بولا۔

"زاشی تمہاری جیسی لڑکی مجھے کہاں ملے گی کہ اسے بیاہ کے لاؤں۔"

"میرے لیے تو تم سمجھو کہ میں مر گئی ہوں۔"

"توبہ توبہ کیسی باتیں کرتی ہو۔ میری تو دعا ہے کہ میری عمر تمہیں لگ جائے۔"
"تو پھر وعدہ کرو کہ تم شادی کرو گے۔"
"مگر۔۔۔۔ مگر دیکھو نا۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔!"
"اگر مگر کچھ نہیں۔ صاف صاف وعدہ کرو۔"
"اچھا چلو۔ وہاں بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔" فرفوس نے پیش کش کی۔
زاشی اس کے ساتھ اس کی حویلی کی راہداری تک پہنچ گئی۔
"چلو اندر بیٹھ کے اطمینان سے باتیں کرتے ہیں۔" فرفوس نے درخواست کی۔
"نہیں۔ یہیں راہداری میں بیٹھتے ہیں۔"
"کیا مجھ پر اعتبار نہیں؟"
"اعتبار تو ہے مگر میری عادت نہیں کہ خالی حویلیوں میں گھستی پھروں۔"
فرفوس نے وہیں کھڑی کھڑے ایک غلام کو آواز دی کہ راہداری میں بیٹھنے کا انتظام کرے۔ غلام بھاگتا گیا اور دو کرسیاں اٹھا لایا۔ فرفوس اور زاشی وہاں پہنچے اور آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔
"اچھا اب وعدہ کرو کہ شادی کرو گے۔" زاشی نے پھر بات چھیڑی۔
"اچھا میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا۔"
"حکم نہیں' درخواست۔۔۔۔ میں نے تم سے درخواست کی ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ میں شادی کروں گا مگر تمہاری شادی کے بعد۔"
زاشی کو موقعہ ملا تو اس نے فوراً" بات بدل دی۔ اس نے کہا۔
"مگر میری شادی تو اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک قلعہ کے حالات درست نہیں ہوتے۔"
"تمہیں حالات کی کیا فکر؟" فرفوس نے کہا۔ "جہاں تک حالات کا تعلق ہے' یہ اور زیادہ خراب ہوں گے۔ اگر تمہاری شادی کی تاریخ کا اعلان ہو جائے تو میں تم کو یہ یقین دلا سکتا ہوں کہ تمہاری شادی تک ویسے ہی حالات رہیں گے جیسے آج ہیں اور تمہاری شادی میں کسی قسم کا رخنہ نہیں پڑے گا۔"
"اور اگر تمہارے سپہ سالار بیگ وار نے ملکہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تو تم اسے کیسے روکو گے؟" زاشی نے چبھتا ہوا سوال ہی نہیں کیا بلکہ فرفوس کو کچھ اگلنے پر بھی مجبور کر دیا۔

فرفوس نے چونک کے زاشی کو دیکھا۔

"یہ بات تم نے کس سے سنی؟"

زاشی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جس بات کو پورا قلعہ جانتا ہو اسے کسی سے سننے کی کیا ضرورت ہے۔"

فرفوس گھبرا گیا' پوچھا۔

"کیا اس کا علم ملکہ بخارا کو بھی ہے؟"

"فرفوس۔" زاشی اکڑ گئی۔ "میں تم سے بحث کرنے یا تمہارے سوالوں کا جواب دینے نہیں آئی۔ اگر تم دوستانہ گفتگو کر سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ میں جا رہی ہوں۔"

زاشی اٹھ کے کھڑی ہو گئی۔

"نہیں' نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" فرفوس نے پریشانی سے کہا۔ "میں معافی چاہتا ہوں۔ اب تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔"

"وعدہ؟"

"ہاں وعدہ۔"

زاشی پھر بیٹھ گئی اور سوچتے ہوئے بولی۔

"ایک بات بتاؤ گے فرفوس؟"

"زاشی۔ تم میرے پاس چل کے آئی ہو۔ ایک بات نہیں سو باتیں پوچھو۔ میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔" فرفوس نے فراخدلی سے کہا کہ زاشی حیران رہ گئی۔

"اچھا یہ بتاؤ----" زاشی کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا ہوا تمہیں۔ رک کیوں گئیں؟" فرفوس نے کہا۔

زاشی نے انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔

"رک اس لیے گئی کہ اگر تم نے انکار کر دیا تو مجھے افسوس ہو گا۔"

"زاشی۔" فرفوس جذبات سے پر لہجے میں بولا۔ "تم نہیں جانتیں کہ میرے دل میں تمہارے لیے کتنی جگہ ہے۔ تم بے خوف ہو کے پوچھو۔ میں اپنے آقا کا وفادار ہوں مگر تمہارا دشمن نہیں۔ تم مجھے آزما سکتی ہو؟"

"تم اپنے آقا بیگ دار کے تو وفادار ہو مگر ملکہ بخارا کے وفادار نہیں؟" زاشی کا لہجہ ایک دم تلخ ہو گیا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟" فرفوس سٹپٹا گیا۔

"اس میں کہنے سننے کی کیا بات ہے۔" زاشی جرح کرنے کے انداز میں بولی مگر اس کا لہجہ اب بھی تندو تلخ تھا۔ "صاف ظاہر ہے جو بیگ دار کا وفادار ہو سکتا ہے وہ ملکہ بخارا کا وفادار نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارا یہ خیال غلط ہے زاشی۔" فرفوس نے سختی سے تردید کی۔ "ملکہ بخارا جس طرح تمہاری ملکہ ہیں اسی طرح میری بھی ہیں۔ میں ان کے لیے جان تک دے سکتا ہوں۔"

"کیسی غلط بات کہہ رہے ہو فرفوس۔" زاشی چڑ گئی۔ "ایک طرف تم بیگ دار کی وفاداری کا دم بھرتے ہو دوسری طرف ملکہ کے لیے بھی جان دے سکتے ہو۔ یہ کس طرح ممکن ہے۔"

"ممکن ہے---- زاشی۔" فرفوس نے یقین کے ساتھ کہا۔ "اگر ایسا وقت آ گیا تو تم دیکھو گی کہ میں نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔"

اسی وقت ملازم نے ان کے سامنے خشک میوے اور مشروب لا کے رکھ دیئے۔ زاشی نے مشروب کے چند گھونٹ پیے پھر گفتگو شروع کر دی۔ وہ بڑی احتیاط سے اور کم از کم وقت میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اب تک اسے کوئی خاص بات نہ معلوم ہو سکی تھی سوائے اس کے کہ فرفوس کے دل میں ملکہ بخارا کے لیے بھی کچھ نرم گوشے موجود ہیں۔

زاشی نے مشروب کا گلاس رکھتے ہوئے اچانک سوال کیا۔

"فرفوس یہ بتاؤ تمہارے سپہ سالار نے ملکہ کو قید کرنے کا فیصلہ کس بنا پر کیا ہے؟"

"یہ بات بھی غلط ہے۔" فرفوس نے تردید کی۔

"تو پھر کیا بیگ دار ملکہ کو معزول کرنا چاہتا ہے؟" زاشی نے دوسرا سوال کر دیا۔

فرفوس نے ذرا سنبھل کے جواب دیا۔

"بیگ دار نے قلعہ اور حکومت کی بہتری کے لیے ملکہ بخارا کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں۔ اگر تم اسے معزولی سمجھتی ہو تو وہ پہلے ہی ہو چکی ہے۔ زاشی تم جانتی ہو کہ قلعہ میں سوا لاکھ فوج موجود ہے اور مسلمان حملہ آوروں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ اگر ہم قلعہ کھول کے میدان میں ان سے جنگ کریں تو وہ ایک دن بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر ملکہ ان سے صلح کی گفت و شنید کر رہی ہے۔"

زاشی نے اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا مگر ایک نیا سوال اٹھایا۔

فرفوس۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ قلعہ میں جتنا لشکر موجود ہے وہ سب کا سب بیگ دار کا

وفادار ہے؟"

"خیال تو یہی ہے مگر تمہیں شبہ کیوں ہے؟" فرفوس نے مشکوک نظروں سے زاشی کو شاید پہلی بار دیکھا۔

"شبہ اس لیے ہے کہ میں بعض ایسے سرداروں کو جانتی ہوں جو بیگ وار کے بجائے ملکہ حضور کے وفادار ہیں۔" زاشی نے اس کی مشکوک نظروں کو پڑھتے ہوئے بھی بڑے بے پروائی سے جواب دیا۔

فرفوس کے کان کھڑے ہوئے' اس نے کہا۔

"مجھے تمہاری بات کا یقین ہے زاشی مگر کیا تم ان سرداروں کے نام بتا سکتی ہو؟"

"فرفوس کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ملکہ سے اپنی وفاداری کا عہد توڑ دوں؟" زاشی نے اسے الجھن میں ڈال دیا۔

"نہیں' نہیں۔ میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا۔" فرفوس نے سختی سے انکار کیا۔

اب زاشی نے اس پر بھرپور حملہ کیا۔

"فرفوس۔ میں تمہیں ان سرداروں کے نام تو نہیں بتا سکتی مگر یہ ضرور بتائے دیتی ہوں کہ تمہارے بیگ وار نے اگر ملکہ کو گرفتار کرنے یا قید کرنے کی کوشش کی تو قلعہ میں ایک ایسی جنگ ہو گی جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

زاشی کا یہ حملہ بڑا کامیاب رہا۔ زاشی نے دراصل بہت بڑا جھوٹ بولا تھا مگر فرفوس اس انکشاف پر اس قدر سراسیمہ ہوا کے اسے پسینہ آ گیا اور وہ کئی منٹ تک خیالوں میں غوطے کھاتا رہا۔ زاشی نے بھی اسے نہیں چھیڑا۔

کچھ دیر کے بعد فرفوس خود ہی بولا۔

"زاشی۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے ایک بڑے خطرے سے آگاہ کر دیا۔ بیگ وار میرا آقا ہے اور مجھے اپنی اولاد سمجھتا ہے۔ اگر اس نے کسی وقت ملکہ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تو میں اسے کامیاب نہیں ہونے دوں گا بلکہ شدید مخالفت کروں گا۔"

زاشی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی' اس نے کہا۔

"مجھے امید ہے کہ اگر میں لشکر کے سرداروں سے ملنے جاؤں تو تم مجھ پر کوئی پابندی نہیں لگاؤ گے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ملاقات پر کوئی پابندی نہ ہو گی۔" فرفوس نے فوراً جواب دیا۔ "تم جس سردار سے بھی ملنا چاہو گی میں تمہیں اس تک پہنچوانے کا انتظام بھی

کرا دوں گا۔"

زاشی ہنس پڑی' بولی۔

"فرفوس۔ یہ یاد رکھو کہ محل کی کوئی کنیز بے وقوف نہیں ہوتی کیونکہ ہر کنیز محلاتی سازشوں کا ایک اہم مہرہ ہوتی ہے مگر تم مجھے اب تک بیوقوف ہی سمجھ رہے ہو۔ میں تمہارے ذریعہ اگر سرداروں سے ملوں گی تو تم جان جاؤ گے کہ کون کون سے سردار ملکہ کے وفادار ہیں۔ اس لیے تمہاری پیش کش قبول نہیں کر سکتی۔"

"ٹھیک ہے۔" فرفوس فوراً پلٹ گیا۔ "تم جس سے چاہے مل سکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں تو میں تمہارے ہر سردار سے ملوں گی۔" زاشی نے فوراً جواب دیا۔ پھر اس نے چلتے چلتے کہا۔ "فرفوس میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے گفتگو کا موقعہ دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ واقعی ایک سچے انسان ہو۔"

زاشی نے جب واپس جا کر ملکہ بخارا کو بتایا کہ فرفوس ملکہ کا مخالف نہیں بلکہ اس کے کہنے کے مطابق وہ جس قدر اپنے آقا کا وفادار ہے اسی طرح اس کی وفاداری ملکہ بخارا کی ساتھ بھی ہے۔ ملکہ بخارا کو اس خبر سے بڑی تقویت ملی۔

ملکہ نے پھر بھی اپنی معلومات کے لیے دریافت کیا۔

"زاشی۔ یہ بتاؤ اگر کسی موقعہ پر بیگ دار نے میرے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کیا' اس وقت فرفوس کی وفاداری کس کے ساتھ ہو گی؟"

زاشی کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہیں تھا' پھر بھی اس نے اس سلسلہ میں فرفوس کے چند جملے دہرائے۔

"ملکہ حضور۔ میں نے اس بارے میں نہ تو سوال کیا اور نہ اس نے خود کوئی جواب دیا' مگر فرفوس نے مجھ سے یہ ضرور کہا تھا کہ بیگ دار اسے اپنا بیٹا سمجھتا ہے لیکن اگر اس نے کسی وقت ملکہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ بیگ دار کا کامیاب نہیں ہونے دے گا اور اس کی شدید مخالفت کرے گا۔"

ملکہ نے خوش ہو کے کہا۔

"زاشی۔ اگر فرفوس کے یہی الفاظ ہیں تو یہ میری وفاداری کا مکمل ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی ایسا موقعہ آیا تو پہلے وہ بیگ دار کو اس ارادے سے روکنے کی کوشش کرے گا اور اگر بیگ دار نہ مانا تو وہ ضرور غیر جانبدار ہو جائے گا اور اس کا یہ قدم

مجھے بہت تقویت دے گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے ملکہ حضور۔" زاشی نے ملکہ سے اتفاق کیا۔

اس کے بعد زاشی نے بے دھڑک دوسرے سرداروں سے ملنا جلنا شروع کر دیا۔ جب پہلے دن وہ ایک بڑے سردار کے پاس پہنچی تو وہ زاشی کو دیکھ کے گھبرا گیا۔

اس نے چھوٹتے ہی زاشی سے معذرت کی۔

"زاشی۔ میں جانتا ہوں کہ تم ملکہ عالیہ کی خاص کنیز ہو مگر افسوس کہ حالات اس وقت اس نہج پر ہیں کہ میں تم سے گفتگو نہیں کر سکتا بلکہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم میرے پاس ایک لمحہ بھی ٹھہرو۔ میں اپنی صاف گوئی کے لیے تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

زاشی نے اس کی بات کی کوئی پروا نہ کی اور بڑے اطمینان سے اس کے سامنے ایک کرسی پر براجمان ہو گئی۔ سردار کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ اس نے تلخ لہجہ میں کہا۔

"زاشی۔ مجھے مجبور نہ کرو کہ میں اپنے ملازم سے کہوں کہ وہ تمہیں میرے کمرے سے نکال دے۔"

"نا---- نا---! سردار محترم۔ آپ ایسی نازیبا حرکات کر کے اپنے وقار میں کمی نہ کیجئے۔" زاشی نے بڑی اطمینان سے کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ آپ بیگ دار کے وفادار ہیں اور میں ملکہ حضور کی منظور نظر کنیز ہوں۔ اگر آپ کی اور میری ملاقات کی خبر سپہ سالار بیگ دار کو پہنچ گئی تو وہ آپ سے ضرور باز پرس کرے گا۔ کیوں آپ کو یہی خطرہ ہے نا؟"

"ہاں اس میں شک ہی کیا ہے؟" سردار کی تلخی بڑھ گئی تھی۔

"تو پھر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ایسا نہیں ہو گا۔" زاشی بالکل پرسکون تھی۔

"یہ تم کس بنا پر کہہ رہی ہو۔" سردار کو غصہ آ گیا۔ "زاشی اگر تمہیں اپنی پروا نہیں تو کم از کم تمہیں میری عزت اور وقار کا تو خیال ہونا چاہئے تھا۔ آخر میں لشکر کا ایک ذمہ دار اور اہم سردار ہوں۔"

"مجھے ان باتوں کا یہاں آنے سے پہلے خیال آیا تھا۔" زاشی نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "مگر میں کیا کروں، مجھے تم سے ملاقات کی اجازت بیگ دار کے نائب فرفوس نے دی ہے۔"

"کیا---- کیا----؟ سردار اچھل پڑا۔ "کیا فرفوس نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے؟"

"مجھے بھیجا کسی نے نہیں بلکہ میں خود آئی ہوں۔" زاشی نے جواب دیا۔ "مگر میں فرفوس کی اجازت سے آئی ہوں۔"

سردار پریشان ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کہے اور کیا کرے۔ آخر کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"زاشی۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہمارے نائب فرفوس باغی ہو کر ملکہ بخارا سے مل گئے ہیں؟"

"میں اس بات کی تصدیق بھی نہیں کر سکتی۔" زاشی نے انکار کر دیا۔ "نہ میں نے فرفوس کو وفاداری تبدیل کرنے کے لیے کہا تھا اور نہ آپ سے آپ کی وفاداری چھیننے آئی ہوں۔"

"پھر تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے؟" سردار نے الجھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا کوئی مقصد بھی نہیں ہے۔" زاشی نے بڑی متانت سے کہا۔ "مجھے تو صرف یہ افسوس ہے کہ قلعہ کے لشکر کے سپہ سالار اور ملکہ بخارا کے درمیان اس وقت اختلاف پیدا ہوا ہے جب دشمن فوجیں قلعہ کا محاصرہ کیئے پڑی ہیں۔"

"مگر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟" سردار بولا۔ "میرا کام بیگ دار اور ملکہ عالیہ کے جھگڑے نمٹانا نہیں بلکہ صرف اور صرف اپنے سردار اعلیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔"

"آپ بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" زاشی نے مطلب کی بات شروع کی۔ "اگر بیگ دار آپ کو حکم دیں گے کہ ملکہ بخارا قبق خاتون کو قتل کر ڈالو تو آپ اس ملکہ کے خون سے اپنی تلوار رنگین کر لیں گے جس کی روٹیوں پر آپ اور آپ کے باپ دادا پلتے رہے ہیں۔ آپ ملکہ کو قتل کرنے میں اس لیے نہ ہچکچائیں گے کیونکہ وہ آپ کے سردار اعلیٰ کا حکم ہو گا اور سردار اعلیٰ کا حکم ماننا آپ کا فرض ہے۔ کیوں سردار محترم۔ میں نے آپ کی وفاداری کا صحیح اندازہ کیا ہے کہ نہیں؟"

وہ ایک سردار تھا اور بڑے سردار کی بڑی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں مگر زاشی کے اس تفصیلی جواب سے اس قدر پریشان ہو گیا کہ اسے کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔ وہ کبھی زاشی کو دیکھتا تو کبھی خلاؤں میں گھورنے لگتا۔

زاشی نے اسے تھوڑی دیر الجھنے دیا پھر سوال کیا۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا سردار؟"

"کس سوال کا جواب؟" سردار اب تک الجھن میں گرفتار تھا۔

زاشی نے اسے زیادہ پریشان اور بدحواس کرنے کے لیے کہا۔

"میرا سوال بالکل سادہ ہے۔ اگر ملکہ آپ کی تلوار کی زد میں آ گئیں تو آپ انہیں قتل

کر دیں گے یا پھر.........؟"

"ایسا نہ کہو زاشی۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں ملکہ عالیہ پر اپنی تلوار اٹھاؤں گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا زاشی---- کبھی نہیں۔"

"میں جانتی ہوں سردار----!" زاشی نے فوراً دوسرا رخ اختیار کیا۔ "مجھے یقین ہے کہ لشکر کا کوئی سردار ملکہ پر تلوار اٹھانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ملکہ آخر ملکہ ہیں۔ بخارا کے قلعہ اور سلطنت سغد کی وہی مالک ہیں۔ اچھا میں چلتی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے زاشی وہاں سے اٹھ آئی۔ اس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔

زاشی اسی طرح کئی سرداروں کے پاس گئی۔ یہ بات کسی سے چھپ تو نہیں سکتی تھی۔ آخر یہ اطلاع سپہ سالار بیگ دار تک بھی پہنچی۔ اس نے سب سے پہلے اس سلسلہ میں فرفوس سے دریافت کیا۔

"فرفوس۔ میں نے سنا ہے کہ ملکہ کی کنیز تمہارے پاس آئی تھی؟"

"جی ہاں میرے آقا---- وہ میرے پاس آئی تھی۔" فرفوس نے اقرار کیا۔

"کیا کہہ رہی تھی وہ؟" بیگ دار نے دوسرا سوال کیا۔

"وہ ملکہ بخارا کی جاسوس ہے۔ میرے پاس بھید لینے آئی تھی۔ میں نے اسے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ بیگ دار نہ صرف میرے آقا اور سپہ سالار ہیں بلکہ میرے باپ بھی ہیں۔ میں اس مقام پر انہی کی توجہ سے پہنچا ہوں۔"

"اور کچھ کہا تھا اس نے؟" یہ تیسرا سوال تھا۔

"اور یہ کہ وہ مایوس ہو کر چلی گئی۔" یہ تیسرا جواب تھا۔

"مجھے تمہاری وفاداری پر ناز ہے فرفوس۔" بیگ دار مزید کوئی سوال نہ کر سکا۔

"میں اپنے آقا اور سپہ سالار کی وفاداری کے اظہار کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے فرفوس۔"

○☆○

قلعہ بخارا کے اندر تو اس قسم کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں ہو رہی تھیں اور قلعہ کے باہر لشکر اسلام میں ایک اور قسم کی بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ لشکر اسلام کا اولین فرض جہاد تھا۔ اس جہاد میں وہ جو شہر یا دارالسلطنت فتح کرتے وہاں صرف چند دن قیام کرتے۔ یہ قیام

صرف اس شہر یا علاقہ کے انتظامی معاملات کو درست کرنے کے لیے کیا جاتا۔ وہاں کے معاملات درست کرتے ہی لشکر پھر جہاد پر روانہ ہو جاتا۔

مگر قلعہ بخارا کا محاصرہ کیے انہیں ایک ماہ ہو چکا تھا۔ اگر قلعہ پر قبضہ کے لیے جنگ ہو رہی ہوتی تو وہ معمول کی ایک بات ہوتی مگر یہاں تو یہ عالم تھا کہ قلعہ کے اندر بظاہر سکون تھا اور اگر کچھ بے چینی تھی تو وہ ان کے آپس کے اختلافات تھے جس سے لشکر اسلام کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ آخر لشکر اسلام قلعہ بخارا کا کب تک اس طرح محاصرہ کیے پڑا رہے گا۔ لشکر کے سپہ سالار سعید بن عثمان تھے مگر انہیں بھی تو کسی کو جواب دینا تھا۔ ان سے پوچھا جا سکتا تھا کہ قلعہ بخارا کے محاصرہ میں اتنا وقت کیوں لگایا گیا۔ سپہ سالار کے پاس اس کا معقول جواز یا جواب نہ تھا۔

سعید بن عثمان کو اب افسوس ہو رہا تھا کہ انہوں نے اپنے بھائی سعد بن عثمان کو پیامبر بنا کر قلعہ میں کیوں بھیجا پھر انہوں نے ملکہ بخارا کی درخواست پر سوچ بچار کے لیے اتنا طویل وقفہ کیوں دیا اور اب تو اس وقفہ کی معیاد بھی گزر چکی تھی۔ سعید بن عثمان کو یہ بھی خطرہ تھا کہ لشکریوں میں کہیں اس بات کا چرچا نہ ہونے لگے کہ قلعہ والوں نے چونکہ سپہ سالار کے بھائی کو قلعہ میں روک لیا ہے یا قید کر لیا ہے اس لیے وہ قلعہ پر اس خیال سے حملہ نہیں کرتے کہ اس دارو گیر میں کہیں ان کا بھائی نہ مارا جائے۔

ان باتوں کو سوچتے ہوئے آخر سعید بن عثمان نے اپنے تمام چھوٹے بڑے سرداروں کو مشورہ کے لیے بلایا۔ اس میٹنگ یا مجلس کے لیے سپہ سالار کے خیمہ کے باہر کا میدان منتخب کیا گیا۔ جب تمام سردار جمع ہو گئے تو سعید بن عثمان نے انہیں مخاطب کیا۔

"اے مجاہدین اسلام۔ ہم سر سے کفن باندھ کر محض اس لیے نکلتے ہیں کہ دنیا سے شرک و کفر کا خاتمہ کر کے لوگوں کو ایک خدا کی پرستش پر آمادہ کریں۔ قلعہ بخارا کا محاصرہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہم نے حسب دستور قلعہ والوں کے سامنے اپنی تین شرطیں یعنی جزیہ دینا یا اسلام قبول کرنا یا پھر جنگ کرنا پیش کیں۔ قلعہ سے آئے ہوئے وفد نے ہم سے ایک ماہ کی مدت مانگی تاکہ اس دوران وہ اپنے طور پر کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔ اب وہ عرصہ بھی گزر چکا ہے اور ہمارے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم قلعہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں۔ اس سلسلہ میں میرے سرداروں کی کیا رائے ہے تاکہ میں اس کی روشنی میں کوئی فیصلہ کر سکوں؟"

سعید بن عثمان کی تقریر کے بعد تھوڑی دیر خاموشی طاری رہی' پھر ایک سردار نے

کھڑے ہو کر کہا۔

"سالار محترم۔ ہمیں آپ کی ذات پر پورا اعتماد ہے۔ پھر آپ نے لشکر کے دلوں کی خود ہی ترجمانی کر دی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ جو بھی قدم اٹھائیں گے' میرا خیال ہے کہ پورا لشکر اس کی تائید کرے گا لیکن ہمارے دینی اور دیناوی رہنما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تاکید فرمائی ہے کہ دشمن سے جنگ پر صلح کو فوقیت دو۔ آپ نے اگرچہ قلعہ والوں کے سامنے جہاد کی وہی تین صورتیں رکھی تھیں جن کا حکم دیا گیا ہے۔ قلعہ بخارا سے گفتگو کے لیے جو وفد آیا تھا اس نے وعدہ کیا تھا کہ اس کا جواب بہت جلد بھجوا دے گا۔ نیز یہ کہ اس سلسلہ میں قلعہ والوں سے جلد جواب لانے کے لیے سالار نے اپنے چھوٹے بھائی سعد بن عثمان کو اس وفد کے ساتھ قلعہ بخارا بھیج دیا تھا۔ اس معاملہ پر آپ نے ضرور غور کیا ہو گا لیکن ہمیں اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ قلعہ والوں نے اس کا جواب کیوں نہیں بھیجا اور ہمارے پیامبر سعد بن عثمان اگر اب تک قلعہ بخارا میں ہیں تو وہ کس حال میں ہیں؟"

سپہ سالار سعید بن عثمان نے جواب میں کہا۔

"جہاں تک قلعہ سے جواب آنے کا تعلق ہے اس بارے میں تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ادھر سے اب تک کوئی جواب نہیں آیا۔ مجھے اپنے بھائی سعد بن عثمان کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ قلعہ میں کس حال میں ہے۔ پھر بھی جنگ کے زمانہ میں کوئی قاصد مارا جائے تو وہ دوسرے لشکریوں کی طرح شہید ہوتا ہے۔"

ایک دوسرے سردار نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

"محترم سپہ سالار۔ آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے کہ جنگ کے زمانہ میں قاصد آتے جاتے رہتے ہیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم قلعہ بخارا میں اپنا ایک اور قاصد بھیجیں جو ملکہ بخارا سے گفتگو کر کے جواب لائے تاکہ قلعہ پر حملہ سے پہلے پوری طرح اتمام حجت ہو جائے؟"

ایک اور سردار نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اپنا قاصد بھیجنے سے ایک تو ہمیں فوراً جواب مل جائے گا دوسرے یہ کہ یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے سالار کے چھوٹے بھائی کے ساتھ قلعہ والوں نے کیا سلوک کیا ہے؟"

مگر سپہ سالار لشکر نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا۔

"میں کسی صورت اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ قلعہ بخارا میں ہمارا ایک نیا قاصد بھیجا جائے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمانا سخت غلطی ہے۔ قلعہ کے حالات کا

اگرچہ ہمیں صحیح طرح علم نہیں مگر یہ اندازہ ضرور ہے کہ وہ ہمیں پسند نہیں کرتے۔ اگر انہیں ہماری بات ماننا ہوتی تو سعد بن عثمان اب تک جواب لے کر واپس آ گیا ہوتا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سعد کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ ایسی صورت میں مزید ایک اور آدمی کو قلعہ میں بھیجنا اسے موت کے حوالے کرنے کے مترادف ہو گا۔"

پہلے سردار نے کھڑے ہو کر ایک نیا مشورہ پیش کیا۔

"سالار محترم۔ آپ کا خیال صحیح ہے کہ دوسرے آدمی کو قلعہ میں بھیجنا اسے موت کے حوالے کرنا ہو گا لیکن اس کی ایک صورت یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ آپ قلعہ والوں کے پاس یہ پیغام بھجوایئے کہ وہ فوراً" جواب دیں کہ انہیں آپ کی شرائط میں سے کون سی شرط منظور ہے ورنہ جواب نہ آنے کی صورت میں قلعہ پر حملہ کر دیا جائے گا۔ آپ کا یہ تحریری پیغام لے کر قاصد قلعہ کے دروازے تک جائے اور قلعہ کے پہرے دار کو یہ خط دے کر کہے کہ اس کا جواب اسی وقت دیا جائے پھر ہمارا قاصد وہاں اس وقت تک موجود رہے جب تک قلعہ والوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں آتا۔ اس سے یہ ہو گا کہ ہمارا قاصد قلعہ کے اندر جانے کے خطرے سے بچ جائے گا اور ہمیں فوراً" جواب بھی مل جائے گا۔"

یہ مشورہ معقول تھا۔ سپہ سالار نے اسے قبول کر لیا اور چند سطریں ایک خط کی صورت میں لکھ کر لفافہ میں بند کی گئیں اور یہ لفافہ ایک قاصد کو دیا گیا کہ وہ یہ خط قلعہ والوں کو پہنچا کے اس کا جواب لے آئے۔ مسلم سپہ سالار نے اس خط میں یہ بھی مطالبہ کیا کہ ان کے پہلے قاصد کو بھی فوراً" واپس بھیجا جائے۔ قاصد لفافہ لے کر گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑا بھگاتا قلعہ کے دروازے پر جا پہنچا۔ دروازے کے محافظ نے ایک تنہا سوار کو آتے دیکھا تو وہ تیار ہو کے کھڑے ہو گئے۔ سوار نے نیچے سے لفافہ اوپر والوں کو دکھایا۔ لفافہ دیکھ کر محافظوں نے ڈوری میں بندھی ہوئی ایک ٹوکری نیچے لٹکا دی۔ سوار نے لفافہ ٹوکری میں رکھ دیا پھر اوپر کے محافظوں کو اشارے سے سمجھایا کہ وہ اس خط کا جواب لے کر واپس جائے گا۔ لفافہ اوپر پہنچ گیا اور مسلم سوار گھوڑے سے اتر کر فصیل کے ساتھ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور گھوڑے کو اسی پتھر کے ساتھ باندھ دیا۔

اس وقت تک فصیل اور قلعہ کے تمام فوجی دو حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک گروہ سپہ سالار بیگ دار کا تھا تو دوسرے گروہ کی ہمدردیاں ملکہ بخارا قبق خاتون کے ساتھ تھیں مگر یہ گروہ خود کو ظاہر نہ کرتا تھا اور بظاہر بیگ دار کا وفادار تھا۔ اوپر بھیجا ہوا لفافہ ملکہ قبق خاتون کے پاس جانے کے بجائے نائب سپہ سالار فرفوس تک پہنچا اور فرفوس نے لفافہ

بیگ وار کی خدمت میں پیش کر دیا۔

بیگ وار نے خط پڑھا تو اس کے حواس اڑ گئے۔ بیگ وار اور اس کے وفادار سردار یہ سوچ بیٹھے تھے کہ مسلمان لشکر اپنی کم تعداد کی وجہ سے قلعہ پر حملہ کرنے سے ڈر رہا ہے اور کچھ دنوں کے بعد تنگ آ کے کسی اور طرف چلا جائے گا مگر خط میں فوراً جواب کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس مطالبہ نے نہ صرف بیگ وار کے کان کھول دیئے بلکہ اسے اپنی موت نظر آنے لگی۔

بیگ وار نے مسلم سپہ سالار کا خط پاتے ہی اپنے تمام سرداروں کو بلوا لیا۔ سب کے آ جانے پر بیگ وار نے مسلم سپہ سالار کا خط جو ایک کھلا ہوا الٹی میٹم تھا، سرداروں کو پڑھ کر سنایا۔ خط پڑھنے کے بعد بیگ وار نے کہا۔

"آپ لوگوں نے مسلم سپہ سالار کا خط سنا۔ اب آپ فرمایئے کہ اس سلسلہ میں کیا قدم اٹھایا جائے؟"

تمام سردار خط کا مضمون سن کر پریشان ہو گئے تھے اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس سلسلے میں سپہ سالار کو کیا جواب دیں۔ بیگ وار نے جس وقت ملکہ کے خلاف قدم اٹھا کر اس کے تمام اختیارات پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے محل کے گرد اپنا لشکر پھیلا دیا تھا۔ اس وقت تو ماتحت سرداروں نے طوعاً کرعاً اس کے اس قدم کو خاموشی سے قبول کر لیا تھا مگر جب ان میں یہ بات پھیلی کہ بیگ وار ملکہ بخارا کو اس کے عہدے سے معزول کر کے خود سغد کا بادشاہ بننا چاہتا ہے تو ان میں اندر ہی اندر بے چینی اور بے دلی پیدا ہونے لگی۔ اس کے بعد ہی قلعہ میں یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ بیگ وار نے امن وفد کے ساتھ آنے والے قاصد کو شاہی مہمان خانہ سے بزور شمشیر گرفتار کر کے کسی نامعلوم جگہ پر قید کر دیا ہے تو ان کی بے چینیوں میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

"قابل قدر سپہ سالار۔" یہ آواز اس بڑے سردار کی تھی جس سے سب سے پہلے زاشی نے ملاقات کی تھی۔ اس آواز پر سب نے چونک کے اس سردار کی طرف دیکھا۔ سپہ سالار بیگ وار بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

بڑے سردار نے ایک لمحہ رک کر اپنی بات شروع کی۔

"قابل احترام سپہ سالار۔ کیا مسلم سپہ سالار کا یہ خط آپ کے نام آیا ہے؟"

سپہ سالار اس سوال سے چڑ گیا۔ اس نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"خط میرے ہاتھ میں ہے اور میں نے پڑھ کر سنا دیا ہے۔ اب یہ بات کہ خط کس کے

نام آیا کا سوال کیوں اٹھایا گیا ہے؟"

اعتراض کرنے والے نے نرم لہجے میں وضاحت کی۔

"سپہ سالار ناراض نہ ہوں۔ میں ان کا دل و جان سے وفادار ہوں۔ یہ دریافت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ اگر سپہ سالار مناسب خیال فرمائیں تو اس مشورہ میں ملکہ عالیہ کو بھی شریک کر لیں۔"

"ہرگز نہیں۔" بیگ دار نے انکار کر دیا۔ "ملکہ نے مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے اور صلح کرنے کا خیال ظاہر کر کے ہماری بہادر افواج کی توہین کی ہے۔ ہمارے پاس حملہ آوروں سے پانچ گنا سے زیادہ طاقت موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو اچھی طرح سبق سکھا سکتے ہیں۔"

"میں سپہ سالار سے معذرت کرتا ہوں۔" اعتراض کرنے والے نے کہا۔ "اگر سپہ سالار نے اپنے طور پر فیصلہ کر لیا ہے کہ محاصرہ کرنے سے میدان میں نکل کر مقابلہ کیا جائے تو پھر ہم لوگوں سے مشورہ کی کیا ضرورت ہے۔"

"ضرورت ہے۔" یہ جملہ وزیراعظم نیک دار کا تھا جو اب تک خاموش بیٹھا سن رہا تھا۔ "ضرورت اس لیے ہے کہ ملکہ اس وقت بھی برسراقتدار ہیں۔ اگر ملکہ نے ازخود اقتدار چھوڑ دیا ہوتا تو سپہ سالار خودمختار ہو سکتے تھے اور اپنے طور پر یا آپ لوگوں کے مشورے سے اتنے اہم فیصلے کر سکتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ مسلم سپہ سالار کا خط ہمارے سپہ سالار بیگ دار کو نہیں بلکہ ملکہ بخارا کے نام بھیجا گیا ہے۔ اس لیے اس سلسلہ میں ان کے مشورہ کی سخت ضرورت ہے۔"

بیگ دار نے قہر آلود نظروں سے وزیراعظم کو دیکھا اور طنزیہ انداز میں کہا۔

"کچھ اور بھی فرماتا ہے ہمارے وزیراعظم کو؟"

"ہاں۔ مجھے ایک بات اور بھی کہنا ہے۔" وزیراعظم نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "شاہی حکومتوں کا یہ دستور عہد قدیم سے چلا آ رہا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے سفارت کاروں، پیامبروں اور قاصدوں کی عزت کرتے ہیں۔ وہ اگر گستاخی بھی کر بیٹھیں تو ان پر گرفت نہیں کی جاتی مگر میرے خیال میں یہ بہت افسوس ناک بات ہے کہ ایک مسلم قاصد جسے ہمارے امن وفد کے ساتھ قلعہ بخارا میں بھیجا گیا تھا اور ملکہ نے اسے شاہی مہمان خانہ میں رکھا تھا، ہمارے سپہ سالار نے اپنے نائب کو حکم دیا کہ اس قاصد کو جو ملکہ کا جواب لینے آیا تھا، بزور شمشیر گرفتار کر کے کسی جگہ قید کر دیا جائے۔ اس کی گرفتاری کے وقت ملکہ بخارا کے درجن بھر سے زیادہ محافظ اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ ان سب کو نائب سپہ سالار کے دستوں نے

قتل کر کے مسلمان قاصد کا قبضہ حاصل کیا تھا۔"
"وزیراعظم اس قاصد کے لیے کیا سفارش کرتے ہیں؟" سپہ سالار نے وزیراعظم سے سوال کیا۔
وزیراعظم نے اسی متانت سے جواب دیا۔
"میں سفارش نہیں کرتا بلکہ اس کی سفارش بین الاقوامی جنگی اصول کرتا ہے کہ قاصد کو نہ تو قید کیا جا سکتا ہے اور نہ اسے کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔"
"مگر میرے بزرگ ایک بات بھول رہے ہیں۔" سپہ سالار سر اٹھا کر بڑے غرور سے بولا۔ "اگر ایک جنگی اصول قاصد کی سفارش کرتا ہے تو دوسرا جنگی اصول یہ بھی ہے کہ جنگ کے دوران کوئی اصول، اصول نہیں رہتا بلکہ جنگ میں ہر بات اور ہر چیز جائز ہوتی ہے۔"
"میں اس اصول کو بھی مانتا ہوں۔" وزیراعظم نے فوراً جواب دیا۔ "لیکن اس وقت ہم میں اور مسلمانوں میں جنگ نہیں ہو رہی بلکہ صلح کی بات چیت ہو رہی ہے۔ اس لیے اس موقعہ پر دوسرا جنگی اصول لاگو نہیں ہو سکتا۔"
"کچھ بھی ہو ہم دشمن سپہ سالار کے بھائی کو آزاد نہیں کر سکتے۔" سپہ سالار بیگ دار نے سعد کو چھوڑنے سے قطعی انکار کر دیا۔
اس کے جواب میں وزیراعظم نے کہا۔
"اگر سپہ سالار جنگ سے پہلے ہی جنگی اصول پر بضد ہیں اور قاصد کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تو میں اس مجلس سے احتجاج کرتا ہوا جا رہا ہوں۔"
یہ کہہ کر وزیراعظم وہاں سے چلا گیا۔ محفل پر بہت دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر سپہ سالار نے کہا۔
"میں اس خط کو لے کر نہ قبق خاتون کے پاس جا سکتا ہوں اور نہ اس کے حق میں ہوں بلکہ میں اس سلسلہ میں قبق خاتون کے مشورے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا۔ اگر آپ لوگوں میں سے کوئی وزیراعظم کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو وہ یہ خط لے کر قبق خاتون کے پاس جا سکتا ہے۔"
اس پر ایک کمسن سردار نے جو کچھ دن پہلے ہی اس رتبہ پر پہنچا تھا، کھڑے ہو کر کہا۔
"اگر قابل احترام سپہ سالار میری گستاخی معاف کریں تو میں کچھ عرض کروں؟"
سپہ سالار پہلے ہی غصہ میں بھرا بیٹھا تھا۔ اس نے چیخ کے کہا۔
"جب تم گستاخی کرنے پر آمادہ ہو تو پھر معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟"

کمسن سردار اپنے سپہ سالار کا غصہ دیکھ کر سہم گیا۔ اس نے کھڑے ہو کر بات کی تھی اور اب تک کھڑا تھا۔ سپہ سالار کی پھنکار سن کر وہ چپ چاپ بیٹھ گیا۔

آخر سپہ سالار نے اعلان کیا۔

"شاید ہمارے کچھ سرداروں کو وزیراعظم اور قبق خاتون کی طرح اپنے لشکر کی طاقت کا اندازہ نہیں اور وہ بھی صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں یہ اجلاس برخاست کرتا ہوں۔ آپ لوگ رات بھر اچھی طرح غور فرمالیجئے تاکہ کل میں حملہ آوروں کے خلاف اعلان جنگ کر سکوں۔"

تمام سرداروں کو یقین ہو گیا کہ ان کا ضدی سپہ سالار بیگ دار کل ضرور اعلان جنگ کر دے گا۔ قلعہ کے عام لشکریوں کو تو ملکہ اور بیگ دار کے اختلاف کا کچھ زیادہ علم نہ تھا مگر چھوٹے بڑے سرداروں کو سب کچھ معلوم تھا اور اگر کچھ کسر رہ گئی تھی تو وہ وزیراعظم نے پوری کر دی تھی۔ زاشی نے بھی اس سلسلہ میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس نے تمام بڑے سرداروں سے فردا" فردا" ملاقات کی تھی اور بیگ دار کے ساتھ ان کی وفاداری میں دراڑیں ڈال دی تھیں۔

جہاں تک چھوٹے سرداروں کا تعلق تھا تو ان کی تمام ہمدردیاں ملکہ بخارا کے ساتھ تھیں مگر وہ بے بس تھے۔ ان کا کوئی لیڈر نہ تھا۔ ان کی تمام ضروریات کا خیال فرفوس رکھتا تھا۔ چونکہ فرفوس سپہ سالار کا ہمدرد اور ایک طرح کا غلام تھا اس لیے چھوٹے سرداروں نے ملکہ سے محبت کے باوجود چپ سادھ رکھی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میٹنگ میں جب ایک چھوٹے سردار نے بولنے کی کوشش کی تو بیگ دار نے اسے ڈانٹ دیا اور وہ چپ ہو کے بیٹھ گیا۔

بڑے سردار اپنے دل کی بات منہ پر لے آتے تھے اور بیگ دار سے بحث و تمحیص بھی کرتے تھے مگر ان کا بھی کوئی لیڈر نہ تھا۔ انہیں بھی اپنی ضروریات کے لیے فرفوس کا منہ دیکھنا پڑتا تھا اور فرفوس ان کی وفاداریوں کا نقد سودا کرتا تھا۔ اس وجہ سے ان پر بیگ دار سے زیادہ فرفوس کا اثر تھا۔ وہ ہر اچھی بری بات کے لیے فرفوس کے پاس جاتے اور فرفوس اُن کا مطالبہ فورا" پورا کر دیا کرتا تھا۔

بیگ دار کی میٹنگ کے فورا" بعد تمام بڑے سرداروں نے پہلے آپس میں کچھ گفتگو کی پھر وہ سب کے سب فرفوس کی محل نما حویلی پر پہنچ گئے۔ بیگ دار کو بھی اس کی خبر لگی مگر اس نے اس میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ اسے اپنے نائب پر جو پہلے اس کا غلام تھا' پورا پورا

اعتماد تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فرفوس جو فیصلہ کرے گا وہ اس کے حق میں ہو گا۔ اسی لیے اسے بڑے سرداروں کی کانفرنس کی طرف سے کوئی خطرہ پیدا نہ ہوا۔

ادھر فرفوس نے بڑے سرداروں کی بڑی پذیرائی کی اور اپنے محل میں اس نے انہیں خوش آمدید کہا۔ جب سردارانِ لشکر نشستوں پر بیٹھ گئے تو فرفوس نے گفتگو میں پیش قدمی کی اور بڑی محبت سے بولا۔

"میں سرداران لشکر کو اپنی حویلی میں دیکھ کر جس قدر خوش ہوا ہوں اسے میں الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ زندگی میں کچھ اونچ نیچ ہو ہی جاتی ہے۔ میں بھی آخر انسان ہوں۔ مجھ سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ ضرور مجھ سے کوئی ایسی غلطی ہوئی ہے کہ سرداران لشکر کو میرے پاس آنے کی زحمت اٹھانا پڑی۔"

فرفوس کی لچھے دار باتوں سے سردارانِ لشکر بہت خوش ہوئے۔ ان میں سے ایک بولا۔

"محترم فرفوس۔ آپ یقیناً انسان ہیں اور امکان ہے کہ آپ سے غلطیاں بھی ہوتی ہوں گی مگر ہمارے معاملہ میں آپ نے نہ کبھی غلطی کی ہے اور نہ کسی قسم کی کوتاہی کا اظہار کیا ہے۔ ہم نے تو آپ سے جو مانگا وہ آپ نے مہیا کر دیا بلکہ ہمیں جو کچھ نہ مانگنا چاہیے تھا آپ نے وہ بھی ہمارے کہنے پر بھجوا دیا۔"

"پھر بھی کوئی بات ضرور ہو گی جس کی بنا پر آپ کو میرے غریب خانہ پر آنا پڑا؟"

فرفوس ان کی خوشنودی کی خاطر ان کی چاپلوسی کرنے سے بھی باز نہ آتا تھا۔

"دیکھئے نائب محترم۔" ایک سردار بولا۔ "آپ کے سلسلہ میں نہ تو ہمیں شکایت ہے اور نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے۔ ہاں آپ کے سپہ سالار کی بدمزاجی اور تلخ کلامی سے ہمیں ضرور شکوہ ہے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" چالاک فرفوس نے ناگواری کا اظہار کرنے کے بجائے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ "میں نے بھی اپنے آقا کی سخت مزاجی محسوس کی ہے۔ اگر کوئی عام آدمی ہو تو اس کے ساتھ اس قسم کی تلخ کلامی چل جاتی ہے مگر برابر والوں کے ساتھ اگر رویہ خراب ہو تو انہیں ضرور برا معلوم ہو گا۔ آپ مجھے مشورہ دیجئے کہ میں اس سلسلہ میں کیا قدم اٹھاؤں اور کس طرح کی احتیاطی تدابیر اختیار کروں۔"

"نائب صاحب۔" ایک دوسرے سردار نے کہا۔ "سپہ سالار نے ملکہ عالیہ کے اختیارات سلب کر لیے ہیں' ہم نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ انہوں نے شاہی محل کو گھیرے میں لینے کا حکم دیا' ہم خاموش رہے مگر ملکہ عالیہ آخر اس ملک کی ملکہ ہیں۔ جنگ و صلح کے معاملہ میں

جتنے اختیارات سپہ سالار کو ہیں ان سے زیادہ ملکہ عالیہ کو ہیں لیکن سپہ سالار صاحب نے تو ملکہ عالیہ کو دودھ کی مکھی کی طرح انتظامی اور فوجی معاملات سے نکال کے الگ پھینک دیا ہے۔"

وہ خاموش ہوا تو فرفوس نے فوراً" اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

"سردار کا غصہ بجا ہے۔ سپہ سالار اور ملکہ کے اختلافات میں ہم دخل نہیں دیتے مگر ملکہ عالیہ ہمارے لیے واقعی قابل احترام ہیں۔ ہر اہم معاملہ میں ان کے مشورہ کی ضرورت پڑتی ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ اگر آپ لوگ فرمائیں تو اس سلسلہ میں سپہ سالار اور ملکہ دونوں سے بات کروں؟"

"نائب صاحب۔" وہ سردار چڑ کے بولا۔ "ایسے معاملات میں ہمارے فرمانے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات تو آپ کو خود ہی سوچنا اور کرنا چاہیے تھی۔"

ایک اور سردار نے سعد بن عثمان کی طرف اشارہ کیا۔

"نائب صاحب دیکھئے نا۔ یہ کس قدر بے اصولی ہے کہ ہم دشمن کی طرف سے آئے ہوئے قاصد کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیں۔"

"جی ہاں یہ کتنی بری بات ہے۔" بات نکلی تو ایک اور سردار بولا۔ "اور وہ قاصد بھی کون۔ حملہ آور لشکر کے سپہ سالار کا سگا بھائی۔ آخر اسے کیوں گرفتار کیا گیا؟"

فرفوس پر دونوں طرف سے سوالات ہوئے تو وہ گھبرا گیا مگر تھا بہت چالاک۔ اس نے فوراً" کہا۔

"آپ نے جن باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے یہ باتیں میرے دماغ میں بھی تھیں مگر میں ان باتوں کے بارے میں اپنے طور پر سپہ سالار سے گفتگو نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ افسر اعلیٰ ہونے کے علاوہ میرے آقا بھی ہیں۔ اب مجھے آپ کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ میں یہ تمام شکایات ان کے پاس پہنچاؤں گا اور اس کا تدارک بھی کروں گا۔ آپ لوگ بالکل اطمینان رکھئے۔"

فرفوس کی چکنی چپڑی باتوں سے تمام سردار خوش ہوئے اور مطمئن ہو کر وہاں سے اٹھے۔ فرفوس کو بھی اطمینان ہوا۔ اسے ان سرداروں کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ ان میں سے آدھے سے زیادہ نہیں تو قریب قریب آدھے سردار ملکہ عالیہ کے ہمدرد ہیں اور ان کی بے عزتی برداشت کرنے پر تیار نہیں ہیں۔

فوج کے بڑے بڑے سرداروں کا ایک گروہ کی شکل میں فرفوس سے نرم و گرم گفتگو کرنا کوئی نیک شگون نہ تھا۔ فرفوس نے تربیت تو بیگ دار سے حاصل کی تھی مگر دل و دماغ اس کا اپنا ہی تھا۔ اب اس کے لیے ایک امتحان کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے اب تک بیگ دار کے ہر حکم کی بے چون و چرا تعمیل کی تھی مگر سرداروں کے "تیور" نے اسے پریشان کر دیا تھا۔ اگر ایک دو سردار اس کے پاس آتے اور بیگ دار کے بارے میں ویسی ہی گفتگو کرتے جیسی اس گروہ نے کی تھی تو وہ فرفوس کے پاس سے جان سلامت لے کر نہ جا سکتے تھے مگر اب تو معاملہ تمام سرداروں کا تھا جن کی وفاداری کے زور پر ہی بیگ دار ملکہ بخارا کے سامنے دیوار بن کے کھڑا ہو گیا تھا۔

فرفوس اس مسئلہ پر دو روز تک غور کرتا رہا پھر وہ اپنے آقا بیگ دار کے پاس پہنچ گیا۔ بیگ دار اپنے نائب کی صورت دیکھتے ہی بھانپ گیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے جبھی فرفوس اس قدر پریشان نظر آ رہا ہے۔

فرفوس نے بیگ دار کو سلام کیا تو بیگ دار نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔

"آج میرا بیٹا فرفوس کچھ زیادہ پریشان نظر آ رہا ہے؟"

"میرے آقا۔ آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا۔" فرفوس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"کچھ ہم بھی تو سنیں۔ فرفوس کیوں پریشان ہے؟" بیگ دار نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

فرفوس نے نظریں نیچی کر کے جواب دیا۔

"دو دن پہلے لشکر کے تمام بڑے بڑے سردار میرے پاس آئے تھے۔"

بیگ دار کا رنگ فق ہو گیا۔

"کیوں آئے تھے۔ کیا کہتے تھے؟"

"انہیں میرے آقا سے شکایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے ملکہ بخارا کے تمام اختیارات چھین لیے ہیں۔"

"مگر یہ سب کچھ تو ان کی بھلائی کے لیے کیا گیا ہے۔ اس میں ان کی رضامندی شامل تھی۔"

"لیکن اب وہ ناراض معلوم ہوتے ہیں۔"

"تم نے کیا جواب دیا انہیں؟"

"میں نے بات تو بنا دی ہے لیکن یہ بات زیادہ دن تک نہیں چل سکتی۔"

"پھر اب کیا قدم اٹھانا چاہیۓ؟"

"میرے آقا۔ یہی پوچھنے تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"پھر بھی تمہارا کیا خیال ہے اس معاملہ میں؟"

"میرے آقا۔ میں آپ کو مشورہ دینے کے قابل نہیں۔" فرفوس نے سینہ تان کے کہا۔

"فرفوس نے ہمیشہ آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ مجھے آپ کا حکم چاہیۓ۔"

"میں کیا حکم دوں تمہیں؟" بیگ دار گھبرا رہا تھا۔

"مجھے حکم دیجیۓ کہ میں تمام بڑی بڑے سرداروں کے سر قلم کر دوں۔" اور فرفوس نے اپنی تلوار ہوا میں لہرائی۔

بیگ دار مضمحل انداز میں بولا۔

"مجھے تمہاری شجاعت اور وفاداری پر ناز ہے فرفوس مگر میرے خیال میں تمام سرداروں کا ایک ساتھ قتل ہمیں فائدہ پہنچانے کے بجاۓ نقصان پہنچانے کا باعث ہو سکتا ہے۔"

فرفوس نے تلوار نیام میں کرتے ہوۓ کہا۔

"اس کے سوا مجھے کوئی اور حل نظر نہیں آتا میرے آقا۔"

"اچھا تم جاؤ اور خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرو۔" بیگ دار نے اسے تسلی دی اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔

فرفوس نے بیگ دار کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔

"میرے آقا۔ آج تو آپ کو دشمن کے خلاف اعلان جنگ کرنا ہے؟"

بیگ دار نے ایک لمبی سانس لی اور بولا۔

"تم جاؤ فرفوس۔"

"مگر........"

بیگ دار کا لہجہ ایک دم سخت ہو گیا۔

"یہ میرا حکم ہے فرفوس۔ جاؤ اور خود کو پرسکون کرو۔"

○☆○

زاشی نے بخارا کے لشکر کے سرداروں کے درمیان جو چنگاری سلگائی تھی اس نے شعلہ کی صورت اختیار کر لی تھی اور یہ شعلہ کسی بھی وقت بھڑک سکتا تھا۔ فرفوس جو اپنے آقا کے سامنے بھیگی بلی بنا رہتا تھا' اس کے منہ میں بھی زبان آ گئی تھی۔ اس نے اگرچہ اپنی وفاداری کے اظہار کے لیے لشکر کے تمام سرداروں کے سر اڑا دینے کا اعلان کیا تھا مگر اس اعلان کے پس منظر میں وہ خطرہ بھی سر اٹھا رہا تھا جو سرداروں کے قتل کے بعد لشکر میں بغاوت کی صورت میں نمودار ہو سکتا تھا۔

یہ ضرور ہے کہ زاشی کی سرداروں سے ملاقات نے ان کے منجمد ذہنوں کو کھول دیا تھا اور سپہ سالار کے حکم پر سر کٹانے والے یہ سردار اب قلعہ کے بعض اہم واقعات پر بھی گفتگو کرنے لگے تھے اور سپہ سالار بیگ دار اپنی جگہ ہل کے رہ گیا تھا مگر مثل مشہور ہے۔

"جو جلاتا ہے کسی کو خود بھی جلتا ہے ضرور"

ایسا ہی کچھ حال زاشی کا بھی ہوا۔ اس نے سرداروں میں بیگ دار کے خلاف ایک ایسے غم و غصہ کو جنم دیا تھا کہ وہ سپہ سالار کے سامنے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ملکہ بخارا بھی زاشی کی کارکردگی سے بہت خوش تھی اور اس کی ہر وقت تعریف کرتی رہتی تھی مگر زاشی کی لگائی ہوئی آگ آخر خود اس کے دامن تک بھی پہنچ گئی۔

ایک ہفتہ کی طویل غیر حاضری کے بعد جب زاشی خوشی خوشی اپنے منگیتر کو یہ خوشخبری سنانے فصیل پر پہنچی تو لالے نے اس سے ایسی بے رخی کا برتاؤ کیا کہ اسے رونا آ گیا۔ وہ جب مسکراتی ہوئی لالے کے پاس پہنچتی تھی تو لالے اس کا ہنس کر یا مسکرا کر استقبال کرتا تھا مگر اس دن ایسا ہوا کہ لالے نے زاشی کو آتا دیکھ کر اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔

زاشی کا دل دھک سے رہ گیا اور اس کے قدم رک گئے۔ یہ لالے کو کیا ہو گیا۔ کہاں تو وہ زاشی کو آتے دیکھ کر تمام کام چھوڑ کر اس کی طرف تیز قدموں سے بھاگتا ہوا آتا تھا اور آج یہ حال ہے کہ اس نے زاشی کی طرف پیٹھ کر لی ہے۔

زاشی لرزتے قدموں سے لالے کے پاس پہنچ گئی مگر لالے نے اس کی طرف منہ نہ کیا۔

"کیا ہوا لالے۔ مجھ سے خفا ہو؟" زاشی نے بھرپور پیار سے پوچھا۔

مگر لالے نے جواب نہ دیا اور نہ ہی اس کی طرف رخ کیا۔

"لالے۔" اور زاشی نے محبت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

لالے اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"مجھے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں۔" لالے نے تلخ انداز میں کہا۔

"کیا میرے ہاتھوں میں کانٹے لگ گئے ہیں؟" زاشی کی انا کو ٹھیس پہنچی تو اس نے بھی بلبلا کے کہا۔

"اب تیرے ہاتھ گندے ہو گئے ہیں زاشی۔" لالے نے اس پر الزام لگایا۔

زاشی تڑپ اٹھی۔ بولی۔

"تیری زبان کو آگ لگے۔ کیا یہ وہی ہاتھ نہیں جنہیں تو آنکھوں سے لگاتا تھا؟"

لالے نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"نہیں۔ وہ ہاتھ تو پاک تھے اور یہ ہاتھ نجس ہو گئے ہیں۔"

زاشی نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیے اور تیز آواز میں بولی۔

"مجھ سے آنکھ ملا کر بات کر۔ تو نے میرے ہاتھوں کو نجس کہنے کی جرات کیسے کی۔ میں بھنگن تو نہیں پھر میرے ہاتھ کیسے گندے ہوئے؟"

"کیا تو فرفوس کے پاس نہیں گئی تھی؟" لالے چیخ اٹھا۔

زاشی سناٹے میں آ گئی۔ وہ انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ہاں یہ بات اس نے لالے کو نہیں بتائی تھی۔ بتاتی بھی کیسے۔ پچھلے پندرہ دن سے اسے سر کھجانے کی بھی فرصت نہ ملی تھی۔ آج فرفوس کے پاس تو کل دوسرے سردار کے پاس اور پرسوں تیسرے کے پاس۔ اس کے پاؤں گھن چکر بنے ہوئے تھے۔ کھانے پینے کا بھی ہوش نہ تھا اسے۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ وہ لالے سے پچھلے پندرہ دن سے ملی ہی نہ تھی پھر کیسے بتاتی اسے۔

زاشی کو اقرار کرنا پڑا۔ جیسے چور اقبال جرم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

"ہاں گئی تھی فرفوس کے پاس مگر........"

"میں اگر مگر نہیں پوچھتا۔" لالے نے اکڑ کے کہا۔ "اسی کے پاس جانا تو پھر مجھ سے رشتہ جوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"مجھ پر غلط الزام نہ لگا لالے۔" زاشی کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ "میں محبت کا رشتہ جوڑنے نہیں گئی تھی اس کے پاس۔"

"تو کیا تسلی دینے گئی تھی؟" لالے جل کے بولا۔

"زبان سنبھال لالے۔ میں تیرا بہت لحاظ کر رہی ہوں۔" زاشی نے اسے گھورا۔ "کیا تو مجھے بے اعتبار سمجھتا ہے؟"

"کیوں نہ سمجھوں۔" لالے بھی اکڑا ہی رہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ پچھلے دس پندرہ دنوں سے تیرے پیر بہک رہے ہیں۔ کبھی فرفوس کے پاس جاتی ہے کبھی کسی دوسرے سردار

کے پاس۔ تجھے میری عزت کا کوئی خیال نہیں؟؟"

"تجھے میری عزت کا بڑا خیال ہے جو طرح طرح کے الزام دھر رہا ہے مجھ پر۔" زاشی نے بھی جلی کٹی سنانا شروع کر دی۔ "دن بھر فصیل پر چڑھا رہتا ہے۔ آنکھوں پر تو پردہ پڑ گیا ہے۔ تجھے دکھائی نہیں دیتا کہ قلعہ کے اندر باہر کیا ہو رہا ہے۔"

"کچھ بھی ہو رہا ہو اندر باہر۔" لالے چڑ گیا۔ "قلعہ کی بات قلعے والے جانیں۔ تو کیا ماں لگتی ہے قلعہ والوں کی۔ تیرا تعلق تو مجھ سے ہے۔ دو ہفتوں سے غائب ہے۔ تجھے میرا کوئی خیال نہیں آیا؟"

"تجھے بڑا خیال آیا میرا۔" زاشی نے بھی زبان نہیں روکی۔ "مجھ پر الزام لگاتے شرم نہیں آتی تجھے۔ سارا زمانہ چھوڑ دیا ہے تیرے لیے۔ اس کا یہ پھل مل رہا ہے۔ غارت ہو جائے فرفوس اور ساتھ تو بھی۔ مجھے آنکھیں دکھانے کی ضرورت نہیں۔ ابھی میں تیری بیوی نہیں۔ میں ملکہ حضور کی کنیز ہوں۔ انہی کے کام سے گئی تھی فرفوس کے پاس۔ ورنہ تو میں فرفوس کے منہ پر جھاڑو پھیرتی ہوں۔" زاشی سسکیاں بھرنے لگی۔

ملکہ کے نام پر لالے گھبرا گیا پھر زاشی کی سسکیوں نے اسے بدحواس کر دیا۔ نرم پڑتے ہوئے بولا۔

"زاشی۔ زاشی تو رو مت۔ تیری سسکیوں سے میرا دل ڈولنے لگتا ہے۔ بس چپ بھی ہو جا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ملکہ عالیہ نے تجھے فرفوس کے پاس بھیجا تھا۔"

زاشی نے فوراً" آنسو پونچھ ڈالے مگر روہانسی آواز میں بولی۔

"اب چپ کرا رہا ہے مجھے۔ میری آدھی جان نکال لی تو نے۔ میں ملکہ سے صاف کہہ دوں گی کہ اب مجھے فرفوس کے پاس نہ بھیجیں۔ لالے جلتا ہے اس سے۔ میں اب نہیں جاؤں گی اس کے پاس۔ اب تو تو خوش ہے نا؟"

"نا۔۔۔۔نا۔ ایسا نہ کہنا ملکہ عالیہ سے۔" لالے نے خوشامد شروع کر دی۔ "وہ کیا سوچیں گی میرے بارے میں۔ میں اب تجھے کبھی نہیں منع کروں گا۔"

زاشی کا چہرہ کھل اٹھا۔ فرفوس سے ملنے سے پہلے اس نے یہی سوچا تھا کہ لالے اس پر ضرور شبہ کرے گا مگر مجبوری تھی۔ اگر وہ لالے سے اجازت مانگنے آتی تو اسے اور زیادہ شبہ ہو جاتا۔ اس لیے اس نے انجام سے بے پروا ہو کے فرفوس سے ملاقات کی اور اس کی یہ ملاقات ملکہ کے حق میں ایک نیک شگون ثابت ہوا۔ ملکہ کو نہ صرف یہ معلوم ہو گیا کہ فرفوس اس کے خلاف کوئی سخت قدم نہیں اٹھائے گا بلکہ ملکہ کو یہ بھی یقین ہو گیا کہ فرفوس

ہر اس بات کی مخالفت کرے گا جس بات سے ملکہ کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو۔
زاشی اور لالے میں ذرا سی تلخی کے بعد پھر میل ہو گیا اور وہ پہلے کی طرح منہ سے منہ ملا کر باتیں کرنے لگے۔ اپنی باتیں اپنے دل کی باتیں۔ واپسی میں زاشی کو کافی دیر ہو گئی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ زاشی نے جان بوجھ کے لالے کو دیر تک گفتگو میں مصروف رکھا پھر جب وہ واپس جانے لگی تو اس نے ہنس کے لالے سے کہا۔
"لالے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس وقت میں فرفوس کے پاس جا رہی ہوں تو تجھے برا تو نہیں لگے گا؟"
لالے کے پیر کے نیچے سے جیسے زمین نکل گئی۔ اس نے گھبرا کے زاشی کو دیکھا۔ دوسری طرف زاشی اسے مسکرا مسکرا کے دیکھ رہی تھی۔ جب لالے نے جواب نہیں دیا تو زاشی نے دوبارہ کہا۔
"لالے۔ تم بہت کمزور دل کے مالک ہو۔ مجھ پر تمہیں بالکل اعتبار نہیں؟"
"اعتبار تو ہے مگر ــــــــ" لالے ہکلاتے ہوئے بولا۔
زاشی اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر بیٹھ گئی اور ادھر ادھر دیکھ کے رازداری کے انداز میں کہا۔
"ملکہ عالیہ کا ایک پیغام فرفوس تک پہنچانا ہے۔ اگر تم اجازت نہیں دیتے تو میں نہیں جاؤں گی۔"
زاشی کا تیر ٹھیک نشانے پر لگا۔ ملکہ کا نام سن کر لالے نرم پڑ گیا۔ بولا۔
"میں کب روکتا ہوں تمہیں۔ ملکہ عالیہ کا کام سب سے پہلے ہونا چاہیئے۔ جاؤ جاؤ ضرور جاؤ۔ مجھے تم پر پورا اعتماد ہے زاشی۔"
لالے نے کہنے کو تو کہہ دیا مگر اس کا دل واقعی ڈولنے لگا۔ زاشی نے بھی اسے محسوس کیا اور کہا۔
"لالے۔ میں تمہیں بتاتی ہوں۔"
"مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔" لالے نے اس کی بات کاٹ دی۔ "کام تو بہرحال کام ہی ہوتا ہے۔ ہم سب نوکر ہی ہیں کسی نہ کسی کے۔ پھر ملکہ کا کام تو ہر صورت میں ہونا چاہیئے۔"
زاشی، لالے کو دکھ نہیں دینا چاہتی تھی مگر مجبوری یہ تھی کہ اس نے ملکہ سے وعدہ کر لیا تھا کہ آج وہ اس کے مہمان یعنی سعد بن عثمان کا پتہ لگا کر رہے گی اور وہ طے کر کے آئی تھی کہ لالے سے ملنے کے بعد وہ سیدھی فرفوس کے محل پر جائے گی اور انتہائی پوشیدگی

سے پتہ لگائے گی کہ فرفوس نے سعد بن عثمان کو کس جگہ چھپایا ہے۔
پس اس نے لالے کو کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے سر جھکاتے ہوئے فرفوس کے محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ اب یہ زاشی کی خوش قسمتی تھی یا پھر سعد بن عثمان کا راز آج کھلنا تھا کہ جب وہ فرفوس کے محل کے پاس پہنچی تو ایک غلام ایک ٹرے جس پر کپڑا ڈھکا تھا' لیے ہوئے محل کے صدر دروازے سے نکلا اور غلام گردش (ملازمین کے کوارٹر) کی طرف بڑھا۔

زاشی جیسی چالاک کنیز کا فوراً" ماتھا ٹھنکا۔ ٹرے میں کوئی چیز محل سے لے کر ملازمین کے کمروں کی طرف جانا یوں بھی کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں جب ہر طرف اندھیرا پھیل گیا ہو تو ایک غلام کوئی چیز محل سے کسی ملازم کو دینے تو جا نہیں سکتا پھر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔
چنانچہ زاشی نے فوراً" غلام کا تعاقب شروع کر دیا۔ غلام گردش میں پانچ کمرے بنے تھے مگر وہ پانچوں بند تھے۔ کمروں میں لگے ہوئے قفل وہاں کی مدھم روشنی میں بھی دور سے نظر آ رہے تھے۔ غلام ٹرے لیے ہوئے درمیان کے کمرے کے سامنے پہنچ کے رک گیا پھر اس نے احتیاط کے طور پر ادھر ادھر دیکھا۔ ٹرے کو زمین پر رکھ دیا اور جیب سے چابی نکال کے تالا کھولا پھر ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوا اور کمرے کو اندر سے بند کر لیا۔
زاشی کا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھل رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ ٹرے میں کھانا ہے اور غلام یہ کھانا سعد بن عثمان کے لیے لے جا رہا ہے جو اس کمرے میں یا اس کمرے کے اندر کسی اور جگہ سعد بن عثمان کو رکھا گیا ہے۔ زاشی وہیں چھپ کے بیٹھ گئی اور غلام کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ نصف گھنٹے کے بعد غلام واپس آیا۔ ٹرے پر اسی طرح کپڑا پڑا ہوا تھا مگر غلام اب ٹرے کو پہلے کی طرح احتیاط سے نہیں اٹھائے ہوئے تھا بلکہ وہ لاپروا دکھائی دے رہا تھا۔

غلام نے کمرے سے نکل کر کمرہ کو تالا لگایا اور ٹرے لے کر جس طرف سے آیا تھا ادھر ہی واپس ہو گیا۔ زاشی اس کے جانے کے بعد پوشیدہ جگہ سے باہر نکلی تو اس کے پیروں کو جیسے پر لگ گئے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی بلکہ بھاگتی ہوئی ملکہ کے پاس پہنچی اور زور سے چیخی۔
"ملکہ محترمہ۔ میں نے---- میں نے اس کا پتہ چلا لیا ہے۔"
ملکہ بخارا' زاشی کی آواز اور انداز سے فوراً" جان گئی کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے۔ ملکہ کا چہرہ بھی گلنار ہو گیا اور اس نے آگے بڑھ کے فوراً" زاشی کو گلے لگا لیا۔ چند لمحوں بعد

ملکہ نے زاشی سے الگ ہوتے ہوئے دریافت کیا۔

"زاشی۔ اگر میں غلط نہیں سمجھی تو تمہارا اشارہ سعد بن عثمان کے بارے میں ہے؟"

"ملکہ نے بالکل درست فرمایا۔" زاشی خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی۔ "فرفوس نے معزز سعد بن عثمان کو اپنی غلام گردش کے ایک کمرے میں چھپا رکھا ہے۔"

"تم نے سعد سے ملاقات کی ہے کیا؟" ملکہ نے جلدی سے پوچھا۔

"میں نے ملاقات تو نہیں کی۔" زاشی نے بتانا شروع کیا۔ "مگر معزز سعد اس کمرے میں قید ہیں جہاں غلام کھانا لے کر گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ فرفوس کا ایک غلام کھانے کا خوان لے کر غلام گردش کے درمیانی کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کیا پھر تقریباً نصف گھنٹہ بعد وہ خالی برتن لے کر کمرے سے باہر آیا۔ اس نے کمرہ مقفل کیا اور واپس چلا گیا۔"

"مگر غلام کے لیے دروازہ کھولا کس نے تھا؟" ملکہ کے دماغ میں ایک دم خیال آیا اور اس نے فوراً زاشی سے سوال کر دیا۔

زاشی نے جواب دیا۔

"آپ اطمینان سے تشریف رکھئے۔ میں بتاتی ہوں۔"

پھر زاشی نے اپنے اور لالے کے جھگڑے سے لے کر غلام کے کھانا لے جانے اور واپس آنے تک کے تمام حالات سے ملکہ کو آگاہ کیا۔ ملکہ بڑی توجہ سے اس کی باتوں کو سنتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوئی تو ملکہ خود بھی دیر تک خیالات میں ڈوبی رہی۔ جب بہت دیر ہو گئی تو زاشی نے اسے چونکایا۔

"آپ کن خیالوں میں کھو گئیں ملکہ محترمہ؟"

ملکہ نے چونک کے زاشی کو دیکھا پھر ٹھنڈی سانس لے کے کہا۔

"زاشی کیا تجھے یقین ہے کہ سعد وہیں قید ہے؟"

"ملکہ محترمہ۔ آپ میری بات کا یقین کیجئے۔ مجھے آپ سے جھوٹ بول کے کیا ملے گا؟" زاشی نے ملکہ کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ "اس بات سے تو آپ بالکل مطمئن رہئے ۔ جو کچھ سوچنا ہے وہ اس سے آگے کے لیے سوچئے۔"

ملکہ نے ایک اور ٹھنڈی سانس لی۔ مسکرائی اور کہا۔

"میں نے آگے کے لیے سوچ بھی لیا ہے اور فیصلہ بھی کر لیا ہے۔"

"کچھ مجھے بھی تو بتائیے۔ اب کیا کریں گی آپ؟" زاشی نے کمال دلچسپی سے پوچھا۔

"دیکھو زاشی۔" ملکہ نے کہا۔ "جب تک ہم آگ سے ڈرتے رہیں گے۔ آگ ہمیں ڈراتی رہے گی پھر جب ہم ایک بار آگ میں ہاتھ ڈال دیں گے تو سارا ڈر ختم ہو جائے گا اور آگ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔"

یہ کہہ کے ملکہ بخارا قبق خاتون پھر خاموش ہو گئی۔ اس سے پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ملکہ بخارا کا نام قبق خاتون عام طور سے اسی املا میں ملتا ہے جب کہ تاریخ اسلام مرتبہ مسٹر لائٹر نے ملکہ بخارا کا نام خبک خاتون لکھا ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں یہ واقعہ امیر معاویہؓ کے عہد خلافت یعنی ۵۸ھ کا ہے اور اس دور کی کوئی مستند تاریخ ہمارے سامنے موجود نہیں۔ پھر بھی ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ ملکہ بخارا کا صحیح نام آپ تک پہنچایا جائے اس لیے آپ ملکہ بخارا کو قبق خاتون یا خبک خاتون کے نام سے پکار سکتے ہیں۔

آخر ملکہ بخارا نے کھوئے کھوئے انداز میں زاشی کو حکم دیا۔

"تم آج ہمارے کمرے سے باہر نہیں نکلو گی۔"

"جی۔" زاشی نے حیران نظروں سے ملکہ کو دیکھا۔ "میں سمجھی نہیں ملکہ محترمہ؟"

"اس سے زیادہ تمہیں سمجھنے کی بھی ضرورت نہیں۔" ملکہ بخارا یہ کہتی ہوئی اپنے کمرے سے نکل گئی۔

اب زاشی ملکہ کے کمرے میں اکیلی تھی۔ ملکہ کے ان دو مختصر جملوں سے اس نے یہ تو سمجھ لیا تھا کہ ملکہ، سعد بن عثمان کے سلسلہ میں کوئی خاص قدم اٹھانا چاہتی ہے مگر وہ قدم کیا ہو گا۔ اس بارے میں وہ کچھ نہ سوچ سکی۔ تھوڑی دیر تک وہ ایک کوچ کے سہارے نیم دراز رہی پھر شاید وہ تھک گئی تھی۔ اسے نیند نے آ گھیرا اور وہ خراٹے لینے لگی۔

پتہ نہیں زاشی کتنی دیر سوتی رہی کہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور ان کی ٹاپوں کے شور سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ گھبرا کے اٹھ بیٹھی۔ اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ ملکہ کے کمرے میں سوائے ایک خادمہ کے اور کوئی نہ تھا۔

"ملکہ عالیہ کدھر ہیں؟" زاشی نے ملازمہ سے سوال کیا۔

"مجھے کچھ پتہ نہیں۔" خادمہ نے جواب دیا۔

"یہ باہر گھوڑے کیوں دوڑ رہے ہیں؟" زاشی نے دوسرا سوال کیا۔

"مجھے اس کا بھی پتہ نہیں۔" خادمہ نے پھر نفی میں جواب دیا۔ "میرے لیے ملکہ عالیہ کا حکم ہے کہ جب تک تم سوتی رہو میں تمہارے پاس موجود رہوں۔"

"اور جب جاگ پڑوں تو؟" زاشی چڑ گئی۔ "تم مجھے صاف کیوں نہیں بتاتیں کہ ملکہ عالیہ

کہاں ہیں اور باہر گھوڑے کیوں آئے ہیں؟"

خادمہ عاجزی سے بولی۔

"آپ میری بات کا یقین کیجئے۔ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ اگر آپ حکم دیں تو میں باہر جا کے معلوم کروں؟"

"ہوں۔" اور زاشی سوچنے لگی۔

اس وقت ملکہ تبق خاتون کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ سر تا پا مسلح تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے میدان جنگ میں جا رہی ہے یا وہاں سے آئی ہے۔ زاشی اسے دیکھ کے کھڑی ہو گئی۔

"کسے قتل کرنے جا رہی ہیں ملکہ عالیہ۔" زاشی نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"قتل کرنے نہیں بلکہ کسی کو قتل سے بچانے جا رہی ہوں۔" ملکہ نے فوراً جواب دیا۔

زاشی دھک سے رہ گئی۔ بولی۔

"ملکہ حضور۔ کیا آپ سعد بن عثمان کو چھڑانے جا رہی ہیں؟"

"زاشی نے ٹھیک سوچا۔" ملکہ نے بلا جھجک کہا۔ "ہم اپنے مہمان کو مزید ایک لمحہ بھی قید میں نہیں دیکھ سکتے۔"

"کیا باہر سوار دستے موجود ہیں؟" زاشی نے گھبرا کے پوچھا۔

"زاشی کا یہ خیال بھی درست ہے۔" ملکہ بے پروائی سے بولی۔

زاشی اور زیادہ گھبرا گئی۔ اس نے کہا۔

"کیا غضب کر رہی ہیں ملکہ عالیہ۔ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ آپ نے مجھے تو بتایا ہوتا۔ میں سعد بن عثمان کو کسی ترکیب سے نکال لاتی۔"

"زاشی۔" ملکہ نے زور دے کے کہا۔ "جو کام تمہارا تھا وہ تم نے کر دیا۔ اب سعد کو آزاد کرانا ہمارا کام ہے اور یہ کام ہم ہی انجام دیں گے۔"

"ملکہ عالیہ۔" زاشی نے انتہائی لجاجت سے کہا۔ "آپ مجھے ایک موقعہ تو دیں۔ میں بغیر خون بہائے سعد بن عثمان کو آزاد کرا لوں گی۔"

"میرے ساتھ آؤ زاشی۔" ملکہ نے دروازے کی طرف چلتے ہوئے کہا۔ "ملکہ تبق خاتون اپنا ارادہ نہیں بدلا کرتی۔ میرے فوجی دستے میرے ساتھ ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے آج ہم سعد کو آزاد کرا کے رہیں گے۔"

زاشی کو خاموش ہونا پڑا۔ وہ ملکہ کے پیچھے کمرے سے نکل کے راہداری میں آئی تو اسے دور دور تک سوار ہی سوار نظر آئے۔ زاشی کا گلا خشک ہو گیا۔ اس نے کچھ بولنے کی کوشش

کی مگر آواز حلق میں اٹک گئی۔

"زاشی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔" ملکہ نے حکم دیا اور زاشی کے لیے ایک گھوڑا لانے کا اشارہ کیا۔

چند لمحوں بعد زاشی کے لیے گھوڑا آ گیا اور زاشی جن کپڑوں میں تھی انہی کپڑوں میں گھوڑے پر سوار ہو گئی اور لگامیں سنبھال لیں۔

"تم ہمارے آگے آگے فرفوس کی حویلی پر چلو گی۔" ملکہ نے زاشی سے کہا۔ "ہم نے فرفوس کو اطلاع بھجوا دی ہے کہ ہم شاہی مہمان کو لینے کے لیے آ رہے ہیں اور اگر فرفوس یا سپہ سالار بیگ دار ہمارا راستہ روکنا چاہے تو روک سکتے ہیں۔"

زاشی نے محسوس کر لیا کہ اب معاملہ اس کے اختیار سے باہر ہو گیا ہے اس لیے اس نے چپ سادھ لی اور خاموشی سے گھوڑے کو آگے بڑھا کر ملکہ اور اس کے دستوں کی رہنمائی کرنے لگی۔

یہ دستے جب ملکہ کے محل کے باہر آئے تو وہاں ملکہ کی وفادار فوج کے بقیہ دستے بھی موجود تھے۔ وہ سب ملکہ کے ساتھ ہو لیے۔ یہ رات کا وقت تھا مگر پورا قلعہ جاگ رہا تھا۔ قلعہ والوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ ملکہ قبق خاتون اور سپہ سالار افواج بخارا میں ٹھن گئی ہے اور کسی وقت بھی خانہ جنگی شروع ہو سکتی ہے۔ چنانچہ لوگ مکانوں کی چھتوں اور گلیوں کے اندر سے ملکہ کے دستوں کو مارچ کرتے دیکھ رہے تھے۔

ملکہ بخارا قبق خاتون اپنے دستوں کے ساتھ جب فرفوس کی حویلی کے سامنے پہنچی جو ایک محل سے زیادہ خوبصورت اور بڑی تھی تو وہاں فرفوس ایک ابلق گھوڑے پر سوار موجود تھا۔ اس کے ساتھ اس قدر لشکر تھا جس کا گنا جانا بھی مشکل تھا۔ ایک اندازہ کے مطابق فرفوس کی حویلی پر فرفوس کی کمان میں اس وقت پچیس ہزار سواروں سے کم کا لشکر نہ تھا جب کہ ملکہ کے پاس مشکل سے پانچ ہزار سوار ہوں گے۔

جب ملکہ کے سوار فرفوس کے سواروں کے بالکل مقابل پہنچ گئے تو ملکہ قبق خاتون نے اپنا گھوڑا روکا۔ پلٹ کے اپنے دستوں کو دیکھا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار ہوا میں بلند کر دی۔ اس کے ساتھ ہی ملکہ کے دستوں نے بھی پانچ ہزار تلواریں بلند کر دیں۔

فرفوس اپنے دستوں کے آگے گھوڑے پر سوار پوری طرح مسلح کھڑا تھا۔ ملکہ قبق خاتون اور اس کے سواروں کے تلواریں بلند کرنے کے بعد وہ اور اس کے دستے بھی جو ملکہ کے دستوں سے پانچ گنا تھے تلواریں بلند کر سکتے تھے مگر فرفوس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ گھوڑے پر

بیٹھا ملکہ کو دیکھتا رہا۔

ملکہ کا خیال تھا کہ فرفوس بھی اپنے دستوں کو تلوار بلند کرنے کا حکم دے گا مگر جب اس نے ذرا بھی جنبش نہ کی تو ملکہ نے پر رعب آواز میں کہا۔

"فرفوس۔ ہم شاہی مہمان کو لینے آئے ہیں اور اسے ہر قیمت پر لے جائیں گے۔"

فرفوس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ملکہ نے ذرا انتظار کے بعد کہا۔

"فرفوس۔ ہماری اس کوشش میں دونوں طرف سے جتنی بھی جانیں ضائع ہوں گی اس کے ذمہ دار تم اور تمہارا آقا اور ہمارا باغی سپہ سالار بیگ وار ہو گا۔"

فرفوس نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ ملکہ نے تھوڑا انتظار کیا۔ فرفوس پھر بھی نہیں بولا تو ملکہ نے غصہ سے کہا۔

"فرفوس۔ کیا تم اندھے اور بہرے ہو گئے ہو۔ تم نے یہ نہیں سنا کہ ہم نے کیا کہا اور تم یہ نہیں دیکھ رہے ہے کہ تمہارے سامنے کون موجود ہے؟"

آخر فرفوس نے ایک جھرجھری لی اور اس طرح گویا ہوا۔

"اے ملکہ بخارا قبق خاتون۔ فرفوس نہ بہرہ ہے اور نہ اندھا۔ فرفوس نے وہ سب کچھ سنا جو ملکہ بخارا نے فرمایا اور فرفوس یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ قلعہ بخارا کی ملکہ قبق خاتون اس کے سامنے شمشیر بکف موجود ہیں۔"

"اس کے باوجود تم جواب نہیں دیتے۔" ملکہ نے اور زیادہ غصہ سے کہا۔ "ہم تمہارا جواب سننا چاہتے ہیں؟"

فرفوس کمال ادب سے بولا۔

"اے ملکہ بخارا قبق خاتون۔ فرفوس آپ کا غلام ہے۔"

"نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔" ملکہ نے اس کی بات کاٹی۔ "تم بیگ وار کے غلام ہو۔ وہ تمہارا آقا ہے۔"

"درست فرمایا ملکہ بخارا نے۔" فرفوس بولا۔ "فرفوس نے ضرور بیگ وار کا نمک کھایا ہے مگر فرفوس کے باپ دادا اور تمام خاندان تو ملکہ بخارا کا نمک کھاتا رہا ہے۔ اس صورت میں، میں اپنی جان تو دے سکتا ہوں مگر اپنے باپ دادا اور اہل خاندان کو نمک حرام نہیں کہلوانا چاہتا۔"

ملکہ قبق خاتون اس کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئی۔ اس نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"فرفوس مگر تمہیں جواب تو دینا چاہیئے۔"

"اے ملکہ بخارا۔" فرفوس نے جذبات سے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "فرفوس آپ کا غلام در غلام ہے اور آپ میری ملکہ اور ملکہ بخارا ہیں۔ پھر ایک غلام اپنی ملکہ کو جواب کیسے دے سکتا ہے۔ غلام جواب دینے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف حکم سننے اور اسے بجا لانے کے لیے ہوتا ہے۔"

ملکہ بخارا قبق خاتون نے حیران نظروں سے فرفوس کو دیکھا۔ زاشی بھی سر کو جھٹکا دے کر فرفوس کو غور سے دیکھنے لگی۔ پھر ملکہ سنبھلی اور بولی۔

"فرفوس۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ بتاؤ ہم جو حکم دیں گے وہ تم مان لو گے؟"

فرفوس فوراً گھوڑے سے اتر پڑا پھر اس نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور عاجزی سے بولا۔

"ملکہ بخارا غلام کو جو حکم دیں گی اس کی پوری تعمیل کی جائے گی۔"

"ہم حکم دیتے ہیں۔" ملکہ نے پورے جاہ و جلال کے ساتھ کہا۔ "ہم حکم دیتے ہیں کہ شاہی مہمان کو عزت و احترام کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔"

فرفوس کی گردن میں لٹکی تلوار ایک بار تو لرز کر رہ گئی۔ اس نے چور نظروں سے ملکہ قبق خاتون کو دیکھا۔ اسی وقت ملکہ کی آواز پھر گونجی۔

"ہمارے حکم کی تعمیل ہو۔"

فرفوس نے گردن سے تلوار اتار کر ملکہ کے سامنے زمین پر رکھ دی اور پلٹ کر اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا۔

"غلام گردش سے شاہی قیدی کو احترام کے ساتھ لایا جائے۔"

"شاہی قیدی نہیں شاہی مہمان کہو فرفوس۔" ملکہ چیخ کے بولی۔ "سعد بن عثمان کو محترم مہمان کی طرح ہمارے پاس لایا جائے۔"

"ملکہ بخارا کے حکم کی فوراً تعمیل ہو۔" فرفوس نے فوراً ملکہ کی آواز میں آواز ملا کے اپنے دستوں کو حکم دے دیا۔

دوسری طرف ملکہ قبق خاتون اور زاشی کے سینے میں کھدبد ہونے لگی۔ انہیں یقین نہ آ رہا تھا کہ ملکہ کے حکم کی اتنی جلدی تعمیل ہو سکے گی مگر چند ہی لمحوں بعد سب نے دیکھا کہ مسلم لشکر کے سپہ سالار سعید بن عثمان کا بھائی سعد بن عثمان فرفوس کے لشکریوں کے درمیان اس طرح آ رہا ہے جیسے کوئی شہزادہ آتا ہے۔

سعد کے قریب آنے پر ملکہ بخارا نے گھوڑے سے اتر کر اسے خوش آمدید کہا۔

"ہم سردار سعد سے شرمندہ ہیں کہ انہیں ہماری کوتاہی کی وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑی۔"

سعد نے مسکرا کے جواب دیا۔

"ملکہ بخارا کو معذرت کی ضرورت نہیں۔ مجھے تنہائی کی کوفت کے سوا کسی اور تکلیف نے بالکل پریشان نہیں کیا۔" پھر سعد نے فرفوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں سردار فرفوس کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ وہ روز میری مزاج پرسی کے لیے تشریف لاتے تھے اور میری ہر ضرورت کا خیال رکھتے تھے۔"

"فرفوس کے اس حسن سلوک کے لیے ہم بھی ان کے احسان مند ہیں۔" ملکہ نے بھی فرفوس کے سلوک اور رویہ کی تعریف کی۔

"میرے لیے کیا حکم ہے ملکہ بخارا؟" سعد بن عثمان کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔ "میری جگہ تبدیل کی جا رہی ہے یا کوئی اور پابندی عائد کی جا رہی ہے؟"

"سردار سعد۔ آپ ہمیں شرمندہ نہ کیجئے۔" ملکہ نے کہا۔ "آپ بالکل آزاد ہیں۔ میں آپ کو اسی وقت اسلامی لشکر میں واپس بھیجنے کا انتظام کرتی ہوں۔"

پھر ملکہ بخارا کے حکم پر سعد بن عثمان کے لیے گھوڑا لایا گیا۔ اس نے گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد کہا۔

"میں اپنی آزادی کے لیے ملکہ بخارا اور سردار فرفوس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

سردار فرفوس نے ملکہ سے درخواست کی۔

"میں ملکہ عالیہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سردار سعد بن عثمان کو اس وقت صدر دروازے سے بھیجنے کا خطرہ مول نہ لیں۔"

"اطمینان رکھو فرفوس۔" ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ملکہ بخارا اب اپنے مہمان کے لیے کسی قسم کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں۔"

اس وقت ایک سوار گھوڑا بھگاتا ہوا وہاں پہنچا۔ اس نے ملکہ کو دیکھا تو فوراً گھوڑے سے اتر کر ملکہ کو سلام پیش کیا پھر سردار فرفوس سے کہا۔

"نائب سپہ سالار۔ آپ کو سپہ سالار بیگ دار نے اسی وقت اپنے حضور طلب کیا ہے۔"

فرفوس نے جواب دینے کے بجائے ملکہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ملکہ نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے جواب میں کہا۔

"سردار فرفوس۔ بیگ دار کے پاس جا سکتے ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

فرفوس ملکہ کو رخصتی سلام کر کے سوار کے ساتھ روانہ ہوا اور ادھر ملکہ' سعد بن عثمان کو اپنے پہرے میں لے کر اپنے محل کی طرف واپس ہوئی۔ ملکہ نے اپنی رفتار تیز رکھی۔ وہ چاہتی تھی کہ بیگ دار کو اطلاع پہنچنے سے پہلے وہ اپنے محل پہنچ جائے تاکہ وہ اپنے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ بیگ دار کا مقابلہ کر سکے۔

ملکہ کو دیکھ کر اس کے دستوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ پھر ملکہ کے حکم پر اس کے دستوں نے شاہی محل کے گرد مورچے سنبھال لیے۔ ان انتظامات میں اسے کچھ وقت لگ گیا۔ ادھر سے فارغ ہوتے ہی ملکہ نے زاشی کو بلوایا۔

"زاشی۔" ملکہ نے اسے مخاطب کیا۔ "تمہیں یاد ہے کہ ہمیں فرفوس نے کیا مشورہ دیا تھا؟"

زاشی دراصل فرفوس کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی مگر ملکہ کی زبان سے وہ صرف فرفوس کا نام ہی سن سکی۔ وہ ملکہ کی پوری بات اور سوال نہیں سمجھ سکی تھی۔ اس لیے بولی۔

"ملکہ عالیہ۔ میں فرفوس کے بارے میں بہت فکرمند ہوں۔ پتہ نہیں بیگ دار نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا؟"

"فکر تو مجھے بھی ہے۔" ملکہ نے کہا۔ "مگر اس وقت ہمیں فرفوس سے زیادہ سعد بن عثمان کے لیے فکرمند ہونا چاہیے۔ فرفوس نے مجھے صاف الفاظ میں بتایا تھا کہ سعد بن عثمان کو صدر دروازے سے باہر نہ بھیجا جائے۔ ہمیں ان کے لیے کچھ اور سوچنا ہو گا۔ سعد بن عثمان کا قلعہ میں ایک لمحہ بھی ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔ بیگ دار انہیں ہم سے چھیننے کی ضرور کوشش کرے گا۔"

"آپ سعد بن عثمان کے لیے بالکل فکر نہ کریں ملکہ عالیہ۔" زاشی نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "آپ جب حکم دیں گی' میں سعد بن عثمان کو اسی وقت قلعہ سے باہر نکال لے جاؤں گی۔"

"میں تو چاہتی ہوں۔" ملکہ نے سعد بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اسی وقت انہیں یہاں سے لے جاؤ۔ بیگ دار سے میں نپٹتی رہوں گی۔"

سعد بن عثمان ان دونوں سے کچھ دور گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ وہ فرفوس کی قید سے تو آزاد ہو گیا تھا مگر اب تک قلعہ میں موجود تھا اور قلعہ میں بیگ دار کی ایک لاکھ سے زیادہ وفادار فوج تھی۔ سعد یہ بھی سوچ رہا تھا کہ بیگ دار کی اتنی کثیر فوج سے ملکہ بخارا اسے کیسے

بچا سکے گی۔

"معزز مہمان۔" سعد بن عثمان کو بالکل قریب سے آواز آئی۔ اس نے پلٹ کے دیکھا تو ملکہ بخارا اس کی پشت پر بالکل قریب ہی کھڑی تھی۔

"فرمایئے ملکہ بخارا۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟" سعد بن عثمان نے خشک لہجے میں کہا۔

"ابھی مجھے کتنے دن اور یہاں ٹھہرنا پڑے گا؟"

ملکہ اس کے خشک اور طنزیہ لہجے سے شرمندہ ہو گئی۔ اس نے نظریں نیچی کر کے کہا۔

"ہم سعد بن عثمان سے بہت شرمندہ ہیں۔ آپ آج اور اسی وقت اپنے لشکر میں واپس پہنچ جائیں گے۔"

اسی وقت زاشی' سعد کے گھوڑے کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور نرم آواز میں گویا ہوئی۔

"سردار سعد۔ آپ گھوڑا چھوڑ دیجئے اور میرے ساتھ تشریف لائیے۔"

سعد بن عثمان نے ملکہ کی طرف دیکھا' ملکہ فوراً" بولی۔

"آپ زاشی کے ساتھ بے خوف ہو کے چلے جائیے۔ یہ میری کنیز بھی ہے اور سہیلی بھی۔"

سعد گھوڑے سے اتر پڑا' اور ایک بھرپور نظر ملکہ پر ڈال کے زاشی کے ساتھ چلنے لگا۔ زاشی بڑی تیزی سے گھوڑوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی فصیل پر جانے والے زینہ کے پاس پہنچی اور سعد بن عثمان کو ساتھ لے کر اوپر چڑھنے لگی۔

زاشی اور سعد بن عثمان کے ملکہ بخارا کے پاس سے ہٹتے ہی اسے اطلاع دی گئی۔

"ملکہ عالیہ۔ سپہ سالار بیگ دار نے شاہی لشکر کو فوراً" تیار ہونے کا حکم دیا ہے۔"

یہ اطلاع ایک غلام لے کر آیا تھا جسے ملکہ عالیہ نے بیگ دار کی مخبری پر لگایا تھا۔ ملکہ نے اس سے دریافت کیا۔

"کیا بیگ دار ہماری طرف آنے کا ارادہ کر رہا ہے؟"

"ابھی اس بات کا پتہ نہیں لگ سکا ملکہ عالیہ۔" غلام نے نفی میں جواب دیا مگر ایک اشارہ بھی دیا۔ "قلعہ کے شمالی دروازے کے قریب کافی لشکر جمع ہے۔"

"شمالی دروازہ۔" ملکہ نے یہ الفاظ دہرائے۔ "مگر کیوں۔ مسلمانوں کا لشکر تو جنوبی دروازے کے سامنے جمع ہے۔"

ملکہ اس سوچ میں گم تھی کہ دوسرے غلام نے آ کے اطلاع دی۔

"ملکہ عالیہ۔ بیگ دار نے قلعہ کا شمالی دروازہ کھلوا دیا ہے اور لشکر بڑی تیزی سے قلعہ کے باہر جا رہا ہے۔"

ملکہ بخارا کا دماغ گھومنے لگا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہ آ رہا تھا کہ مسلمان لشکر قلعہ کے جنوبی دروازے کے سامنے اترا ہوا ہے مگر بیگ دار لشکر لے کر شمالی دروازے سے نکل رہا ہے۔ کیا وہ قلعہ خالی کر کے جا رہا ہے۔ حالات دم بدم مخدوش ہوتے چلے جا رہے تھے۔ پھر ملکہ کو ایک اور تازہ خبر ملی۔

ملکہ بخارا کو بتایا گیا۔

"بیگ دار نے نائب سپہ سالار فرفوس کو قتل کرا دیا ہے۔"

اس خبر سے ملکہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور اس کی زبان سے ایک دم نکلا---- "وفادار فرفوس۔"

پھر ملکہ بخارا نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنے محل کو مضبوط کرنا شروع کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ بیگ دار کسی وقت بھی اس کے محل پر حملہ کر سکتا ہے اور یہ حملہ ہی ملکہ اور بیگ دار کے درمیان فیصلہ کن ثابت ہو گا۔ ملکہ نے ہر دروازے پر اپنے جاسوس مقرر کر دیئے تھے جو گھڑی گھڑی کی خبریں اسے پہنچا رہے تھے۔

کچھ ہی دیر بعد ملکہ کو خبر دی گئی۔

"بیگ دار ایک لاکھ کے قریب لشکر قلعہ کے شمالی دروازے سے نکال لے گیا ہے اور وہ لشکر قلعہ کے باہر صف آرا ہو رہا ہے۔"

"شب خون۔" ملکہ کے ذہن میں خیال آیا اور یہ خیال الفاظ بن کے ملکہ کے ہونٹوں سے باہر آ گیا۔ عالی دماغ ملکہ نے اسی وقت ایک اہم فیصلہ کیا۔ اس نے فورا" اپنے تمام ہمدرد سرداروں کو جمع کیا اور انہیں ساتھ لے کر قلعہ کے شمالی لشکر کی طرف بڑھی۔ وہ دروازے پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ شاہی لشکر کسی طرف جا چکا ہے اور تقریبا" ایک ہزار سوار شمالی دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔

پہرے دار سوار ملکہ کو آتے دیکھ کر حیران رہ گئے اور ایک دوسرے سے اشاروں اشاروں میں باتیں کرنے لگے۔ جب ملکہ بالکل ان کے قریب پہنچ گئی تو وہ گھوڑے سے اتر پڑے اور ملکہ کو تعظیم پیش کی۔

ملکہ نے ان کے سردار سے پوچھا۔

"تم لوگ یہاں کس کے حکم سے کھڑے ہو؟"

"ہمیں سپہ سالار بیگ وار نے یہاں پہرہ دینے کا حکم دیا ہے ملکہ عالیہ۔" سردار نے نظریں جھکا کے جواب دیا۔

ملکہ قبق خاتون نے فوراً اعلان کیا۔

"شمالی دروازہ بند کر دیا جائے۔ جن سواروں کو بیگ وار کا حکم ماننا ہے وہ اس کے پاس چلے جائیں اور جو ہمارے وفادار ہیں وہ قلعہ کے اندر آ جائیں۔"

ملکہ کے اس اعلان پر نصف سے زیادہ سوار اپنے گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کے قلعہ کے اندر آ گئے۔ قلعہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ملکہ نے دوسرا حکم دیا۔

"اگر بیگ وار قلعہ میں واپس آنا چاہے تو اس کے لیے دروازہ ہرگز نہ کھولا جائے۔"

شمالی دروازہ بند کرا کے اور اس پر مضبوط پہرہ بٹھا کر ملکہ نے دوسرے دروازوں کا رخ کیا۔ پہلے وہ مشرقی دروازے پر گئی۔ وہاں کے پہرے دار اپنی ملکہ کو دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئے اور ملکہ کی جوتیاں چھو کر ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگائے۔ اس وقت بادشاہوں کی سب سے عظیم تعظیم یہی تھی۔

ملکہ نے اعلان کیا۔

"سپہ سالار بیگ وار باغی ہو گیا ہے۔ وہ قلعہ چھوڑ کر جا چکا ہے۔ جو لوگ بیگ وار کے ہمدرد ہوں اور اس کے پاس جانا چاہیں وہ اسی وقت قلعہ سے باہر چلے جائیں کیونکہ اب بیگ وار کے لیے یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔"

دروازے کے دفع دار نے اعلان کیا۔

"میں اور میرے تمام پہرے دار ملکہ عالیہ کے وفادار ہیں۔ ہم یہیں رہیں گے اور دشمن سے قلعہ کی حفاظت کریں گے۔ بیگ وار اندر آنا چاہے گا تو اسے بھی دشمن سمجھتے ہوئے اس پر حملہ کر دیا جائے گا۔"

"شاباش میرے جوانو۔ میرے پہرے دارو۔" ملکہ نے ان کی تعریف کی۔ "مجھے تم سے یہی امید تھی۔"

ملکہ نے تمام دروازوں کا چکر لگایا اور اسی طرح کی ہدایات سب کو دیں۔ پھر وہ اپنے محل واپس ہو گئی۔ وہاں پہنچی تو اس کے لیے ایک اور اہم خبر منتظر تھی۔ ملکہ کو بتایا گیا کہ بیگ وار نے قلعہ سے نکل کر مسلمان لشکر پر شب خون مارا ہے یا حملہ کیا ہے۔

شب خون کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے علاقوں، فوجی چھاؤنیوں یا قلعہ کا محاصرہ کرنے والی دشمن فوج پر، رات کے وقت انتہائی پوشیدگی سے انتہائی تیز رفتار سواروں کے

پاکستان ورچوئل لائبریری

ساتھ حملہ کر کے دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان پہنچایا جاتا تھا مگر بیگ وار کا یہ شب خون اس انداز کا تھا کہ اس نے قلعہ کے شمالی دروازے سے ایک لاکھ کا لشکر نکالا جس میں سوار و پیادے دونوں طرح کے فوجی تھے۔ ان کی صفیں ترتیب دیں پھر مسلمان لشکر کی طرف یہ دستے بڑھے اور ان پر حملہ آور ہوئے۔

مسلمان لشکر نے قلعہ بخارا کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ مسلمان لشکر کا پڑاؤ تو قلعہ بخارا کے جنوبی دروازے کے سامنے تھا مگر مسلمان فوجی سوار پورے قلعہ بخارا کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور ان کا گشت چوبیس گھنٹے جاری رہتا تھا۔ چنانچہ جب شمالی دروازے سے بیگ وار نے لشکر نکالنا شروع کیا تو اس سمت کے مسلم پہرے دار چوکنا ہوئے اور جب قلعہ سے کافی تعداد میں لشکر نکل آیا تو ان سواروں نے فوراً" اس کی اطلاع اپنے سپہ سالار سعید بن عثمان کو بھجوائی اور خیال ظاہر کیا کہ بخارا کا لشکر یا تو شب خون کے ارادے سے نکلا ہے یا پھر وہ قلعہ سے باہر آ کر باقاعدہ جنگ کرنا چاہتا ہے۔

یہ خبر ملتے ہی سعید بن عثمان نے لشکر کو فوری تیاری کا حکم دیا۔ مسلمانوں کا لشکر تیار ہو ہی رہا تھا کہ بیگ وار کی کمان میں بخارا کے قلعہ سے آنے والے لشکر نے پورے مسلمان فوجی پڑاؤ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ باوجود رات ہونے کے چاروں طرف اس قدر روشنی پھیلی ہوئی تھی کہ دن معلوم ہوتا تھا۔

بیگ وار نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ قلعہ بخارا سے نکل کر وہ مسلمان لشکر کے پڑاؤ کو گھیر لے گا اور ان پر چاروں طرف سے اس قدر زبردست حملہ کرے گا کہ مسلمانوں کا مختصر لشکر دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو جائے گا۔ بیگ وار نے یہ بھی انتظام کیا تھا کہ جس وقت وہ مسلم پڑاؤ پر حملہ آور ہو اسی وقت اس کا باقی لشکر جو قلعہ میں چھوڑ کے آیا تھا' جنوبی دروازہ کھول کے مسلمانوں پر حملہ کر دے تاکہ مسلم لشکر کے بچنے کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہ جائے۔

ایک لاکھ کے قریب پیدل اور سوار حملہ آوروں کے ہاتھوں میں لپکتے ہوئے شعلے تھے جو انہوں نے لکڑیوں پر کپڑا لپیٹ کر اور انہیں آگ دکھا کر روشن کیے تھے۔ یہ انداز دراصل شب خون کے وقت اختیار کیا جاتا تھا۔ جب حملہ آور آگ کے شعلے بھڑکاتا ہوا دشمن خیموں پر حملہ کرتا اور آگ لگاتا ہوا ایک طرف سے دوسری طرف اور دوسری طرف سے پھر اسی طرح پہلی طرف واپس آتا ہے۔ شب خون کا یہ حملہ ایک تو رات کو سوتے وقت کیا جاتا ہے پھر اس قدر شدید ہوتا ہے کہ ان کا مقابلہ تقریباً" ناممکن ہوتا ہے اور ذرا سی دیر میں فوجی پڑاؤ یا آبادیاں جل کر خاکستر ہو جاتی ہیں۔

مگر بیگ دار کا یہ حملہ نہ تو کھلا ہوا حملہ تھا اور نہ شب خون تھا اس لیے کہ مسلمان پڑاؤ پر جب حملہ ہوا تو مسلمان لشکر اس وقت تک تقریباً تیار ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے حملہ سے پہلے ہی خیموں سے باہر نکل کر اپنی صفیں بنا لی تھیں۔ پھر جب حملہ ہوا تو انہوں نے اس کا منہ توڑ جواب دیا اور حملہ آوروں کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ ان کا تمام زعم اور غرور ختم ہو کے رہ گیا۔

دوسری بات یہ ہوئی کہ بیگ دار کو قلعہ کی بقیہ فوج کی مدد بھی نہ مل سکی۔ اس نے حکم دیا تھا کہ مسلم پڑاؤ پر حملہ ہوتے ہی جنوبی دروازہ کھول کر باقی لشکر اس حملہ میں شامل ہو جائے مگر یہ اس وجہ سے نہ ہو سکا کہ قلعہ بخارا کے حالات بیگ دار کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ بیگ دار نے قلعہ سے نکلنے سے پہلے دو حکم جاری کیے تھے۔ ایک حکم یہ تھا کہ "فرفوس" کو قتل کر دیا جائے اور دوسرا حکم ملکہ بخارا قبق خاتون کی گرفتاری کا تھا۔

مگر بیگ دار کے قلعہ سے نکلتے ہی اس کا بقیہ لشکر اس سے باغی ہو گیا تھا اور اس نے ملکہ بخارا کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ دوسرے یہ کہ بیگ دار کے حکم کے باوجود فرفوس کو قتل نہیں کیا گیا کیونکہ فرفوس نہ صرف نائب سپہ سالار تھا بلکہ پورا لشکر فرفوس کی اسی طرح عزت کرتا تھا جیسے وہ سپہ سالار کی تعظیم بجا لاتا تھا۔ چنانچہ لشکر نے فرفوس کو قتل کرنے کے بجائے اسے آزاد کر کے اپنا سالار تسلیم کر لیا اور اس کے حکم کے تابع ہو گئے۔

فرفوس نے بھی جو بیگ دار کی بے انتہا عزت کرتا تھا' بیگ دار سے آنکھیں پھیر لیں اور ملکہ بخارا کی اطاعت کا اعلان کر دیا۔ ملکہ بخارا نے اسے فوراً سپہ سالار کے عہدے پر فائز کر دیا۔ یہ تمام باتیں ایک ساتھ اور بڑے مختصر وقفہ میں ہوئیں چنانچہ جب بیگ دار نے مسلم پڑاؤ پر حملہ کیا اور اسے زیادہ کامیابی نہ ہوئی تو اس نے فوراً سوار بھیج کر قلعہ سے کمک منگوائی اور یہ حکم بھی دیا کہ جنوبی دروازہ کھول کر ادھر سے بھی مسلم پڑاؤ پر حملہ کیا جائے مگر اس کے دونوں حکموں پر کوئی عمل نہ ہو سکا۔

بیگ دار کا قاصد جب شمالی دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ اس نے بیگ دار کے دونوں احکام قلعہ والوں کو بھجوائے تو اسے جواب دیا گیا کہ اب قلعہ بخارا کا سپہ سالار فرفوس ہے جس نے ملکہ بخارا کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس لیے بیگ دار کا کوئی حکم نہیں مانا جا سکتا۔

ادھر تو یہ سوال و جواب ہو رہے تھے ادھر مسلم پڑاؤ میدان جنگ بنا ہوا تھا۔ مسلم لشکر اگرچہ تعداد میں بہت کم تھا مگر مسلمانوں نے کبھی تعداد پر بھروسہ نہیں کیا۔ وہ تو اسلام کے

مجاہد ہوتے تھے اور صرف اور صرف خدا پر بھروسہ کرتے تھے۔ اس مختصر لشکر نے ترکستان کی دو بڑی جنگیں جیتی تھیں اور یہی مختصر فوج قلعہ بخارا کو گھیرے ہوئے تھی۔ مسلم لشکر تو چاہتا ہی تھا کہ قلعہ والے باہر نکل کے مقابلہ کریں چنانچہ یہ شب خون یا حملہ ان کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔

دو گھنٹوں سے زیادہ وقت میں بیگ دار نے سنبھل سنبھل کے درجنوں حملے کیے تھے مگر مسلمان لشکر کی یہ کیفیت تھی کہ جب وہ حرکت کرتا تو "چھلاوہ" معلوم ہوتا تھا اور جس جگہ جم کر مقابلہ کرتا تو آہنی دیوار بن جاتا تھا۔ چنانچہ بیگ دار کے تمام حملے بیکار ثابت ہو رہے تھے اور نقصان پہنچانے کے بجائے خود بیگ دار کا لشکر نقصان اٹھا رہا تھا۔ پھر جس وقت بیگ دار کو یہ اطلاع ملی کہ قلعہ کے لشکر نے فرفوس کو قتل کرنے کے بجائے اسے اپنا سپہ سالار بنا لیا ہے اور سارا لشکر ملکہ بخارا کا ہمدرد ہو گیا ہے تو اس کا دل ٹوٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی ہمت نے بھی جواب دے دیا۔

آخر چار گھنٹے کی اس ناکام مہم میں بیگ دار نے اپنے ایک ہزار سے زیادہ لشکریوں کو موت کے حوالے کر کے باقی لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ اس کا لشکر سمٹ کر پھر اسی جانب روانہ ہوا جدھر سے چل کے وہ حملہ کرنے آیا تھا۔ مسلمان لشکر نے رات کے اندھیرے کی وجہ سے حملہ آوروں کا تعاقب نہیں کیا۔

مگر اب سوال یہ پیدا ہوا کہ بیگ دار اپنا لشکر کہاں لے جائے۔ قلعہ بخارا میں وہ داخل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ وہاں فرفوس سپہ سالار بن کر قلعہ کا محافظ ہو گیا تھا۔ مسلمان لشکر جسے بیگ دار بالکل کمزور سمجھ رہا تھا' نے بیگ دار کے لشکر کو وہ مار ماری تھی کہ اس کی عقل ٹھکانے آ گئی تھی۔ آخر بیگ دار اپنا ناکام اور باقی بچا کچھا لشکر واپس لے کر بخارا سے کافی دور آ گیا پھر اس نے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا تاکہ وہ اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ کر سکے اور مستقبل کا پروگرام بنا سکے۔

بیگ دار کے اب تمام کس بل نکل گئے تھے۔ اس نے طاقت کے زعم میں ملکہ بخارا کو اپنا دشمن بنا لیا تھا اور ملکہ کے تمام اختیارات سلب کر لیے تھے۔ ملکہ بخارا قبق خاتون کو تو وہ بالکل اہمیت نہ دیتا تھا۔ جب ملکہ نے سعد بن عثمان کو قید سے آزاد کرا لیا' اس وقت بھی بیگ دار نے اسے کوئی اہمیت نہ دی بلکہ اسی رات لشکر لے کر قلعہ کے شاہی دروازہ سے باہر آیا تاکہ مسلمانوں کے پڑاؤ پر ایک زبردست حملہ کر کے ان کا زور ہمیشہ کے لیے توڑ دے مگر اسے اس میں بھی ناکامی ہوئی۔

حقیقت یہ تھی کہ بیگ دار نے اپنی طاقت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ اس کی اصل طاقت اس کے نائب فرفوس کی وجہ سے تھی مگر بیگ دار نے اپنے زعم میں قلعہ سے نکلتے وقت فرفوس کے قتل کا حکم صادر کر دیا تھا۔ اس نے ملکہ بخارا کے لیے بھی یہ حکم دیا تھا کہ اگر ملکہ کوئی گڑبڑ کرے تو اسے گرفتار کر کے قید کر دیا جائے۔

بیگ دار نے یہ دونوں حکم عارضی طور پر دیئے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کا خاتمہ کر کے صبح سے پہلے پہلے قلعہ واپس آ جائے گا پھر قلعہ اور ملکہ کے لیے کوئی مستقل حکم دے گا۔ مگر نہ تو وہ مسلمانوں کا خاتمہ کر سکا اور نہ اسے قلعہ بخارا واپس آنا ہی نصیب ہوا۔ اس کے لشکر نے فرفوس کو قتل کرنے کے بجائے اسے سپہ سالار تسلیم کر کے ملکہ بخارا کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح اسے نہ صرف قلعہ بخارا سے ہاتھ دھونا پڑے بلکہ وہ لشکر جسے وہ قلعہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ گیا تھا' اس سے بھی ہاتھ دھونا پڑے کیونکہ وہی لشکر اب ملکہ کا وفادار اور بیگ دار کا دشمن ہو گیا تھا۔

آخر بہت سوچ بچار کے بعد بیگ دار نے سمرقند جانے کا فیصلہ کیا۔ بخارا کا خیال اس نے اس لیے چھوڑ دیا کہ اگر وہ قلعہ پر حملہ کرتا تو اسے یقیناً ناکامی ہوتی۔ اس لیے کہ اس کے بخارا پر حملہ کرتے ہی مسلمانوں کے لشکر کو اطلاع ہو جاتی اور وہ ان لوگوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانے کی ضرور کوشش کرتا۔ بیگ دار کو اس صورت میں دو دشمنوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ ایک دشمن تو قلعہ والے ہوتے جہاں خود اس کا وفادار لشکر اب ملکہ کا وفادار ہو کر اس کے مقابلہ پر آتا دوسری طرف مسلمانوں کی وہ عظیم طاقت اس پر پشت سے حملہ کرتی جس نے سف اور بیکند جیسی مضبوط حکومتوں پر قبضہ کر کے انہیں تہس نہس کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے یہی بہتر خیال کیا کہ چپ چاپ سمرقند چلا جائے اور ان کی مدد سے یا انہیں مدد دے کر پہلے مسلمانوں کے لشکر سے نجات حاصل کرے پھر بخارا والوں سے جی بھر کے انتقام لے۔

مگر بیگ دار اپنے دونوں ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کے آدھے لشکر نے اگر اسے چھوڑ کر ملکہ بخارا کی اطاعت قبول کر لی تھی تو انہوں نے کوئی جرم نہ کیا تھا کیونکہ بیگ دار نے خود اپنے آقا اور مالک یعنی ملکہ بخارا قبق خاتون جو بخارا کی اصل وارث تھی' اس سے بغاوت کی تھی جس کی سزا اب اسے مل رہی تھی۔

مسلمان' بیگ دار کے اس شب خون یا حملے سے جلد ہی سنبھل گئے اور انہوں نے فوراً" تیار ہو کر بیگ دار کا نہ صرف حملہ پسپا کر دیا بلکہ اسے بھاگنے پر بھی مجبور کر دیا تھا۔

پس جب بیگ دار اپنے حملہ میں ناکام ہو کر بخارا سے کچھ دور ٹھہرا ہوا سمرقند جانے کا ارادہ کر رہا تھا تو اسے اس اندھیری رات میں ایک اور قیامت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ قیامت تھی مسلمانوں کے جوابی حملہ کی۔

مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان نے بیگ دار کے شب خون کو ناکام بنانے کے بعد لشکر کو حکم دیا تھا کہ حملہ آوروں کا تعاقب کیا جائے اور اگر حملہ آور قلعہ بخارا سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کی واپسی پر مسلمان ان کے ساتھ ہی قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے تاکہ ایک ماہ سے طاری یہ جمود ختم ہو سکے اور قلعہ بخارا کا فیصلہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ مسلمانوں کے وہ سوار جو حملہ آوروں کو مار بھگانے کے بعد اب سپہ سالار کے حکم کے تحت حملہ آوروں کا تعاقب کر رہے تھے۔ وہ جلد ہی بیگ دار کے لشکر تک پہنچ گئے اور وہ لشکر بدحواس ہو کر بغیر مقابلہ کیے سمرقند کی طرف بھاگ نکلا۔ مسلم شہسوار بیگ دار کا مزید تعاقب جاری رکھتے مگر سپہ سالار کی طرف سے انہیں دوسرا پیغام ملا جس میں کہا گیا تھا کہ حملہ آوروں کا تعاقب ختم کر کے تمام سوار فوراً" واپس آ جائیں۔

○☆○

مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کے اپنے سواروں کو تعاقب سے بلانے کی بھی ایک خاص وجہ تھی۔ وہ وجہ یہ تھی کہ سپہ سالار کا بھائی سعد بن عثمان معہ ملکہ بخارا قبق خاتون کے مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کے خیمے پر پہنچ چکا تھا۔ سردار سعید بن عثمان اور ملکہ بخارا کے قلعہ سے نکل کے سپہ سالار سعید بن عثمان کے پاس پہنچنے کا مختصر سا حال کچھ اس طرح ہے۔

بیگ دار کے اچانک حملے' اسے پسپا کرنے اور حملہ آوروں کے تعاقب میں فوجی دستے بھیجنے کے بعد سپہ سالار لشکر اسلام سعید بن عثمان اپنے خیمہ میں واپس آ کے بیٹھے ہی تھے کہ ان کا خاص ملازم خیمہ میں داخل ہوا۔ سعید نے گھبرا کے اسے دیکھا۔

ملازم بغیر پوچھے ہی بول پڑا۔

"سردار محترم۔ اللہ کے کرم سے بہت بڑی خوش خبری لے کے آیا ہوں۔"

سپہ سالار کو اطمینان ہوا۔ انہوں نے سر اٹھا کے اوپر کی طرف دیکھا اور کہا۔

"وہی مالک ہے---- وہی خالق ہے۔ اس کی مہربانیوں کا تو ہم شکریہ بھی ادا نہیں کر

سکتے۔ اب سناؤ اور کیا خوشخبری ہے۔"

"آقائے محترم۔ چھوٹے سرکار تشریف لا رہے ہیں۔" ملازم نے خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے بتایا۔

"سعد---- کیا میرا سعد آ رہا ہے۔" اس کے ساتھ ہی سعید بن عثمان کھڑے ہو گئے اور خیمے سے باہر جانے کا ارادہ کیا۔

ملازم نے روکتے ہوئے کہا۔

"آپ یہیں تشریف رکھئے آقا۔ وہ یہیں آ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ خواتین بھی ہیں۔"

"خواتین۔" اور سعید بن عثمان نے ملازم کو آنکھیں پھاڑ کے دیکھا۔

اس وقت باہر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی۔ ملازم خیمہ کا پردہ اٹھا کر باہر نکل گیا۔ سعید بن عثمان سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ بھی ملازم کے پیچھے پیچھے باہر نکل آئے۔ سویرا ہو رہا تھا اور صبح کی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ سعید بن عثمان نے دیکھا کہ ان کا بھائی سعد بن عثمان گھوڑے سے اتر رہا ہے۔ اس کے ساتھ دو مرد اور دو نقاب پوش خواتین بھی ہیں۔ سعد کی نظر اپنے بھائی سپہ سالار سعید بن عثمان پر پڑی تو وہ گھوڑے کی لگام چھوڑ کے دوڑا اور بھائی کے پاس پہنچ کے اس کے سینے سے لگ گیا۔

"سعید بھائی۔" سعد اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ خوشی کے جذبات سے اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

جواب میں سپہ سالار سعید بن عثمان بھی کچھ نہ کہہ سکے۔ انہوں نے صرف "سعد" کہہ کر اسے گلے لگا لیا تھا۔ جب دونوں کے جذبات کچھ ٹھنڈے ہوئے تو وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے مگر وہ خیالوں میں اس قدر گم تھے کہ سعد کے ساتھ آنے والے ان مرد اور خواتین پر بھی کوئی توجہ نہ دے سکے جو گھوڑوں سے اتر کر ان کے پاس آ کے کھڑے ہو گئے تھے۔

سپہ سالار سعید بن عثمان اپنے چھوٹے بھائی سے شرمندہ تھا اور کہہ رہا تھا۔

"سعد تم کیا سوچتے ہو گے کہ میں تمہیں قلعہ بھیج کے یہاں خاموش ہو کے بیٹھ رہا اور تمہارے لیے کچھ نہ کر سکا۔"

"نہیں سعید بھائی۔" سعد نے جواب میں کہا۔ "میں جانتا تھا کہ آپ میرے لیے کس قدر پریشان ہوں گے۔"

جواب دیتے وقت سعد کی نظر اپنے بھائی پر پڑی تو وہ چونکا۔ اس کا بھائی یعنی سعید بن

عثمان سپہ سالار لشکر اسلام اپنے سامنے کھڑی ہوئی دو نقاب پوش خواتین کو تجسس بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

سعد نے بھائی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سعید بھائی۔" اس نے ایک نقاب پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہیں ملکہ بخارا اعلیٰ حضرت قبق خاتون۔"

"ملکہ بخارا۔" سعید کی زبان سے ایک دم نکلا۔ "انہیں خیمے میں لے چلو۔ وہاں بیٹھ کے گفتگو کریں گے۔"

چنانچہ تمام لوگ سعید بن عثمان کے ساتھ ان کے خیمے میں آ گئے۔ سعید یعنی سپہ سالار کا خیمہ آرائش و زیبائش سے بالکل عاری تھا۔ ایک کونے میں ایک کچا گھڑا اور ایک بدھنی یعنی مٹی کا لوٹا اور اس کے قریب ایک پتھر پر ایک صاف دھلا ہوا کپڑا رکھا تھا جسے سعید بن عثمان مصلّٰے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ خیمہ کے درمیان میں ایک پرانی دری بچھی تھی جس کے ایک طرف سپہ سالارر کا بستر تھا اور بستر کے سرہانے ایک پتھر رکھا تھا جو تکیہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

"تشریف رکھئے ملکہ بخارا۔" سعید بن عثمان نے نرم اور مہذب لہجے میں کہا۔

ملکہ بخارا نے چہرے سے نقاب ہٹاتے ہوئے کہا۔

"مسلم سپہ سالار کی عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔" اس نے اپنے ساتھیوں کا تعارف کرایا۔ "یہ میری عزیز کنیز زاشی ہے جسے میں کنیز سے زیادہ اپنی سہیلی اور اپنا ہمدرد سمجھتی ہوں۔ یہ دوبار یہاں آ چکی ہے۔ ان مردوں میں یہ (اس نے اشارہ کر کے کہا) میرے نئے سالار فوج فرفوس ہیں۔ میرا پرانا سپہ سالار بیگ دار تھا جو میرا مخالف ہو گیا تھا اور اس نے ہی آپ کی فوج پر شبخون مارنے کی کوشش کی تھی اور یہ دوسرا جوان فصیل کا سردار ہے۔ اس کی وفاداری پر مجھے فخر ہے۔"

یہ تمام لوگ اس شکستہ اور پرانی دری پر بیٹھ گئے تھے جو سپہ سالار لشکر کے خیمے میں فرش کا کام دیتی تھی۔

"ملکہ بخارا نے درست فرمایا۔" سپہ سالار نے جواب دیا۔ "وفاداروں کی جس قدر ہمت افزائی کی جائے اسی قدر ان کی وفاداری میں اضافہ ہوتا ہے۔"

ملکہ بخارا نے دیکھا کہ گفتگو طول کھینچ رہی ہے۔ اس لیے اس نے کہا۔

"ٹھیک فرمایا مسلم سپہ سالار نے۔" ملکہ بخارا نے اس کی بات کے درمیان میں کہنا

شروع کر دیا۔ "میں اس لیے آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں کہ آپ کو دعوت دوں۔"

"دعوت۔" سعید بن عثمان نے بھائی کی طرف دیکھا مگر اس نے سر جھکا لیا۔ "ملکہ بخارا کس سلسلہ میں دعوت دینا چاہتی ہیں۔"

ملکہ قبق خاتون نے اطمینان سے کہا۔

"میرے لیے یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ آپ اس کھلے میدان میں رہیں اور ہم قلعہ میں آرام کریں۔" اتنا کہہ کے ملکہ خاموش ہو گئی۔

سپہ سالار سعید بن عثمان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس نے پھر اپنے بھائی سعد کی طرف دیکھا مگر ملکہ بخارا نے سعد کو بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ مسلم لشکر میں جا کے کیا کہے گی۔

اس نے پھر سر جھکا لیا۔

آخر ملکہ نے خود وضاحت کی۔

"جس وقت آپ نے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا۔ آپ کے پاس ملکہ بخارا کی طرف سے ایک امن وفد آیا تھا۔ آپ نے اپنی شرطیں بیان کر دی تھیں اور سردار سعد کو ساتھ کر دیا تھا کہ وہ قلعہ والوں سے جواب لے کر واپس آئیں۔ مگر وہاں کے حالات ایک دم بگڑ گئے تھے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے بھائی سردار سعد کو میرے باغی سپہ سالار بیگ دار نے قید کر دیا تھا اور آج ہی ان کی رہائی ممکن ہوئی ہے۔ فی الحال میں "جزیہ" کی شرط پر صلح پر آمادہ ہوں مگر یہ شرطیں اور صلح نامہ اس خیمہ میں نہیں بلکہ قلعہ بخارا میں پہنچ کے تیار کیا جائے گا۔ اب آپ اور مسلم لشکر ہمارے مہمان ہیں اور ہم اپنے مہمانوں کو اپنے قلعہ میں لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ قلعہ بخارا کے دروازے چشم انتظار کی طرح کھلے ہوئے ہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہیں قلعہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔"

سپہ سالار سعد بن عثمان اس وقت بہت خوش تھے۔ ایک تو قلعہ بخارا جس کے بارے میں انہیں پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہاں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ فوج موجود ہے وہ جزیہ کی شرط پر قبضہ میں آگیا اور دوسری خوشی انہیں اپنے بھائی سعد بن عثمان کی رہائی کی تھی۔

سعید بن عثمان نے پورے لشکر میں بخارا سے صلح ہو جانے کی خبر کی تشہیر کرا دی اور حکم دیا کہ لشکر جس وقت اور جس دروازے سے چاہے' قلعہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ لشکر والے بھی اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے خیمے اکھاڑنا شروع کر دیئے۔ سپہ سالار نے ملکہ بخارا کو دوپہر تک لشکر میں قیام کی دعوت دی مگر ملکہ نے شکریہ کے ساتھ انکار

کرتے ہوئے کہا۔

"سپہ سالار کی دعوت کا بہت بہت شکریہ۔ چونکہ آپ نے صلح منظور کر لی ہے اور اس کا اعلان بھی ہو چکا ہے اس لیے آپ اور آپ کا لشکر ملکہ بخارا کا مہمان بن گیا ہے۔ آپ ہمیں اجازت دیجئے۔ قلعہ والے ہماری واپسی کے منتظر ہوں گے۔ ہم وہاں پہنچ کے قلعہ والوں کو اپنی خوشی میں شامل کریں گے اور آپ لوگوں کے استقبال کی تیاریاں کی جائیں گی۔"

ملکہ بخارا کو روکنے کا اب کوئی جواز نہ تھا۔ اس لیے سعید بن عثمان نے اپنے تمام سرداروں کے ساتھ ملکہ بخارا کو رخصت کیا۔ سعید بن عثمان کا خیال تھا کہ دوپہر کے کھانے کے بعد قلعہ میں جائیں مگر ملکہ نے اصرار کر کے انہیں دوپہر کا کھانا قلعہ میں کھانے پر رضامند کر لیا۔ چنانچہ قلعہ بخارا کا وفد خوشی خوشی قلعہ واپس ہو گیا۔

جس وقت قلعہ والوں کو مسلمانوں سے صلح کی خبر ملی تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ دریائے جیحوں کے دونوں طرف لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اسلامی لشکر اس قدر بہادر اور ترتیب و نظم میں اتنا ماہر ہے کہ اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر کو دنوں میں شکست دے سکتا ہے۔ بیکند اور سف کے عظیم لشکروں کی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست' ان کی بہادری کا کھلا ہوا ثبوت تھے۔

بیکند اور سف دریائے جیحوں کے اس طرف ہیں۔ ان علاقوں پر ترکستانی قبائل حکمران تھے۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد جب جناب امیر معاویہؓ اسلامی سلطنت کے حکمراں ہوئے تو انہوں نے اسلامی سلطنت کو وسعت دینا شروع کی۔ اگرچہ جناب امیر معاویہؓ کو خلیفہ سمجھنے میں بعض لوگوں کو عذر تھا مگر انہیں ایک تجربہ کار جرنیل' فتوحات کا دلدادہ اور عظیم مدبر سمجھنے میں کسی کو تکلف نہیں۔ ان کی خلافت کے انداز شخصی اور ملوکیت کے طرز کے تھے مگر بنو امیہ کے دور خلافت میں جس کے پہلے امیر جناب امیر معاویہؓ تھے' کی حدود برصغیر میں ملتان تک' افغانستان میں غور' کابل اور چین تک پہنچ چکی تھیں۔ اگر اس میں اموی شہزادہ عبدالرحمن جس نے دمشق سے فرار ہو کر اندلس (ہسپانیہ) میں ایک عظیم اموی حکومت قائم کی تھی) کو بھی شامل کر لیا جائے تو بلاشبہ اموی دور حکومت نے اسلامی حکومت کو اس قدر وسعت بخشی تھی جس میں بعد میں کوئی خاص اضافہ نہ ہو سکا۔

جناب امیر معاویہؓ کی وہ ذات ہے جس نے اسلامی سلطنت کے لیے سب سے پہلے بحری بیڑہ تیار کیا اور اس بحری بیڑے نے قیصر روم سے کتنی ہی جنگیں لڑیں اور اس میں فتوحات

حاصل کیں۔ اسی خاندان کے دور حکومت میں عقبہ بن نافع (دور امیر معاویہؓ) نے پورا شمالی افریقہ فتح کیا اور اس کے آخری سرے یعنی بحر اوقیانوس تک پہنچ گئے اور وہاں سمندر میں گھوڑا ڈال کر کہا۔ (بزبان اقبالؒ)

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

واضح رہے کہ بحر ظلمات سے مراد بحر اوقیانوس ہے۔ بہرحال یہ ایک الگ بحث ہے جس کا تعلق اس ناول سے نہیں۔ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ سعید بن عثمان سے پہلے امیر معاویہؓ کے ایک جنرل ابن زیاد نے جیحوں کے اس پار کا علاقہ فتح کیا تھا پھر جب سعید بن عثمان کو خراسان کے علاقہ میں فتوحات کے لیے بھیجا گیا تو انہوں نے دریائے جیحوں پار کر کے سغد کو زیر نگیں کیا۔ اسی علاقہ میں بخارا کا قلعہ تھا جہاں ملکہ تبق خاتون حکمرانی کرتی تھی۔

جس طرح قلعہ بخارا والے اس صلح سے خوش ہوئے اسی طرح اسلامی لشکر نے بھی اس صلح پر بہت خوشی کا منائی۔ ان کی خوشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ سے قلعہ بخارا کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور معاملات ایسے الجھ گئے تھے کہ نہ تو قلعہ پر حملہ کیا جا سکتا تھا اور نہ محاصرہ ختم ہو سکتا تھا۔ اب اس صلح نامہ نے تمام جھگڑے نپٹا دیئے تھے۔

ملکہ بخارا کے واپس جاتے ہی اسلامی لشکر نے قلعہ میں جانے کی تیاریاں شروع کر دیں اور دوپہر کے کھانے سے بہت پہلے اسلامی لشکر صفیں باندھے ہوئے قلعہ کے جنوبی دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ قلعہ کا گیٹ پہلے ہی سے کھلا ہوا تھا اور ملکہ بخارا تبق خاتون معہ اپنے سرداروں کے سپہ سالار لشکر اسلام کے استقبال کے لیے گیٹ کے باہر موجود تھی۔

سپہ سالار سعید بن عثمان کو دیکھ کے ملکہ بخارا گھوڑے سے اتر پڑی۔ سعید بن عثمان نے بھی اپنا گھوڑا چھوڑ دیا۔

ملکہ بخارا نے آگے بڑھ کے سپہ سالار کو خوش آمدید کہا۔

”میں ملکہ بخارا اہالیان قلعہ بخارا اور سغد کے تمام باشندوں کی طرف سے سپہ سالار سعید بن عثمان اور لشکر اسلام کو قلعہ بخارا میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں اور میری رعایا اس بات پر خوش ہیں کہ ریاست سغد اور مسلم سپہ سالار کے درمیان معاہدۂ صلح طے پا گیا ہے اور ہمارے سروں سے جنگ کے بادل چھٹ گئے ہیں۔“

جواب میں سعید بن عثمان نے کہا۔

”میں اور میرا لشکر ملکہ بخارا اور سغد کی آبادی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمارا

شاندار استقبال کیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ انہوں نے ہم سے معاہدۂ صلح کیا۔ اب مسلم لشکر اور ملکہ بخارا ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ ملکہ بخارا اپنے دشمن کے خلاف مسلم فوج کو اپنے ساتھ پائیں گی۔"

ملکہ نے فرفوس کو حکم دیا کہ وہ اسلامی لشکر کو ان کے لیے مخصوص قیام گاہ تک پہنچا کے واپس آئے اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو۔ فرفوس نے اپنی شرافت اور فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے زاشی کے ہونے والے شوہر "لالے" کو فصیل سے ہٹا کر اپنا نائب یا خاص آدمی بنا لیا تھا۔ مہمان فوجوں کے سلسلہ میں سب سے زیادہ کام لالے ہی نے کیا تھا۔ چنانچہ فرفوس اور لالے نے مسلم لشکر کے نمائندے یعنی سعد بن عثمان کو اپنے ساتھ لیا اور انہیں ان بیرکوں میں لے گئے جہاں بیگ دار کا لشکر رہا کرتا تھا۔ بیگ دار کے جانے کے بعد وہ بیرکیں خالی پڑی تھیں۔ فرفوس نے انہیں صاف کرا کے تمام ضروری سامان وہاں پہنچوا دیا۔ اب وہ فوجیوں کے لیے ایک بہتر قیام گاہ کا کام دے سکتی تھیں۔ سعد بن عثمان نے عارضی رہائش گاہ کو پسند کیا اور فرفوس کا شکریہ ادا کیا۔

بیرک کی راہداریوں میں کھانے کے لیے دستر خوان بچھوا دیئے گئے۔ اسی وقت سعید بن عثمان اور سعد بن عثمان ان بیرکوں اور کھانے کے انتظام دیکھنے وہاں آ گئے۔ ان کے پیچھے ملکہ قبق خاتون بھی وہاں پہنچ گئی۔ سعید بن عثمان نے ملکہ بخارا کو آتے دیکھا تو بھائی سے کہا۔

"ملکہ بخارا تشریف لا رہی ہیں۔"

سعید بن عثمان نے پلٹ کے دیکھا تو ملکہ بخارا اس کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔

"آیئے ملکہ بخارا۔" سعید بن عثمان نے خوش دلی سے کہا۔ "ہمارے لشکریوں کے قیام اور طعام کے لیے آپ نے جو انتظامات کیے ہیں اس سے میرا دل بہت خوش ہوا۔"

"اور آپ کے دل خوش ہونے سے میرا دل بھی خوش ہو گیا۔" ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں اس لیے آئی ہوں کہ آپ کو کھانے پر لے چلوں کیونکہ کھانا میزوں پر سجا دیا گیا ہے۔"

سعید بن عثمان نے کہا۔

"کاش آپ نے ہمارے لیے بھی اس طرح کے دسترخوان بچھوائے ہوتے۔ ہم لوگ دراصل بیٹھ کے کھانا کھانے کے عادی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم خدانخواستہ آپ کے انتظام پر ناخوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا؟"

"بالکل نہیں۔" ملکہ ہنس کے بولی۔ "دراصل یہ ملک' ملک کی بات ہے۔ جو جہاں پیدا

ہو کر جوان ہوتا ہے وہیں کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کا عادی ہو جاتا ہے۔ اگر مجھے بھی آپ کے ملک میں کچھ دن قیام کا موقع ملا تو شاید میں بھی زمین پر بیٹھ کے کھانا کھانے لگوں۔"

یہ کہتے ہوئے ملکہ نے چور نظروں سے سعد بن عثمان کو دیکھا۔ پھر یہ لوگ اس طرف کو روانہ ہوئے جہاں ملکہ نے سعید بن عثمان اور ان کے سرداروں کے لیے ضیافت کا انتظام کیا تھا۔ یہ لوگ کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے تو دور تک میزوں پر طرح طرح کے کھانے چنے ہوئے تھے اور ملازم زرق و برق لباس میں مستعد کھڑے تھے۔

اچانک سعید بن عثمان کی نظران بوتلوں پر پڑی جس میں سرخ سرخ مشروب چمک رہا تھا۔ سعید بن عثمان نے رک کر پوچھا۔

"ملکہ بخارا۔ میرا خیال ہے کہ ان بوتلوں میں یہ سرخ رنگ کا محلول شربت نہیں بلکہ شراب ہے؟"

"جی ہاں مسلم سردار۔" ملکہ نے جواب دیا۔ "یہ بہت پرانی شراب ہے اور صرف مہمانوں کو پیش کی جاتی ہے۔ آپ اسے پی کے بہت فرحت محسوس کریں گے۔"

"نہیں ملکہ بخارا۔" سعید بن عثمان نے ناگوار انداز میں کہا۔ "ہمارے مذہب اسلام میں شراب پینا حرام ہے کیونکہ انسان شراب پی کر عقل و خرد سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ یہ حرام چیز میزوں سے ہٹا دی جائے۔"

ملکہ بخارا بہت ذہین تھی۔ اس نے برا منانے کے بجائے ملازموں کو حکم دیا کہ شراب کی تمام بوتلیں میزوں سے اٹھا لی جائیں۔ جب ملازمین بوتلیں اٹھا چکے تو ملکہ نے سعید بن عثمان سے معذرت کی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے سپہ سالار اسلام کو ذہنی کوفت برداشت کرنا پڑی۔"

"ایسی بات نہیں ملکہ بخارا۔" سعید بن عثمان نے بھی فراخدلی کا اظہار کیا۔ "اگر میرے مذہب میں یہ چیز حلال ہوتی تو میں ملکہ کا شکریہ ادا کرتا۔ اب میں ملکہ کا اس لیے شکریہ ادا کر رہا ہوں کہ آپ نے میری بات کا برا نہیں مانا۔"

چونکہ دونوں اطراف سے فراخدلی کا مظاہرہ کیا گیا اس لیے اسی وقت بدمزگی اور ناگوار صورت حال کا خاتمہ ہو گیا اور کھانا بڑے اطمینان سے کھایا گیا۔ کھانا چونکہ شاہی باورچیوں نے تیار کیا تھا' اس لیے بے حد ذائقہ دار تھا اور بہت سی اس قسم کی ڈشیں تھیں جس سے سعید بن عثمان اور ان کے سردار اب تک ناواقف تھے۔

کھانے کے فوراً بعد سعید بن عثمان اور ملکہ بخارا میں بیگ دار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ بیگ دار کے پاس ایک لاکھ سے زیادہ فوج تھی جو کسی وقت بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لیے اس کا تدارک کیا جانا سب سے پہلے ضروری تھا۔ اس گفتگو میں ملکہ بخارا اور نیا سپہ سالار فرفوس کے علاوہ ملکہ کے تمام بڑے اور چھوٹے سرداروں نے حصہ لیا۔

ملکہ نے خیال ظاہر کیا۔

"ہمیں کچھ دن بخارا میں ٹھہر کر بیگ دار کا انتظار کرنا چاہیے۔ آپ کا کیا خیال ہے مسلم سپہ سالار؟"

سپہ سالار سعید بن عثمان نے جواب دیا۔

"ملکہ بخارا۔ آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں کہ مسلمان قلعہ بند ہو کر لڑنا نہیں جانتے۔ مسلمان جنگ کرنے نہیں بلکہ جہاد کے لیے نکلتے ہیں اور جہاد کے دوران شہید ہو جانا سب سے زیادہ عظیم موت سمجھی جاتی ہے۔"

ملکہ بخارا کے لیے یہ فلسفہ قطعی نیا تھا۔ اس نے ادب سے سوال کیا۔

"محترم سردار۔ پھر آپ کا کیا خیال ہے۔ ہمیں اس موقعہ پر کیا قدم اٹھانا چاہیے؟"

"میرے خیال میں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہمیں بیگ دار کا تعاقب کر کے اس کی طاقت کو ختم کر دینا چاہیے۔" سعید بن عثمان نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "اس کے پاس اتنی بڑی طاقت ہے کہ چھوٹے علاقے اور ریاستیں تو اس کی فوراً اطاعت قبول کر لیں گی اور بڑے حکمران اس کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ قبل اس کے کہ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات بھی ہو' ہمیں اس کے پاس پہنچ کے اس کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے فنا کر دینا چاہیے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں بیگ دار کا فوری تعاقب شروع کر دینا چاہیے۔" ملکہ بخارا مسلم سپہ سالار کی باتوں سے قائل ہو گئی تھی۔ "میں ابھی حکم جاری کر رہی ہوں کہ فوج روانگی کے لیے تیار ہو جائے۔"

سعید بن عثمان نے کہا۔ "جہاں تک لشکر کی روانگی کا تعلق ہے' اس کے لیے ہم وقت اور دن آج رات گزرنے کے بعد طے کریں گے۔"

ملکہ اس کی بات اچھی طرح نہ سمجھ سکی۔ اس نے دریافت کیا۔

"میں سپہ سالار کی بات سمجھ نہیں سکی۔ اگر کوئی مصلحت درمیان میں نہ ہو تو اس کی

وضاحت فرمائیے کہ آج کی رات یہاں گزار کر فیصلہ کرنا کیوں ضروری ہے؟"

سعید بن عثمان نے وضاحت کی۔ "آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ میں نے بیگ دار کے تعاقب میں کئی جاسوس بھیج رکھے ہیں۔ وہ آج رات کسی وقت واپس آ کر ہمیں اس کے بارے میں صحیح حالات بتا سکیں گے اور اس کے مطابق ہم آئندہ قدم اٹھائیں گے۔"

سعید بن عثمان کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اس رات دو جاسوس بیگ دار کے تعاقب سے واپس آئے اور انہوں نے بتایا۔

"بیگ دار راستے میں آنے والی ہر آبادی کو لوٹتا اور مارتا کاٹتا بڑی تیزی سے سمرقند کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس نے چوروں' ڈاکوؤں اور لفنگے بدمعاشوں کو اپنی فوج میں شامل کر لیا ہے۔ یہ لوگ آبادیوں پر انتہائی ظلم ڈھاتے ہیں اور بوڑھے اور بچوں تک کو قتل کر ڈالتے ہیں۔"

دوسرے جاسوس نے بھی اسی قسم کی باتیں بتائیں اور مزید اس بات کا انکشاف کیا کہ سمرقند کی فوجیں بیگ دار کے مقابلہ کے لیے تیار ہو رہی ہیں۔

یہ خبریں سننے کے بعد سعید بن عثمان نے ملکہ سے کہا۔

"یہ بات اب طے ہو گئی ہے کہ ہم کل صبح بیگ دار کے پیچھے سمرقند کی طرف روانہ ہوں گے۔"

ملکہ خوش ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"اب مسلم سپہ سالار مجھے اجازت دیں کہ میں بھی اپنی فوج کو تیاری کا حکم دوں؟"

سعید بن عثمان نے ذرا توقف کے بعد فرمایا۔

"ملکہ آپ اپنی فوج کو تیاری کا حکم نہ دیجئے بلکہ انہیں ہر وقت تیار رہنے کا حکم فرمائیے میں نہیں چاہتا کہ ملکہ اپنا لشکر لے کر ہمارے ساتھ سمرقند چلیں کیونکہ اب تک آپ کا باغی سپہ سالار بیگ دار سمرقند نہیں پہنچا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سمرقند پہنچیں اور وہ کسی دوسرے راستہ سے واپس آ کر قلعہ پر قابض ہو جائے۔ اس طرح بجائے فائدے کے ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

سپہ سالار سعید بن عثمان نے بڑی معقول بات کہی تھی اور ملکہ قائل بھی ہوئی لیکن وہ دل کے ہاتھوں بھی مجبور تھی۔ سپہ سالار کے بھائی سعد بن عثمان سے ابھی تک اس کی کھل کے بات بھی نہ ہوئی تھی۔ اس نے اسلامی لشکر کے ساتھ سمرقند جانے کا فیصلہ بھی اسی وجہ سے کیا تھا کہ راستے میں سعد سے گفتگو کے مواقع ملتے رہیں گے۔

انہی خیالات کے تحت ملکہ نے کہا۔
"مسلم سپہ سالار نے جو خدشہ ظاہر کیا ہے اس کا امکان ضرور موجود ہے مگر ہمارے صلح نامہ کے تحت آپ ہمارے حلیف ہیں اور دشمن کے مقابلہ پر ہمارا ساتھ دیں گے۔ اس کے جواب میں کیا میرا یہ فرض نہیں بنتا کہ سمرقند کی مہم میں اپنی فوجوں کے ساتھ آپ کے ساتھ شامل رہوں؟"
ملکہ قبق خاتون نے بھی جو بات کہی تھی اس میں بھی وزن موجود تھا۔ سپہ سالار سعید بن عثمان سوچنے لگے پھر انہوں نے کہا۔
"مجھے ملکہ کے اس خلوص سے بہت خوشی ہوئی لیکن قلعہ بخارا کو خالی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اس کا بھی کچھ انتظام ہونا چاہیے۔"
"سپہ سالار نے بالکل درست فرمایا۔" ملکہ نے جواب دیا۔ "میں اپنے سپہ سالار فرفوس کو بخارا میں چھوڑ جاؤں گی۔ مجھے ان پر پورا اعتماد ہے۔ ان کے ساتھ کافی لشکر رہے گا تاکہ اگر بیگ دار کی طرف سے کوئی حرکت ہو تو یہ اسے سنبھال سکیں۔ قلعہ اور علاقہ کی رعایا اب بیگ دار کا ساتھ نہ دے گی۔"
یہ بات طے ہو گئی اور دوسرے دن دوپہر کے وقت اسلامی لشکر جس کے ساتھ ملکہ بخارا کے سوار اور پیادہ فوج کے کافی تعداد میں دستے موجود تھے' سمرقند روانہ ہوا۔

○☆○

سمرقند جاتے ہوئے سعد بن عثمان اور ملکہ بخارا قبق خاتون کو پہلی بار کھل کے باتیں کرنے کا موقعہ ملا۔ ملکہ سعد بن عثمان سے بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی مگر اس نے محسوس کیا کہ سعد کچھ خاموش خاموش ہے اور گفتگو میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔
آخر ملکہ نے اپنا گھوڑا سعد کے گھوڑے سے بالکل ملا کر چلنا شروع کیا اور اس کی طرف قدرے جھک کے بولی۔
"سردار سعد۔ تم اب تک مجھ سے خفا ہو۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ جب تم قید میں تھے تو میں تمہارے لیے کس قدر پریشان اور فکرمند تھی۔"
سعد بن عثمان اپنے خیالوں میں گم تھا۔ اس نے چونک کے ملکہ کو دیکھا اور بولا۔
"ملکہ بخارا۔ آپ بے کار پریشان ہو رہی ہیں۔ میں نے آپ سے شکوہ تو نہیں کیا؟"

"اور شکوہ کس طرح ہوتا ہے؟" ملکہ نے منہ بنا کر کہا۔ "یوں چپ چاپ چل رہے ہو جیسے مجھ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک کہا ملکہ نے۔" سعد نے سنبھل کے کہا۔ "کہاں ملکہ بخارا اور کہاں ایک دستہ فوج کا سردار۔ بھلا ان دونوں میں کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

ملکہ بخارا افسردہ ہو گئی' وہ بولی۔

"سعد ایسا نہ کہو۔ مجھے دکھ ہوتا ہے۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ-----" ملکہ کہتے کہتے ایک دم رک گئی۔

"ملکہ کچھ فرما رہی تھیں۔ رک کیوں گئیں۔ فرمایئے میں پوری طرح متوجہ ہوں۔"

ملکہ اس وقت تک سنبھل چکی تھی' اس نے بات ٹالنے کے لیے کہا۔

"خیر چھوڑو بھی ان باتوں کو۔ شاید اس کا ابھی وقت نہیں آیا۔"

"کن باتوں کا؟" سعد نے الجھتے ہوئے کہا۔ "آدھی بات کہنے والے اور سننے والے دونوں کو پریشان کرتی رہتی ہے۔ اگر حرج نہ ہو تو کہہ ڈالو جو دل میں ہے؟"

"میں کہتی ہوں چھوڑو اس بات کو۔" ملکہ نے پھر ٹالا۔ "پھر بات کوئی اہم بھی نہیں ہے۔"

"اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں کہ جو زبان پر آ گیا ہے اسے کہہ ڈالو۔" سعد نے اسے مجبور کرنے کے لیے کہا۔ "اگر بات اہم نہیں پھر تو اسے فوراً اگل دینا چاہیئے ورنہ ذہن پریشان ہوتا رہے گا۔"

"خیر۔ میری بات اس قدر غیر اہم بھی نہیں ہے کہ میں اس پر توجہ نہ دوں۔" ملکہ بخارا واقعی مجبور ہو گئی۔ "یہ بات تو ایک دن کہنا اور ہونا ہی ہے۔ آج نہیں تو کل۔ کل نہیں تو پرسوں۔ میں کہوں گی تو ضرور۔ چاہے جواب اس کا کچھ ملے۔"

سعد بن عثمان جو اب تک سنجیدہ تھا مگر ملکہ بخارا کی بے تکی اور دلچسپ گفتگو پر مسکرا دیا۔ اس نے کہا۔

"ملکہ بخارا باتیں بہت دلچسپ کرتی ہیں۔ ایک ہی بات کو اہم پھر غیر اہم اور پھر اہم کہتی ہیں مگر بات زبان سے نکالتی نہیں کہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا جا سکے۔"

"مگر سعد یہ بات صرف میری نہیں بلکہ تمہاری بھی ہے۔" ملکہ بخارا آخر کھُلنے لگی۔ "اس کا جتنا تعلق مجھ سے ہے اتنا ہی تم سے بھی ہے۔"

"تو پھر میں ملکہ بخارا سے درخواست کروں گا کہ وہ اس بات کو کہہ ڈالیں جو ان کے

ذہن پر بوجھ بن کے سوار ہے اور جس نے اب مجھے بھی پریشان کر دیا ہے۔" سعد کو واقعی ہنسی آ گئی تھی مگر ملکہ کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

ملکہ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو سعد نے اسے چھیڑا۔

"ملکہ بخارا نے اپنے ساتھ مجھے بھی گھسیٹ لیا ہے اور۔"

"لو۔۔۔۔ یہی بات تو میں کہنا چاہتی تھی جو تم نے خود اپنے منہ سے کہہ دی۔" اور ملکہ کی سنجیدگی ایک دم غائب ہو گئی۔

سعد حیران رہ گیا۔

"میں نے کیا کہا ہے۔ کچھ بھی تو نہیں کہا میں نے۔"

ملکہ مسکرا کے بولی۔

"بات تو یہی ہے کہ میں سعد بن عثمان جو کہ سعید بن عثمان سپہ سالار لشکر اسلام کے بھائی ہیں' کو اپنے ساتھ گھسیٹنا چاہتی ہوں۔"

سعد بھی مسکرانے لگا۔

"مگر یہ بات تو کوئی اہم نہیں ہے جس کے لیے اتنا پریشان ہوا جائے۔"

"تمہارے لیے نہ ہو گی مگر میرے لیے تو ہے۔" ملکہ نے سنجیدہ بننے کی کوشش کی۔

"میں نے تو تمہیں پہلی بار دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اگر۔۔۔۔" پھر اس کی شرم سے نظریں نیچی ہو گئیں۔

سعد نے ذرا رک کے کہا۔

"ملکہ بخارا میرا خیال ہے کہ اس موقعہ پر یہ بات چھیڑنا کچھ مناسب نہیں۔ قلعہ بخارا کا ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ ہم سمرقند کی طرف رواں دواں ہیں۔ وہاں کے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں۔ پتہ نہیں وہاں کیا گزرے۔ کیا بیتے۔ میرا خیال ہے کہ اس موقعہ پر ہمیں ان باتوں پر زیادہ توجہ نہ دینا چاہئے۔"

"مگر تم یہ بات تو مانتے ہو کہ یہ بات بھی اہم ہے اور اس سلسلہ میں بھی کوئی فیصلہ ہونا چاہئے۔" اب ملکہ نے سعد کو گھیرنا شروع کیا۔

"میں نے انکار تو نہیں کیا اس سے۔" سعد نے مختصر سا جواب دے کر ملکہ بخارا کا جیسے منہ بند کر دیا مگر ملکہ آج اور اسی وقت کسی فیصلہ پر پہنچنا چاہتی تھیں۔

ملکہ نے بات سے بات نکالی۔

"تم نے انکار نہیں کیا تو کسی بات کا اقرار بھی نہیں کیا۔ اس سے کیا سمجھا جا سکتا ہے؟"

آخر سعد کو کہنا پڑا۔

"جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اس کے لیے ملکہ بخارا کا شکرگزار ہوں کہ ان کی نظر انتخاب میری طرف ہے۔ ہرچند کہ میں اس کے قابل نہیں مگر میری باگ ڈور بڑے بھائی کے ہاتھ میں ہے۔ جو وہ کہیں گے میں اس سے انکار نہ کر سکوں گا۔ مگر سوال پھر وہی ہے کہ یہ موقعہ ان باتوں کا نہیں ہے۔"

ملکہ کا چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھا۔ وہ چہک کے بولی۔

"میں بے صبری کا اظہار نہیں کر رہی بلکہ صرف یہ چاہتی ہوں کہ تمہارا جواب مل جائے۔"

"تو کیا جواب مل گیا ملکہ بخارا کو؟"

"ہاں مل گیا جواب۔"

"کیا میں سن سکتا ہوں وہ جواب؟"

"مگر سوال یہ ہے کہ یہ موقعہ ان باتوں کا نہیں ہے۔"

ملکہ بخارا نے سعد بن عثمان کا یہ جملہ اس انداز سے دہرایا کہ سعد کو بھی ہنسی آ گئی۔ ملکہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر ان دونوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار کچھ تیز کر دی۔

سمرقند' بخارا سے تقریباً" ستر اسی میل کے فاصلہ پر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ وہ زمانہ آج کل کی طرح ذرائع آمدورفت سے آراستہ نہ تھا کہ ناشتہ پاکستان میں کیا اور دوپہر کا کھانا لندن میں کھایا جاتا ہے۔ اس دور میں گھوڑے کی یکساں رفتار پچیس تیس میل سے زیادہ نہ تھی پھر جب لشکر روانہ ہوتا تو یہ رفتار پندرہ اور بیس میل روزانہ سے زیادہ نہ ہو پاتی تھی۔ اس طرح بخارا سے سمرقند جانے والا لشکر' راستے کی کم از کم چار منزلیں طے کر کے پہنچ سکتا تھا۔ ابھی دوسری منزل شروع ہوئی تھی کہ اسلامی لشکر پر ایک افتاد آ پڑی۔

ہوا یوں کہ بخارا کے باغی سپہ سالار بیگ دار نے سمرقند جاتے ہوئے چار تیز رفتار قاصد سمرقند روانہ کئے کہ وہ دربار سمرقند پہنچ کے نہ صرف بیگ دار کے لشکر آنے کی اطلاع دیں بلکہ ان پر واضح کریں کہ بخارا کا باقی لشکر ملکہ بخارا کے بے دین یعنی مسلمان ہو جانے کے باعث بخارا سے سمرقند آ رہا ہے تاکہ سمرقند کے لشکر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو شکست دے سکے۔

چنانچہ بیگ دار کے قاصد بھاگم بھاگ سمرقند پہنچے اور انہوں نے وہاں رو رو کے بتایا۔

"بے دین مسلمانوں نے ملکہ بخارا کو بھی بے دین کر دیا ہے۔ ملکہ نے ان سے گٹھ جوڑ

کر کے بخارا پر مسلمانوں کا قبضہ کرا دیا ہے اور وہ سمرقند فتح کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔"

یہ محض بیگ وار کا خیال تھا مگر سمرقند والوں نے اس پر نہ صرف یقین کر لیا بلکہ اپنے لشکر کو ترتیب دے کر میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ سمرقند والوں کو یقین اس لیے آیا تھا کہ مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں جیحوں کے اس پار سے برابر آ رہی تھیں۔ ان کے جاسوسوں نے انہیں یہ خبر بھی پہنچا دی تھی کہ مسلم لشکر نے جیحوں پار کر کے بخارا کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ظاہر تھا کہ بخارا کی فتح کے بعد مسلمان سمرقند یا تاشقند کا رخ کرتے مگر ان دونوں شہروں میں سمرقند قریب تھا اس لیے مسلمان ادھر ہی کا رخ کر سکتے تھے۔

چنانچہ سمرقند والوں نے بیگ وار کے قاصدوں کو ایک دن کے لیے روک لیا اور فوراً اپنی فوجی یا جنگی کونسل کا اجلاس بلا لیا۔ اس اجلاس میں بڑی گرما گرم بحث ہوئی۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ وہاں بھی بخارا جیسی صورت حال پیدا ہو گئی۔ سمرقند کی فوجی کونسل دو حصوں میں بٹ گئی۔ آدھے فوجی سرداروں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے جنگ کی بجائے صلح کر لی جائے کیونکہ جس لشکر نے بیکند کو فتح کیا اور بخارا کا محاصرہ کر رکھا ہے اس کی طاقت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے مگر دوسرے سردار جنگ پر بضد تھے۔ بلاشبہ یہ سرپھرے ترکستانی بہت طاقتور تھے اور ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتے تھے۔

جنگ پر زور دینے والے سرداروں میں سے ایک نے کھڑے ہو کر پرزور تقریر کی اور ایک نکتہ کی بات جو اس نے کہی وہ یہ تھی۔

"بے دین مسلمانوں کا لشکر اپنے مرکز سے ہزاروں میل دور ہے۔ سیف اور بیکند کی جنگوں میں ان کی نصف طاقت ختم ہو چکی ہو گی جب کہ ہم تازہ دم ہیں، ہمیں بخارا کے باغی لشکر کی کمک بھی حاصل ہو رہی ہے۔ اس لیے ہمیں کھلے میدان میں جنگ کر کے بے دین مسلمانوں کا قلع قمع کر دینا چاہئے کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بنسری۔"

صلح جو سرداروں نے یہ دلیل پیش کی۔

"بے دین مسلمان اگرچہ اپنے مرکز سے دور ہیں اور ان کی تعداد بھی کم ہے مگر پیہم فتوحات نے ان کے حوصلے بلند کر رکھے ہیں جب کہ ہم لوگ سوائے خانہ جنگی کے اور کسی بڑی جنگ کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ قاصدوں نے حملہ آوروں کی جو شرطیں بتائی ہیں ان میں کوئی ایسی شرط نہیں جو ہماری آزادی کو ختم کر دے یا ہمیں ان کا ماتحت بنا دے۔ وہ ایک معمولی راقم لے کر ہمارے دوست بن جائیں گے اور ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں اپنے شکر سے ہماری مدد کریں گے۔"

سمرقند کی جنگی اور فوجی کونسل کے دن بھر اور رات گئے تک تین اجلاس ہوئے مگر وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔ آخر دوسرا دن ہو گیا۔ اب بیگ دار کے قاصدوں کو بھی جواب دینا تھا۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ صلح کے بجائے مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں نیچا دکھایا جائے۔ اس فیصلہ کے تحت بیگ دار کو مندرجہ ذیل جواب بھجوایا گیا۔

"ہم سپہ سالار بیگ دار کا خوش دلی سے استقبال کریں گے۔ وہ ضرور سمرقند آئیں لیکن یہ ضرور کریں کہ اپنا آدھا لشکر بخارا بھیج دیں تاکہ مسلمانوں کا آدھا لشکر ان کے ساتھ الجھا رہے اور صرف آدھا لشکر سمرقند کا رخ کر سکے۔"

بیگ دار کے قاصد یہ پیغام لے کر ہوا کے گھوڑوں پر سوار بیگ دار کے پاس پہنچے اور اسے سمرقند والوں کا پیغام پہنچایا۔ بیگ دار تو خانماں برباد ہو رہا تھا وہ سخت پریشان تھا کہ اگر سمرقند والوں نے اس کے لشکر کو اپنے یہاں نہ گھسنے دیا تو وہ پھر کدھر جائے گا۔ پس جب اس نے یہ پیغام پایا تو فوراً" آدھا لشکر بخارا روانہ کر دیا کہ وہ مسلمانوں کو جنگ میں الجھا لے اور باقی نصف لشکر کے ساتھ بیگ دار سمرقند کی طرف چل پڑا۔

○☆○

ملکہ بخارا نے اپنے سپہ سالار فرفوس کو احتیاط کے طور پر یا مسلم سپہ سالار کے کہنے پر بخارا میں قیام کا حکم دیا تھا۔ ملکہ کے بعد اہل بخارا فرفوس ہی کو پسند کرتے تھے۔ فوج بیگ دار کے ساتھ تو تھی مگر بخارا والے بیگ دار کے بجائے فرفوس کو زیادہ پسند کرتے تھے اور جب بیگ دار قلعہ چھوڑ کے چلا گیا تو انہوں نے اسے اپنے لیے ایک طرح کی نیک فال خیال کیا۔

ملکہ کے روانہ ہوتے ہی فرفوس نے قلعہ بخارا کا پور انتظام سنبھال لیا۔ اس کے ذہن کے کسی گوشہ میں یہ خیال موجود تھا کہ بیگ دار کسی وقت بھی بخارا کی طرف رخ کر سکتا ہے۔ چونکہ اس کے پاس ایک بڑا لشکر بلکہ بخارا کا تقریباً" تمام لشکر تھا اس لیے فرفوس نے بڑی حکمت عملی سے کام لیا اور فصیل کو اس قدر مضبوط بنا دیا کہ بیگ دار کے لیے قلعہ میں داخل ہونا ناممکن بن گیا۔

اس دوران بیگ دار کا بخارا بھیجا ہوا لشکر قلعہ کے قریب پہنچا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قلعہ کے تمام دروازے بند ہیں اور فصیل اور برجیوں پر جگہ جگہ سخت پہرہ موجود ہے

اور بخارا کا لشکر جیسے حالت جنگ میں ہے۔ بیگ دار کا بھیجا ہوا لشکر کافی تعداد میں تھا اس لیے اس لشکر کے سردار نے فرفوس کے پاس قاصد کے ذریعہ ایک خط بھیجا جس میں کچھ اس طرح لکھا ہوا تھا:۔

"نائب سپہ سالار فرفوس کے نام۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ بخارا شہر کے سپہ سالار بیگ دار اور آپ ان کے نائب یعنی بخارا کے لشکر کے نائب سپہ سالار تھے پھر حالات نے پلٹا کھایا اور آپ سپہ سالار بیگ دار کو چھوڑ کر ملکہ کے پاس چلے گئے لیکن آپ کے ملکہ کے لشکر میں شامل ہونے سے ہمارے دلوں میں آپ کی پہلی جیسی عزت ہے اور اسی جذبہ کے تحت میں یعنی بیگ دار کا موجودہ نائب سپہ سالار آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور آپ کو دوستی کا پیغام دیتا ہوں۔

ان بے دین مسلمانوں نے جیحوں کے تمام جنوبی علاقوں کو پامال کر دیا ہے اور اب انہوں نے ملکہ کو اپنے جال میں پھانس کر قلعہ بخارا بھی حاصل کر لیا ہے۔ میں آپ کی عزت کرتا ہوں اور آپ کو دوستی کے پیغام کے ساتھ یہ پیش کش کرتا ہوں کہ آپ بیگ دار کے دوبارہ نائب سپہ سالار بن جائیے اور بے دین مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کیجئے۔ میں آپ کو یہ پیغام بیگ دار کے حکم کے تحت ہی بھیج رہا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر فرفوس مسلمانوں کو ترکستان سے نکالنے پر تیار ہو جائے تو وہ یعنی بیگ دار سپہ سالار کے عہدے سے ہٹ جائیں گے اور فرفوس کو سپہ سالار تسلیم کر لیا جائے گا۔

آپ کی بہادری اور عقل مندی سے مجھے توقع ہے کہ آپ اس پیش کش کو قبول فرمائیں گے اور قلعہ کے باہر نکل کے ہم سے دوستوں کی طرح ملاقات کریں گے۔ اس خط اور پیش کش کا جواب آپ اسی قاصد کے ذریعہ ہمیں بھجوا سکتے ہیں۔"

یہ خط ایک ہی فوج کے دو سرداروں کے درمیان لکھا گیا اور بھیجا گیا تھا یعنی جس نے خط بھیجا تھا وہ اس وقت بخارا کے اس لشکر کے ایک حصہ کا سردار تھا جو بیگ دار کے ماتحت

تھا اور ملکہ سے اختلاف کی وجہ سے بخارا چھوڑ کر سمرقند کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے اس لشکر کے ایک حصہ کو ایک نئے سردار کے ماتحت بخارا کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

اس وقت قلعہ بخارا پر فرفوس کا قبضہ تھا جسے بیگ دار نے قتل کا حکم دیا تھا مگر بخارا کے لشکریوں نے اسے قتل کرنے کے بجائے اپنا سردار بنا لیا۔ قاصد سوار نے قلعہ بخارا کے شمالی دروازے پر پہنچ کے گھوڑا روکا۔ قلعہ پر موجود پہرے داروں نے ایک سوار کو قلعہ کی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ اس نے اوپر سے ڈوری میں بندھی ہوئی ایک ٹوکری نیچے لٹکا دی اور قاصد سوار نے اس میں خط رکھ دیا۔

فصیل کے پہرے دار نے ڈوری کھینچ کے اوپر کر لی اور خط جو ایک بند لفافہ میں تھا' لے کر وہ فرفوس کے پاس پہنچا کیونکہ وہ خط فرفوس کے نام لکھا گیا تھا۔ فرفوس کو بتایا گیا تھا کہ بیگ دار کا ایک لشکر بخارا پر قبضہ کے لیے آ رہا ہے اور فرفوس نے اسی خطرہ کے تحت قلعہ کو کافی مضبوط کر لیا تھا۔

فرفوس نے لفافہ چاک کر کے خط نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔ وہ جوں جوں خط پڑھتا جاتا تھا' اس کا غصہ بھی اسی طرح تیز ہوتا جا رہا تھا۔ آخر جب وہ خط پڑھ چکا تو اس نے اسے پھاڑ کے پرزے پرزے کر دیا۔

"ظالم اور احسان فراموش بیگ دار۔" فرفوس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ وہاں اس وقت اور سردار بھی موجود تھے اور اس کی باتیں سن رہے تھے۔

فرفوس غصہ میں بڑبڑا رہا تھا۔

"بیگ دار تو نے میرے قتل کا حکم دیا تھا مگر میری قسمت نے مجھے بچا لیا۔ اب تو پھر قلعہ پر قبضہ کر کے مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ ہرگز نہ ہو گا۔ اگر مجھے طاقت حاصل ہوئی تو میں تیرا سر کاٹ کر قلعہ کے سب سے اونچے برج پر لٹکاؤں گا تاکہ دنیا دیکھ سکے کہ ملکہ بخارا کے نمک حرام سپہ سالار کا کیا انجام ہوا۔"

فرفوس نے ملازم کو حکم دیا کہ کاغذ کے یہ پرزے سمیٹ کے فصیل پر لے جاؤ اور قاصد کے سر پر پھینک دو۔ اس خط کا یہی جواب ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

قاصد کے سر پر جب خط کے پرزے گرے تو اسے اپنا جواب مل گیا اور وہ گھوڑا واپس موڑ کر چلا گیا۔ قاصد نے واپس جا کر لشکر کے سردار کو اس توہین آمیز جواب سے آگاہ کیا تو اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور وہ چیخ کے بولا۔

"فرفوس۔ تو بیگ دار کے ہاتھ سے بچ گیا مگر میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔" یہ کہہ کے

اس نے لشکر کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ فرفوس کے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر وہ ایک تجربہ کار سردار تھا۔ اس نے اس انداز سے فصیل اور برجیوں پر تیر انداز اور سپاہی مقرر کر دیئے جنھوں نے حملہ آوروں کا ناطقہ بند کر دیا اور ایک ہفتہ برابر حملہ کرنے کے باوجود وہ قلعہ بخارا کی فصیل تک بھی نہ پہنچ سکے۔

اس محاصرے سے قلعہ کے اندر پانی کی قلت ہو گئی کیونکہ جس زمین دوز سرنگ سے قلعہ میں پانی آتا تھا اسے حملہ آور جانتے تھے۔ انہوں نے اس سرنگ کو فوراً بند کر کے قلعہ والوں کا پانی روک دیا مگر فرفوس ان سے زیادہ چالاک تھا۔ اس نے اس خطرہ کے پیش نظر قلعہ کے اندر کم از کم ایک ماہ کے لیے پانی کا ذخیرہ کر لیا تھا۔ اس طرح اس نے حملہ آوروں کی یہ ترکیب ناکام بنا دی۔

ادھر قلعہ بخارا پر تو بخارا کی فوجیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ دوسری طرف مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان سمرقند کے قریب پہنچ چکے تھے۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ بیگ دار کا لشکر بھی سمرقندیوں کے ساتھ ہے۔ اس نے قلعہ سمرقند پر حملہ میں جلدی نہیں کی مگر جہاد سے پہلے مشرکین اور کافرین کو صلح کی تین شرطیں لکھ کے بھجوائیں تاکہ مخالفین کو سوچنے کا موقعہ مل جائے۔

اسلام میں جہاد سے پہلے دشمنان اسلام کو مندرجہ ذیل تین شرطیں لکھ کر بھیجی جاتی تھیں۔

ا۔ پہلی شرط یہ کہ تم معمولی سا سالانہ جزیہ دے کر ہمارے دوست بن جاؤ جس کے صلہ ہم تمہاری دشمن کے خلاف مدد کریں گے اور ہمارا تمہاری حدود یا خزانہ سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔

ب۔ یا پھر مسلمان ہو جاؤ اور ان تمام صفتوں کے مالک بن جاؤ جو اسلام نے مسلمانوں کے لیے مقرر کی ہیں۔

ج۔ تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ پھر ہمارا فیصلہ تلوار کرے گی۔

چنانچہ سعید بن عثمان نے یہ تینوں شرطیں ایک خط کی صورت میں قلعہ سمرقند بھجوا دیں۔ یہ خط حاکم سمرقند کو پیش کیا گیا۔ حاکم سمرقند خط پڑھ کر حیران رہ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ مسلمان حملہ آور اس کا تمام خزانہ حاصل کرنے کے علاوہ پورے علاقہ پر قبضہ کر لیں گے اور یہاں کے کسانوں کے بجائے اپنے آدمیوں کو زمینیں دے دیں گے مگر اس خط میں صرف دو باتیں تھیں۔ ایک معمولی جزیہ دے کر دوست ہو جاؤ یا پھر مذہب تبدیل کر کے

مسلمان ہو جاؤ۔

اہل سمرقند لشکر اسلام سے بہت خائف تھے۔ جنوبی ترکستان میں انہوں نے اپنی معمولی فوج سے بڑی بڑی جنگیں جیتی تھیں۔ اس وقت مسلم لشکر کے ساتھ ملکہ بخارا بھی اپنی فوج لے کے آئی تھی۔ اس لیے حاکم سمرقند "صلح" کے حق میں تھا۔ اس نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ سمرقند کے چھوٹے سرداروں کو باغی سپہ سالار بیگ وار نے مسلمانوں کے خلاف بہت بھڑکا دیا تھا۔ انہیں بتایا تھا کہ اگر سمرقند نے ہتھیار ڈال دیئے تو مسلمان سمرقند کی تمام خوبصورت عورتوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائیں گے اور انہیں اپنی لونڈیاں بنا لیں گے۔ ملک کی تمام دولت سمیٹ لیں گے اور سمرقندیوں سے زمین چھین کر اپنے آدمیوں کے حوالے کر کے خود کاشتکاری پر قابض ہو جائیں گے۔

اس طرح سمرقند کے تمام چھوٹے سرداروں کو بیگ وار نے بھڑکا دیا تھا۔ اسی میں اس کا مفاد تھا کیونکہ مسلم لشکر اور سمرقند والوں کی صلح کی صورت میں اسے سمرقند سے بھاگنا پڑتا اور اب قریب کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں وہ پناہ حاصل کر سکتا۔

پس جب مسلم لشکر کی طرف سے آئے ہوئے خط پر غور و فکر کے لیے مجلس مشورت منعقد ہوئی تو چھوٹے سرداروں نے اس میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا اور صلح کی شدید مخالفت کی۔ سمرقند کا سپہ سالار اپنے چھوٹے سرداروں کی باتیں سن کے حیران رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہ آ رہا تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے مختصر شرائط کے باوجود وہ جنگ کے لئے کیوں تلے ہوئے ہیں۔ آخر اس نے ایک چھوٹے سردار سے پوچھا۔

"آخر تم صلح کے بجائے جنگ کے خواہش مند کیوں ہو؟"

چھوٹے سردار نے اکڑ کر کہا۔

"اس لئے کہ ہم بے دین مسلمانوں سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ ہمارا لشکر ان سے تین گنا زیادہ ہے۔ ہم ان سے صلح کیوں کریں؟"

سمرقند کے سپہ سالار نے انہیں سمجھایا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ حملہ آور تعداد میں کم ہیں مگر ملکہ بخارا کا لشکر بھی تو ان کے ساتھ ہے۔"

"ملکہ بخارا کا لشکر تو ان کے ساتھ برائے نام ہی ہے۔" سردار نے جواب دیا۔

"ہمیں بیگ وار نے بتایا ہے کہ وہ اپنے ساتھ جو لشکر لے کے آیا ہے اس کی تعداد ملکہ بخارا کے لشکر سے پانچ گنا زیادہ ہے۔"

سمرقند کا سالار' بیگ دار کے نام پر چونکا۔ اس نے ذرا تلخ لہجے میں کہا۔
"کیا بیگ دار نے تمہیں یہ بھی بتایا ہے کہ مسلمانوں کے اس مختصر لشکر نے پورا جنوبی ترکستان فتح کر لیا ہے۔ اگر ان میں طاقت نہ ہوتی تو وہ دریائے جیحوں پار کر کے بخارا پر حملہ نہ کرتے۔ دوسری بات یہ کہ اگر مسلمانوں کے پاس لشکر کم ہے یا وہ کمزور ہیں تو پھر بیگ دار جو بخارا کے سپہ سالار تھے وہ قلعہ بند کیوں ہوئے۔ انہیں میدان میں نکل کے مسلمان حملہ آوروں سے جنگ کرنی چاہئے تھی۔ یہ لشکر انہیں ایک ماہ تک قلعہ بخارا میں گھیرے رہا مگر ان کی ہمت نہ پڑی کہ یہ باہر نکل کر ان کا مقابلہ کرتے۔"
بات کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی۔ سمرقند کے کچھ چھوٹے سرداروں کو بیگ دار نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا اور وہی زیادہ مخالفت اور بدتمیزی سے گفتگو کر رہے تھے۔ سمرقند کے سالار نے دیکھا کہ حالات اور زیادہ بگڑ جانے کے امکانات پیدا ہو رہے ہیں تو اس نے فوراً پلٹا کھایا۔
اس نے اعلان کیا۔
"میری اپنی رائے حملہ آوروں سے صلح کر کے خونریزی سے بچنا تھا مگر میرے بعض جوان سردار اپنی شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے میں ان کے کہنے کے مطابق حملہ آوروں کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔"
سالار سمرقند کے اس اعلان پر تمام سمرقندی لشکر خوش ہو گیا۔ سالار نے اس وقت مسلم قاصد جسے ٹھہرنے کو کہا گیا تھا' قلعہ کے اندر بلوا لیا۔ اس لیے کہ وہ قاصد کو اپنے لشکر کی تعداد اور تیاریوں سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ قاصد مسلمان تھا اور مسلمان کسی کے دباؤ میں نہیں آیا کرتے۔ اس لیے قاصد نے سمرقند کے لشکر کو انتہائی بے پروائی بلکہ ایک حد تک حقارت کی نظر سے دیکھا۔
پھر مسلم قاصد نے کہا۔
"میں قاصد ہوں۔ میرا کام دشمن کے قلعہ یا لشکر کا معائنہ کرنا نہیں مجھے تو بس اپنے خط کا جواب چاہئے۔"
سمرقند کے سالار نے مسلم قاصد کو حیران نظروں سے دیکھا اور کہا۔
"اے مسلم قاصد۔ کیا تم نے ہمارے لشکر کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا۔ کیا تمہیں ہمارے پاس اسلحہ کے ذخائر نہیں دکھائی دیتے اور کیا تم یہ سوچنے پر مجبور نہیں ہو گئے کہ ہمارا لشکر حملہ آوروں کو دم کے دم میں اس طرح چیڑ پھاڑ کے نہ رکھ دے گا جس طرح ایک شیر کسی

ہرن کا حال کرتا ہے؟"

"معزز سالار۔" قاصد نے ادب سے کہا۔ "میں قاصد ہوں۔ اس لیے مجھے گستاخی پر آمادہ نہ کیجئے۔ جہاں تک جنگ کا تعلق ہے تو وہاں فوجوں کی تعداد اور اسلحہ نہیں لڑا کرتا بلکہ وہاں تو جوش و جذبہ اور ایمان لڑا کرتا ہے۔ امید ہے کہ آپ اپنا جواب میرے حوالے کر کے مجھے واپس جانے کی اجازت دیجئے گا۔"

سمرقند کے سالار یا قائد نے ایک پرچہ قاصد کے حوالے کیا اور زبانی کہا۔

"ہمیں تمہاری تیسری شرط منظور ہے یعنی ہمارا فیصلہ میدان جنگ میں تلوار سے ہو گا کیونکہ یہی فیصلہ ہمارے تمام سرداروں کا ہے۔"

قاصد نے جواب کا پرچہ سنبھالا۔ اس کو ادب سے رخصتی کا سلام کیا اور گھوڑا گھما کر واپس چلا گیا۔ قلعہ کا دروازہ فوراً بند ہو گیا اور فضا میں جنگ کے بادل لہرانے لگے۔

جنگ کے لیے مشہور ہے کہ یہ دیر میں شروع ہوتی ہے مگر جب شروع ہوتی ہے تو جنگل کی آگ کی طرح پھیل کر ہر چیز کو خاکستر کر ڈالتی ہے یا پھر یہ آگ انسانی خون سے سرد پڑتی ہے۔ دنیا میں طویل جنگیں بہت کم ہوئی ہیں۔ عرب کے دور جاہلیت میں ایک جنگ پچاس سال تک جاری رہی تھی۔ یہ جنگ نسل در نسل گزر کر تیسری نسل میں داخل ہوئی تھی مگر اس دوران میں عرب کے کتنے ہی چھوٹے چھوٹے قبیلے صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ اس پچاس سالہ جنگ کا تفصیلی حال میری کتاب "پچاس سالہ" جنگ میں پڑھیے۔

سنا ہے ایک جنگ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوئی تھی اور وہ ایک صدی یعنی سو سال تک لڑی جاتی رہی تھی۔ اللہ نے زندگی دی تو اس جنگ کا حال بھی قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا۔

اب پہلے دیکھتے ہیں کہ قلعہ بخارا پر کیا گزری جہاں ملکہ بخارا کا نیا سالار فرفوس قلعہ دار تھا۔ ملکہ بخارا کے باغی سپہ سالار بیگ دار نے جو لشکر بخارا کی فتح کے لیے بھیجا تھا وہ بخارا پہنچ گیا تھا اور اس نے فرفوس کو ایک خط کے ذریعہ پھر سے بیگ دار کا وفادار بنانے کی کوشش کی تھی۔ فرفوس ایک ذہین اور فرض شناس فوجی افسر تھا۔ اس نے جواب بھجوا دیا تھا کہ وہ روز روز وفاداریاں تبدیل نہیں کرتا۔ جس طرح وہ ملکہ بخارا کا بیگ دار کی سپہ سالار کے دوران میں وفادار تھا۔ اسی طرح اب بھی وہ ملکہ کا وفادار ہے۔

فرفوس کے اس جواب پر بیگ دار کے سالار کو سخت تاؤ آیا اور اس نے قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ فرفوس کے پاس بہت کم فوج تھی مگر اس نے سخت مزاحمت کی اور اس نے حملہ پسپا

کر دیا۔ بیگ دار کے لشکری چار روز تک قلعہ کو گھیرے رہے اور برابر حملہ آور ہوتے رہے مگر فرفوس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

چوتھی رات فرفوس نے بہت جرات مندانہ فیصلہ کیا۔ اس نے دل کی بات دل ہی چھپائے رکھی اور جب نصف رات گزری تو اس نے اپنے دو سو خاص سواروں کو جنہیں اس نے پہلے ہی سے مطلع کر دیا تھا' خاموشی سے جگوایا اور انہیں لے کر شمالی دروازے سے نکلا۔ بیگ دار کے لشکری یہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ قلعہ کا جو لشکر چار دن سے مسلسل دباؤ میں جنگ کر رہا ہے وہ کوئی جرات مندانہ قدم بھی اٹھا سکتا ہے۔ وہ سب' سوائے چند پہرے داروں کے اطمینان سے دن بھر کی تھکن دور کر رہے تھے کہ فرفوس اپنے دو سو سواروں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا۔

فرفوس کے ہر سوار کے پاس ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل اور شعلے تھے جو انہوں نے لکڑی پر کپڑا لپیٹ کے اور اس پر تیل ڈال کر روشن کر رکھے تھے۔ ان مشعلوں اور شعلوں کے ساتھ فرفوس بڑی تیزی سے حملہ آوروں کے سوتے ہوئے لوگوں کے درمیان سے گزرا پھر انہوں نے شعلے اور مشعلیں ان پر پھینک دیں اور تلوار سونت کے ہر جاگنے والے اور کھڑے ہونے والے کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس اچانک اور تیز رفتار حملے سے ایسے گھبرا گئے کہ ہتھیار بھی نہ سنبھال سکے اور برابر قتل ہوتے رہے۔

فرفوس نے خالص شب خون کا انداز اختیار کیا تھا۔ وہ دشمن کے درمیان سے تلوار چلاتا اور آگ برساتا نکلتا اور دوسری طرف جا کر پھر اس طرح شمشیر زنی کرتا اور خیمے جلاتا واپس ہوتا۔ فرفوس کے تین چکروں میں دشمن کا ایسا صفایا ہوا کہ نہ کوئی آگ بجھانے والا رہ گیا اور نہ کوئی مقابلہ کرنے وہاں موجود تھا۔ جس کا جس طرف منہ اٹھا وہ ادھر بھاگ لیا۔

جب سویرا ہوا اور ہر طرف روشنی پھیلی تو فرفوس کے آدمیوں نے مرنے والوں کی لاشوں کو گن کر بتایا کہ بیگ دار کے تین سو آدمی مارے گئے تھے۔ باقی کا پتہ نہیں کہ وہ کس طرف بھاگ نکلے ہیں۔ فرفوس نے دن ہوتے ہی قلعہ کے دروازے بند کر دیئے تاکہ اگر کوئی دوسرا لشکر آئے تو اس کا مقابلہ کیا جا سکے۔

قلعہ بخارا کے میدان کے بھگوڑے جب شکست کھا کر سمرقند پہنچے تو اس شکست کا اثر سمرقند کی جنگ پر بھی پڑا۔ سمرقند کے ترکستان بڑی مضبوطی سے میدان میں ڈٹے ہوئے تھے اور کئی روز سے برابر مقابلہ ہو رہا تھا۔ مگر ان بھگوڑوں کے آنے سے بیگ دار کے لشکر پر بہت برا اثر پڑا۔ بیگ دار اور سمرقند والوں کے لشکر کی مجموعی تعداد مسلمان لشکر سے کئی گنا

زیادہ تھی۔ اگرچہ ملکہ بخارا بھی اپنے ساتھ لشکر لائی تھی مگر وہ بھی کافی نہ ہو رہا تھا۔
پرانی تاریخیں بتاتی ہیں کہ سمرقند کے تیر انداز دنیا بھر میں مشہور تھے اور انہوں نے اپنی کتنی ہی جنگیں محض اپنے تیراندازوں کی نشانہ بازی کی وجہ سے جیتی تھیں۔ سمرقند کے تیرانداز اپنے سردار سے مخالف سپہ سالار کی نشاندہی کرنے کو کہتے تھے۔ جب مخالف سپہ سالار کی نشاندہی ہو جاتی تو پھر سمرقندی تیرانداز اس سپہ سالار کو اپنی زد پر لے لیتے اور پھر اس پر دور اور قریب سے اس قدر تیر برساتے کہ مخالف سپہ سالار بدحواس ہو جاتا۔
سمرقندی تیر انداز دراصل مخالف سردار کی آنکھوں کو نشانہ بناتے تھے اور اس وقت تک اس کے چہرے پر تیر برساتے جب تک مخالف سردار کی آنکھیں زخمی نہ ہو جاتیں اور وہ میدان چھوڑنے پر مجبور نہ ہو جاتا۔ اسی طرح وہ مخالف سردار کو اندھا کر کے میدان سے بھگا دیتے اور جنگ جیت لیا کرتے تھے۔
چنانچہ جب سمرقند کے لشکر میں پسپائی کے آثار پیدا ہوئے اور مسلم لشکر نے انہیں دھکیل کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تو سمرقند کے سپہ سالار نے تیراندازوں کے سردار کو بلا کر کہا۔
"ہمارا لشکر بہت دباؤ میں ہے۔ اگر اسے جلد سہارا نہ دیا گیا تو ہمیں شکست ہو جائے گی۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں جو کچھ کر سکتے ہو اس سے دریغ نہ کرو۔"
تیراندازوں کے سردار نے سپہ سالار سے کہا۔
"اگر آپ کسی طرح مسلم سپہ سالار کی نشاندہی کرا دیجئے تو شاید میرے تیرانداز کچھ کر سکیں؟"
سمرقند کا سپہ سالار، مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان یا اس کے نائب مہلب بن صفرہ کو نہیں پہچانتا اتھا۔ بیگ وار یا بیگ وار کے لشکریوں میں سے کسی نے بھی سعید بن عثمان یا مہلب بن صفرہ کو نہیں دیکھا تھا اس لیے وہ نشاندہی کرنے سے قاصر رہے اور صحیح طور پر نشاندہی نہ کر سکے۔
پھر بیگ وار کو جیسے یاد آگیا۔ اس نے سمرقند کے سالار فوج کو بتایا۔
"مجھے بتایا گیا ہے مسلم سپہ سالار عام طور پر قلب فوج (درمیان) میں ہوتے ہیں اور وہ نہ صرف یہ کہ اپنی فوجوں کی کمان کرتے ہیں بلکہ اپنے سپاہیوں سے آگے نکل کے حملے کرتے ہیں تاکہ ان کے فوجیوں کے دل بڑھے رہیں اور وہ زیادہ دلیری اور بہادری سے

لڑیں۔ پس تمہیں یہ چاہئے کہ مسلم لشکر کے قلب سے جو شخص آگے نکل نکل کے زور و شور سے حملہ کر رہا ہو اس کا نشانہ باندھو اور اسے آنکھوں سے اندھا کر دو۔"

سمرقند کے سالار کا یہ اندازہ درست تھا۔ مسلم سپہ سالار بجائے اس کے کہ دور کھڑے ہو کر اپنی فوج کی کمان کریں' وہ خود سپاہیوں کے ساتھ بڑھ چڑھ کے دشمن پر حملہ کرتے تھے۔ یوں سعید بن عثمان اور ان کے نائب مہلب بن صفرہ' سمرقند کے تیراندازوں کی نظر میں آ گئے اور جنگ کے پانچوں دن مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان اور مہلب بن صفرہ دونوں کے چہرے پر کئی تیر لگے اور ان کی ایک ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔

مگر ان دونوں ذمہ دار سپہ سالاروں نے میدان جنگ سے منہ نہیں موڑا بلکہ اپنی جگہ دوسرے سرداروں کو مقرر کر کے فوراً" خیمہ میں پہنچے اور جراح سے تیر نکلوا کر اور آنکھ پر پلاستر لگوا کر پھر اپنی جگہ واپس آ گئے۔ اس طرح سمرقند کے تیراندازوں کی یہ ترکیب بھی ناکام ہو گئی۔ ترکستان میں' مسلمانوں کی دشمن کے خلاف یہ پہلی جنگ تھی جس میں ان کے سپہ سالار سعید بن عثمان اور نائب سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ کی ایک ایک آنکھ ضائع ہو جانے کے باوجود انہوں نے میدان جنگ نہیں چھوڑا اور اس وقت تک جنگ کرتے رہے جب تک اہل سمرقند کو شکست نہ ہو گئی۔ جنگ کے آخری دن بیگ دار کا لشکر اس کے خلاف ہو گیا اور اس نے خود ہی بیگ دار کو قتل کر دیا۔

سمرقندیوں کا تمام زعم اور غرور ختم ہو گیا۔ انہیں اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا مگر مسلمانوں نے ان کا ناطقہ بند کر دیا اور ہزاروں آدمیوں کے مارے جانے کے بعد آخر انہیں صلح کرنا پڑی اور انہوں نے سات ہزار درہم سالانہ جزیہ پر صلح کی۔ ملکہ بخارا کا تمام لشکر جو بیگ دار کے پاس چلا گیا تھا وہ ملکہ کے پاس واپس آ گیا۔ ملکہ بخارا نے تمام باغیوں کو معاف کر دیا۔

سعید بن عثمان نے سمرقند کی فتح کی اطلاع گورنر خراسان کو بھجوائی جس نے فوراً" قاصد بھیج کے خلیفہ وقت جناب امیر معاویہؓ کو یہ خوشخبری پہنچوائی۔ سعید بن عثمان اور ان کے نائب کی ایک ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ علاج کے بعد جب دونوں کے زخم بھر گئے تو انہوں نے ایک ہفتہ سمرقند میں قیام کیا پھر ترمذ جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

بخارا والوں کو سمرقند کی فتح کی خبر ملی تو انہوں نے ایک زبردست جشن منایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگ سمرقند میں ملکہ بخارا نے مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ سمرقند ہی میں سپہ سالار سعید بن عثمان کے بھائی سعد بن عثمان اور ملکہ بخارا کی دوستی اور بڑھتے ہوئے تعلقات کی خبر سعید بن عثمان تک پہنچی۔

چنانچہ سعید بن عثمان نے اس سلسلہ میں ایک مجلس مشورت منعقد کی جس میں سوائے سعد بن عثمان اور ملکہ بخارا کے اور سب کو شرکت کا حکم ہوا۔ جب سب سردار مجلس میں چلے گئے تو زاشی نے ملکہ بخارا کو چھیڑا۔

"آج آپ کا مقدمہ پیش ہو رہا ہے مجلس مشورت میں۔"

"میرا مقدمہ؟" ملکہ نے حیرانی سے پوچھا۔ "کس کا مقدمہ' کیسا مقدمہ؟"

"تو آپ کو اس کی خبر ہی نہیں ہے؟" زاشی کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

"کچھ بتائے گی بھی کمبخت کہ بس ہنستی ہی رہے گی۔" ملکہ نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "مسلم سپہ سالار تو روز ہی مجلس کرتے رہتے ہیں مگر میرا اس سے کیا تعلق ہے؟"

"یہ تو آپ نے ٹھیک فرمایا ملکہ عالیہ۔" زاشی اب بھی مسکرا رہی تھی۔ "لیکن مسلم سپہ سالار کی ہر مجلس میں ان کے بھائی سعد کو بھی بلایا جاتا تھا مگر آج........"

ملکہ نے اسے گھور کے دیکھا۔

"پھر وہی الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہے۔ سعد بلائے جائیں یا نہ بلائے جائیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے ملکہ عالیہ۔" زاشی نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

زاشی خوامخواہ بات کو طول دے رہی تھی۔ ملکہ نے اسے ڈانٹ دیا۔

"اچھا بس چپ ہو جا۔ آخر تو بات کو اتنا طول کیوں دے رہی ہے؟"

"لیجئے۔ میں کچھ نہیں بولوں گی۔ اب آپ خوش ہیں۔" زاشی نے شوخی سے کہا۔ "میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ آج کی مجلس میں یہ فیصلہ ہو گا کہ ملکہ عالیہ اور سعد کا کیا علاج کیا جائے؟"

ملکہ نے چونک کے زاشی کو دیکھا۔

"تجھے یہ کیسے معلوم ہوا۔ سعد نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

"وہ کیوں بتانے لگے آپ کو۔" زاشی ہنسی۔ "جب کوئی فیصلہ ہو جائے گا تو بتانے آئیں گے آپ کو۔"

ملکہ بخارا قبق خاتون کے دل میں گدگدی ہونے لگی۔ رازدارانہ انداز میں بولی۔

"ذرا جا کے دیکھ تو وہاں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"

"واہ ملکہ عالیہ۔ آپ مجھے جھاڑ پلوائیں گی۔ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ کیوں آئی ہے تو میں کیا بتاؤں گی؟" زاشی نے بات بنائی۔

"تجھ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔" ملکہ جھلا اٹھی۔ "سب جانتے ہیں کہ تو میری خاص کنیز بلکہ سہیلی ہے۔"

"اور اگر پوچھ ہی لیا تو میں کیا جواب دوں گی؟"

"تو کہہ دینا کہ میں سردار سعد کو دیکھنے آئی ہوں۔"

"مگر سعد کو سپہ سالار سعید نے کسی بہانے باہر خیموں میں بھیج دیا ہے اور میرے سامنے بھیجا ہے۔ میں کیسے جھوٹ بول سکوں گی۔"

دراصل زاشی جاتے ہوئے گھبرا رہی تھی۔ اس کا گھبرانا بھی بجا تھا۔ اس لیے کہ اس مجلس میں نہ تو ملکہ بخارا اور نہ سردار سعد کو بلایا گیا تھا۔ انہی دو کے بہانے سے وہ اس مجلس میں گھس سکتی تھی مگر اس وقت تو ان دونوں کو اس مجلس سے دور رکھا گیا تھا۔

"دور ہو کمبخت۔ تجھ سے اتنا سا کام بھی نہیں ہو سکتا۔" یہ کہہ کے ملکہ جھلائی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

زاشی فوراً نرم پڑ گئی۔ بولی۔

"میں صدقے جاؤں ملکہ عالیہ کے۔ آپ کے کام کے لیے اگر جان بھی چلی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔" یہ کہہ کے زاشی ہال کی طرف بڑھی مگر چلتے چلتے رک کے پوچھا۔

"ملکہ عالیہ کیا آپ نے مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہتی ہیں؟"

"اس بات کو تو کئی دن ہو چکے ہیں مگر اس کا اس سے کیا تعلق؟"

زاشی جاتے جاتے لوٹ آئی اور بولی۔

"ملکہ عالیہ آپ نے مجھ پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔"

"ظلم۔ میں نے تجھ پر کیا ظلم کیا ہے؟" ملکہ نے گھبرا کے پوچھا۔

"کیا یہ بات غلط ہے کہ آپ نے اپنے مسلمان ہونے کا پیغام مسلم سپہ سالار کے پاس کسی اور کنیز کے ہاتھ بھیجا تھا؟"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"مجھ سے کیوں نہیں بھجوایا آپ نے؟"

"اس لیے کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔ میں نے سوچا کہ شاید تجھے میری یہ بات اچھی نہ معلوم ہو۔ اس لیے میں نے دوسری کنیز کے ذریعہ مسلم سپہ سالار کو اطلاع بھجوائی ہے۔"

زاشی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔

"آپ ملکہ جو ٹھہریں۔ مجھ کنیز پر آپ کیوں اعتبار کرتیں۔ مگر آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں تو آپ سے پہلے ہی مسلمان ہو چکی ہوں۔"

ملکہ نے اسے چونک کے دیکھا۔

"کیا کہہ رہی ہے تو۔ ہوش میں تو ہے اپنے؟"

"میں بالکل ہوش میں ہوں ملکہ عالیہ۔" زاشی نے بتایا۔ "اور آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ فرفوس بھی میرے ساتھ ہی مسلمان ہو گیا ہے۔"

"اری---- اری---- ری---- تو یہ کیا کہہ رہی ہے؟" ملکہ حیران رہ گئی۔

"جو کچھ کہہ رہی ہوں' سچ کہہ رہی ہوں۔" زاشی واپس آ کر ملکہ کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اب میں بتاتی ہوں کہ اس مجلس مشورت میں کیا فیصلہ ہونا ہے۔"

"تجھے معلوم ہے فیصلہ؟" ملکہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں معلوم ہے۔"

"پھر بتا کیا فیصلہ ہونا ہے؟"

"فیصلہ یہ ہونا ہے کہ آپ کی اور سردار سعد کی شادی کر دی جائے یا نہیں۔"

ملکہ اچھل پڑی۔

"یہ تو کیا کہہ رہی ہے۔ میں نے تو مسلم سپہ سالار کو اپنے مسلمان ہونے کے ارادے سے مطلع کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" زاشی مسکرائی۔ "آپ نے اپنے فیصلہ سے مسلم سالار کو آگاہ کیا ہے اور سردار سعد نے اپنے فیصلہ سے سالار کو آگاہ کیا ہے۔"

"کیا سعد نے بھی کوئی فیصلہ کیا ہے؟" ملکہ کی حیرت کچھ اور بڑھ گئی۔

"جی ہاں۔ جب آپ فیصلہ کر سکتی ہیں تو کیا وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے؟"

"مگر میں نے تو اپنے بارے میں ایک فیصلہ کیا ہے۔"

"اور سردار سعد نے بھی آپ ہی کے بارے میں ایک فیصلہ کیا ہے۔"

ملکہ سوچ میں پڑ گئی۔ بولی۔

"سعد نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ کیا انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں؟"

"جی ہاں۔" زاشی نے تائید کی۔ "انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ آپ مسلمان ہونا چاہتی ہیں

اور انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کیوں مسلمان ہونا چاہتی ہیں۔"

"بھلا سعد کو اس بات کا کیا پتہ۔ میں نے تو نہیں بتایا نہیں۔"

"آپ نے تو نہیں بتایا۔" زاشی نے وضاحت کی۔ "سردار سعد نے مجھ سے مشورہ مانگا تھا اور میں نے انہیں صحیح مشورہ دے دیا۔"

ملکہ الجھنے لگی۔ اس نے پوچھا۔

"آخر سعد کو تجھ سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت تھی اور تو نے انہیں کس رشتہ سے مشورہ دیا۔ یہ سب کچھ کس بات پر ہوا؟ کچھ پتہ تو چلے۔"

"اچھا تو توجہ سے سنئے ملکہ عالیہ۔" زاشی نے بتانا شروع کیا۔ "مجھ سے سردار سعد نے پوچھا کہ اگر وہ آپ کو شادی کا پیغام دیں تو کیا آپ اسے قبول کر لیں گی۔ میں نے یہی سوال ان سے کیا کہ اس شادی کو آپ کے بھائی یعنی مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان پسند کریں گے۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ اگر ملکہ قبق خاتون مسلمان ہونے پر آمادہ ہوں تو انہیں اس شادی پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔" ملکہ سر ہلا کر مسکرائی۔

زاشی نے اور وضاحت کی۔

"اب اس وقت مجلس مشورت میں آپ کے مسلمان ہونے کی درخواست کے ساتھ ساتھ سردار سعد کی آپ کے ساتھ شادی کی درخواست بھی پیش ہو گی جس میں انہوں نے بھائی کو بتایا ہے کہ ملکہ مسلمان ہونے پر آمادہ ہیں اس لیے ان کے ساتھ شادی کی اجازت دی جائے۔"

"مگر سعد کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔ میں نے تو انہیں اس سلسلہ میں کچھ نہیں بتایا۔" ملکہ اب بھی الجھ رہی تھی۔

"یہ غلطی مجھ سے ہوئی تھی۔" اور زاشی ہنسنے لگی۔ "میں نے سنا تھا کہ کوئی مسلمان اس وقت تک کسی غیر مسلم خاتون سے شادی نہیں کر سکتا جب تک اسے مسلمان نہ کر لے۔ ادھر آپ بار بار اپنے مسلمان ہونے کا ذکر فرمایا کرتی تھیں چنانچہ میں نے یہ فرض ادا کیا کہ سردار سعد تک یہ خبر پہنچا دی کہ اگر ملکہ قبق خاتون سے وہ شادی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے راستہ میں ملکہ کا مذہب نہیں آئے گا کیونکہ ملکہ خود دل سے مسلمان ہونے پر آمادہ ہیں۔"

"اچھا تو یہ تمہاری حرکت تھی۔" ملکہ بھی مسکرا دی۔ "مگر میں نے تو یہ سنا ہے کہ مسلمانوں نے عیسائی اور یہودی عورتوں سے بھی شادی کی ہے۔ کیا ان کے ساتھ شادی پر

کوئی پابندی نہیں؟"

"مجھے اس کا پتہ نہیں۔" زاشی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ "یہ تو کوئی مسلمان ہی بتا سکتا ہے۔"

ایک خیال رہے کہ اسلام میں مرد پر یہ پابندی ہے کہ وہ کسی عورت سے اس وقت تک شادی نہ کرے جب تک عورت اپنا مذہب تبدیل کر کے مسلمان نہ ہو جائے لیکن اس سلسلہ میں اہل کتاب کے ساتھ مسلمان شادی کر سکتا ہے۔ اہل کتاب سے مطلب چار آسمانی کتابیں ماننے والے لوگ ہیں۔ ہم مسلمان جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کرنے سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل مقدس نازل کی تھیں۔ یہ پہلی تینوں کتابیں بھی کلام اللہ کی طرح آسمانی اور سچی کتابیں ہیں مگر ان کتابوں کے نازل ہونے کے بعد ان کتابوں کے عالموں نے اپنے مفاد کی خاطر اس میں اس قدر تبدیلیاں اور تحریفیں کی ہیں کہ اصل مطلب خبط ہو کر رہ گیا ہے۔

جہاں تک ہمارے کلام اللہ یعنی قرآن حکیم کا تعلق ہے تو اس کی حفاظت کا خود خدا نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس لیے جب سے خدا نے قرآن پاک کو نازل کیا ہے اس وقت سے اس میں اب تک ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں ہو سکا ہے۔

پس مسلمان اس عورت سے شادی کر سکتا ہے جو اہل کتاب ہو اور جو عورت اہل کتاب سے تعلق نہ رکھتی ہو اس سے صرف اسی صورت میں شادی ہو سکتی ہے جب وہ مسلمان ہو جائے۔

ادھر سمرقند کے بڑے ہال میں مجلس مشورت کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس مجلس میں سب سے پہلے مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ انہوں نے مسلمان اور سمرقندی سرداروں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اس مجلس کا اجلاس اس لیے بلایا گیا ہے کہ مجھے ملکہ بخارا قبق خاتون کی طرف سے پیغام ملا ہے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونا چاہتی ہیں۔"

مسلم سپہ سالار کی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک طرف سے آواز آئی۔

"الحمد للہ۔ ملکہ بخارا کا بہت نیک خیال ہے۔ آپ انہیں فوراً مسلمان کر کے ثواب حاصل کیجئے۔"

مسلم سپہ سالار نے نظریں اٹھا کر سرداروں کو دیکھا کیونکہ وہاں مسلم سرداروں کے علاوہ سمرقند کے سردار بھی موجود تھے مگر سمرقند کے کسی سردار نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس

طرف سے مطمئن ہونے کے بعد سعید بن عثمان نے کہا۔

"مجھے ملکہ بخارا کو مسلمان کرنے میں کوئی قباحت یا ااعتراض نہیں ہے مگر مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ملکہ بخارا مسلمان ہونے کے بعد میرے بھائی سعد بن عثمان سے شادی کی خواہش مند ہیں۔"

کسی دوسرے مسلمان سردار نے جواب دیا۔

"سپہ سالار محترم۔ ملکہ بخارا کا مسلمان ہونے کی خواہش کرنا اور مسلمان ہونے کے بعد سردار سعد سے شادی کی خواہش کرنا دو الگ الگ باتیں ہیں اور انہیں الگ الگ ہی دیکھنا چاہئے۔"

سعید بن عثمان نے کہا۔

"مگر میرا خیال ایسا نہیں ہے۔ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ بخارا صرف اس وجہ سے مسلمان ہونا چاہتی ہیں کہ وہ سعد سے شادی کر سکیں۔ اس طرح ملکہ بخارا کا دل سے مسلمان ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تو صرف ایک غرض کے لیے مسلمان ہوں گی۔"

"سردار محترم۔" ایک امیر نے کہا۔ "مجھے گستاخی کی معافی عطا کی جائے تو میں یہ کہوں گا کہ عالم الغیب صرف خدائے تعالیٰ ہے۔ دلوں کا حال صرف خدا ہی جانتا ہے۔ آپ کسی کی نیت پر کیسے شبہ کر سکتے ہیں۔ مسلمان ہونا' اللہ اور اس کے بندہ کا معاملہ ہے۔ آپ تو ملکہ کو مسلمان کرنے پر مجبور ہیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ ملکہ دل سے مسلمان ہوئی ہیں یا کسی غرض کی وجہ سے تو یہ فیصلہ تو خود اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اس میں ہم دخل دینے والے کون ہوتے ہیں؟"

مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کو پھر بھی اطمینان نہ ہوا۔ انہوں نے ایک غلام بھیج کے فوراً لشکر کے پیش امام جو قاضی کے فرائض بھی ادا کرتے تھے' بلوا لیا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا گیا۔ قاضی صاحب نے مسلم سپہ سالار کے خلاف فیصلہ دیا۔ انہوں نے کہا۔

"دلوں کا بھید صرف خدا جانتا ہے۔ ہماری نظریں صرف ظاہر پر رہنا چاہئیں۔ ملکہ بخارا نے مسلمان ہونے کی خواہش کی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ملکہ بخارا تو اس خواہش کے اظہار کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی ہیں۔ ہم اگر انہیں مسلمان نہ بھی کریں تو بھی وہ خدا کی نظروں میں مسلمان ہو چکی ہیں۔"

قاضی کے اس فیصلہ کے بعد یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اب مسلم سپہ سالار نے ایک مسئلہ اور پیش کر دیا۔ انہوں نے کہا۔

"ملکہ بخارا نے نہ صرف خود مسلمان ہونے کی خواہش کی ہے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ بخارا کا پورا لشکر جو اس وقت ان کی کمان میں ہے وہ تمام کا تمام مسلمان ہونا چاہتا ہے۔"

"الحمد للہ۔ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔" قاضی نے مسرت کا اظہار کیا۔ "یہ نیکی آپ کے نامہ اعمال میں بڑے جلی حروف میں لکھی جائے گی اور ہماری ملکہ بخارا جنت الفردوس میں جگہ پائیں گی۔"

امیر لشکر اسلام یعنی سپہ سالار سعید بن عثمان کے دل میں پھر کچھ دھڑکا اور شبہ پیدا ہوا۔ چونکہ وہ بہت صاف گو انسان تھے اس لیے انہوں نے اپنی خدشہ کا اظہار کیا۔

"قاضی محترم۔ ملکہ بخارا اور ان کے سرداروں کا مسلمان ہونا اور کلمہ طیبہ پڑھنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر کیا اس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ ملکہ نے اپنے لشکریوں کو مجبور کیا ہو کہ وہ مسلمان ہو جائیں تاکہ ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ملکہ بخارا کی عزت و وقار میں اضافہ ہو۔ اگر یہ صورت ہے تو میرے خیال میں ہم ان لوگوں کو مسلمان کرنے پر ثواب حاصل کرنے کے بجائے عذاب کے حق دار ہوں گے۔"

قاضی لشکر نے سپہ سالار کو سمجھایا۔

سالار محترم۔ میں نے آپ سے پہلے ہی کہا ہے کہ دین اور مذہب کا معاملہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ اس میں ہمیں اور آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر ملکہ معظمہ یہ یقین دلاتی ہیں کہ لشکر مسلمان ہونا چاہتا ہے تو ہم انہیں لبیک کہیں گے اور سب کے اطمینان کے لیے ہر لشکری سے درخواست کریں گے کہ وہ سب کے سامنے آکر کلمہ طیبہ پڑھ کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے۔"

قاضی لشکر کے اس منصوبہ سے بڑا مقدس اور متبرک ماحول پیدا ہو گیا۔ بخارا کے لشکر کے علاوہ سمرقند کے بھی سینکڑوں کی تعداد میں لشکری وہاں جمع ہو گئے اور انہوں نے خود کو مذہب اسلام کی خدمت اور عظمت کے لیے پیش کیا۔ چنانچہ ہر طرف درود و سلام کے غلغلے بلند ہوئے اور فضا اللہ و اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔

ملکہ بخارا قبق خاتون جو اس وقت نیم عریاں لباس پہنتی تھی' اس نے اپنے بدن کو لباس سے ڈھانپ لیا۔ سر اور سینے کو بند کیا جس سے ملکہ اور دوسری مسلمان ہونے والی خواتین کی آنکھوں میں شرم و حیا کی چمک اور سرخیاں لہرانے لگیں۔ پھر جب لشکر کے مسلمان کے بعد پہلی بار سمرقند کے قلعہ کے سامنے کے میدان میں میلوں تک نماز کی صفیں باندھی گئیں تو یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا۔ قاضی لشکر نے اس پہلی نماز کی امامت فرمائی۔

کہتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں اس سے پہلے کسی موقعہ پر ایک ساتھ اس قدر مشرکین دامن اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر مسلمان ہونے والوں کی تعداد تاریخ نے ایک لاکھ بیس ہزار بتائی ہے۔ یہ اللہ کا کرم تھا کہ مرکز اسلام مکہ' مدینہ اور مرکز بنو امیہ دمشق سے ہزاروں میل دور ایک وقت میں سوا لاکھ کے قریب کفار دامن اسلام میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ اسلام کا یہ زریں واقعہ تاریخ اسلام میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

بخارا اس زمانہ میں ایک چھوٹی سی بستی تھی اور اس بستی کے قریب ہی ایک مضبوط قلعہ تھا۔ قلعہ کی مضبوطی کی وجہ سے بستی کے آدھے سے زیادہ لوگ قلعہ کے اندر آباد ہو گئے تھے۔ یوں بھی اس زمانہ میں قلعہ اور شہر ایک ہی ہوا کرتا تھا۔ قلعہ کی فصیل ہی شہر کی فصیل ہوتی تھی۔ دوران جنگ قلعہ کے باہر کی مختصر آبادی جو عام طور پر کاشتکار ہوتے تھے' نقل مکانی کر کے قلعہ میں آ جاتے تھے۔ یہی حال سمرقند کا تھا۔ یہاں بھی زیادہ تر آبادی قلعہ کے اندر تھی اور بہت کم لوگ فصیل کے باہر رہتے تھے۔

ملکہ قبق خاتون کی کنیز خاص زاشی کا میکہ کبھی سمرقند کی باہر کی آبادی میں ہوا کرتا تھا۔ زاشی کی خالہ' ماموں اور نانا وغیرہ وہاں رہتے تھے۔ زاشی کی ماں نے زاشی کو بتایا تھا کہ اپنی شادی کے بعد وہ صرف ایک بار اپنے میکے سمرقند گئی تھی۔ اس وقت زاشی دودھ پیتی بچی تھی۔ مگر زاشی کو یہ بات اب بھی یاد تھی کہ اس کے میکے والے تمام لوگ سمرقند میں رہتے تھے۔ چنانچہ جب مسلمانوں کا سمرقند پر قبضہ ہو گیا تو اس نے اپنے عزیزوں کی تلاش کرائی۔ مگر زاشی کی بدقسمتی کہ اسے کوئی عزیز نہ مل سکا۔ اسے صرف یہ بتایا گیا کہ اس کی خالہ کے انتقال کے بعد اس کے نانا' ماموں اور ایک خالہ زاد بہن (جس کا نام کسی کو معلوم نہ تھا۔ سمرقند چھوڑ کے کسی اور شہر میں جا آباد ہوئے ہیں۔

زاشی کو اپنے عزیزوں کے نہ ملنے کا بڑا صدمہ ہوا مگر اب سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ آنسو بہا کے رہ گئی۔

ملکہ قبق خاتون نے اسے سمجھایا۔

"زاشی۔ تیرے رونے دھونے سے کیا فائدہ۔ اگر تیری قسمت میں لکھا ہے۔ تیرے تمام عزیز تجھے خودبخود مل جائیں گے۔ تو اللہ پر بھروسہ رکھ۔ بخارا اور سمرقند میں جب تیرے عزیزدار نہیں ہیں تو ضروری ہے کہ وہ قریب کی کسی اور آبادی میں جا کے آباد ہو گئے ہوں گے۔" ملکہ نے یہ بھی تسلی دی کہ اگر تیرے عزیز زندہ ہیں تو ہم انہیں ضرور ڈھونڈ نکالیں گے۔

سپہ سالار لشکر اسلام سعید بن عثمان نے سمرقند میں چند دن قیام کیا اور وہاں کا انتظام درست کرایا۔ انہوں نے سمرقند کو بھی ملکہ بخارا کے زیر تسلط دے دیا۔ سمرقند کے قبضہ کے بعد سعید بن عثمان نے اپنے لشکر کو ترمذ کی طرف بڑھایا اور حاکم ترمذ کو صلح اور جنگ کی تینوں شرطوں کے ساتھ مہلب بن ابی صفرہ کو جس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی' سفیر بنا کر بھیجا۔

ترمذ والے' بخارا اور سمرقند کے مسلمانوں کے قبضے میں چلے جانے کی وجہ سے پریشان تھے۔ جب اسلامی سفیر ترمذ کے دربار میں پہنچا تو انہوں نے بغیر حیل و حجت جزیہ ادا کرنے کی شرط پر فوراً" صلح کر لی۔ اب اسلامی سلطنت کی حدیں شہنشاہ چین کی سرحدوں کے قریب پہنچ رہی تھیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کو فتوحات کا بہت شوق تھا چنانچہ انہوں نے شمالی جنوب اور مشرق و مغرب ہر طرف اسلامی لشکر روانہ کر رکھے تھے۔ اس زمانہ میں ایک اسلامی لشکر ترکستان میں چین کی سرحد پر دستک دے رہا تھا تو مغرب میں مسلمانوں کا ایک لشکر شمالی افریقہ کی مضبوط سلطنتوں سے ٹکرا رہا تھا۔ مغربی فتوحات کا اگرچہ ہمارے اس ناول سے کوئی خاص تعلق نہیں لیکن چونکہ یہ فتوحات ایک ہی زمانہ اور ایک ہی خلیفہ (امیر معاویہؓ) کے دور میں ہو رہی تھیں اس لیے اس کا اگر مختصر حوالہ دے دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہو گا بلکہ قارئین کی معلومات میں بھی اضافہ ہو گا۔

اس زمانہ میں شمالی اور مغربی افریقہ میں مسلمان لشکر نے کچھ ایسی فتوحات حاصل کیں جن کا ذکر تاریخ اسلام میں زریں حروف میں لکھا گیا ہے۔ جس طرح ترکستان میں دریائے جیحوں کے جنوب و شمال میں مسلمان سالار سعید بن عثمان نے اپنی بہادری اور مسلمانوں کے جوش جہاد کے زور پر خودسر ترکستانیوں کا سر جھکا دیا اسی طرح بنی امیہ ہی کے ایک اور سردار عقبہ بن نافع نے شمالی افریقہ کی ایک ایسی قوم کے غرور کو شکست دی جس نے اس علاقہ کا جغرافیہ ہی تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔

شمالی افریقہ کے بربری باشندے نہایت سرکش اور بدعہد واقع ہوئے تھے۔ جب ان پر مسلمان حملہ آور ہوتے تو بربر قبائل فوراً" اطاعت قبول کرتے مگر موقع پاتے ہی پھر باغی ہو جاتے۔ اس طرح انہوں نے متعدد بار بدعہدی کی اور اسلامی لشکر کو بھاری جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ ان بربروں کی گوشمالی اور سرکشی کے خاتمہ کے لیے جناب امیر معاویہؓ نے عقبہ بن نافع کو سردار مقرر کر کے ادھر روانہ کیا۔

عقبہ بن نافع کو معلوم تھا کہ انہیں بربر قوم کی سرکشی کے خاتمہ کے لیے مقرر کیا گیا ہے چنانچہ عقبہ بن نافع نے انہیں پے در پے شکستیں دے کے ان کی سرکشی کا خاتمہ کیا اور ایسی گوشمالی کی کہ وہ پھر سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ بربروں کے مستقل سدباب کے لیے عقبہ بن نافع نے گھنے جنگلات کو صاف کرا کے وہاں قیرواں نامی ایک شہر آباد کیا اور وہاں ایک مضبوط چھاؤنی قائم کر دی۔

یہاں سے عقبہ بن نافع لشکر لے کر نکلے اور انہوں نے ان اسلامی مقبوضات کو تمام بربروں سے آزاد کرایا جن پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس طرح الجزائر' ٹیونس اور طرابلس ۵۷ ھ میں پھر مسلمانوں کے اطاعت گزار ہو گئے۔ پھر عقبہ بن نافع بربروں کا تعاقب کرتے ہوئے بحر اوقیانوس تک پہنچ گئے۔ بحر اوقیانوس کی طوفانی لہروں نے جب عقبہ بن نافع کے جذبہ جہاد سے سرشار لشکر کا راستہ روکا تو عقبہ بن نافع نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا۔ اس کے لشکریوں نے بھی اپنے سردار کی تقلید میں اپنے گھوڑے پانی میں ڈال دیئے۔

اس وقت تاحد نظر پانی کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ایسے وقت میں اس بہادر اور عظیم جنرل نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا۔

"اے اللہ۔ اگر یہ بحر بے کنار میرے راستے میں حائل نہ ہوتا
تو میں تیرا دین پھیلاتا اور دشمنوں کو کچلتا ہوا دنیا کے آخری کنارے
تک پہنچ جاتا۔"

یہی وہ عظیم جنرل ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے اپنی مشہور نظم "شکوہ" اور "جواب شکوہ" میں کہا۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

"بحر ظلمات" سے مراد بحر اوقیانوس ہے۔

لطف کی بات یہ تھی کہ امیر معاویہؓ نے خبروں کی مسلسل ترسیل کے لیے یہ طریقہ بنایا تھا کہ مشرق کی فتوحات کی خبریں صرف چند ہفتوں میں مغرب میں اور مغرب کی خبریں مشرق میں پہنچ جاتی تھیں۔ چنانچہ جب یہ خبریں خراسان اور دمشق پہنچیں تو وہاں کے لوگوں نے ان کی پذیرائی میں بڑا جشن منایا تھا۔ پھر جب بخارا اور سمرقند کی فتوحات کی اطلاع اموی دارالخلافہ دمشق پہنچی تو وہاں کے لوگ بھی حد درجہ خوش ہوئے۔

اس کے بعد ہی دمشق میں حضرت امیر معاویہؓ کے جانشین کا جھگڑا شروع ہو گیا۔

حضرت معاویہؓ چاہتے تھے کہ اپنے بعد اپنا جانشین یزید بن معاویہ کو مقرر کریں لیکن اس وقت امام حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ جیسے با اثر جوان موجود تھے۔ وہ لوگ یزید بن معاویہ کو ولی عہد تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ اس وجہ سے حضرت معاویہؓ کی توجہ زیادہ تر اس مسئلہ کی طرف لگی رہی اور ترکستان کی فتوحات کچھ زمانہ کے لیے رک گئیں۔

دریائے جیحوں کے اس پار کی فتوحات کے بعد مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان واپس آ گئے تھے۔ سمرقند کی فتح اس میں خاص اہمیت رکھتی تھی۔ سعید بن عثمان کی دلی خواہش تھی کہ وہ سب سے پہلے سرزمین چین پر قدم رکھیں اور ہزاروں سال سے شہنشاہ چین کے اٹھے ہوئے سر کو عظمت اسلام کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیں مگر ان کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ چنانچہ ایک عرصہ تک چین کی طرف مسلمان لشکر کی توجہ نہ ہو سکی اور ترکستان کے وہ علاقے جو بنو امیہ کی آغاز خلافت یعنی دور معاویہؓ میں فتح ہوئے تھے وہ ایک ایک کر کے باغی ہو گئے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں نے چین کو نظرانداز کر دیا۔ بنو امیہ کے چھٹے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے عہد زریں میں جب کہ مشرقی بغداد کا گورنر حجاج بن یوسف تھا تو اس کے ایک گورنر قتیبہ بن مسلم نے شہنشاہ چین کے پرغرور سر کو آخر جھکا دیا اور ۹۶ھ میں شہنشاہ چین نے مسلم سالار قتیبہ بن مسلم کی بھیجی ہوئی شرائط پر مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔

شہنشاہ چین نے جزیہ کی شرط پر صلح کی۔ بیش قیمت تحائف بھیجے۔ یہ واقعہ ۹۶ھ یعنی آٹھویں صدی عیسوی مطابق ۷۱۵ء کا ہے۔ اس اہم واقعہ کے بعد ہم پھر اپنے اصل ناول کی طرف واپس آتے ہیں۔ چونکہ شہنشاہ چین کی اطاعت کا واقعہ بہت اہم تھا اس لیے مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ شہنشاہ چین نے جزیہ ادا کر کے ۹۶ھ مطابق ۷۱۵ء یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں صلح کی تھی۔

بخارا میں نئے قلعہ دار فرفوس نے فاتح لشکر اسلام کے استقبال کی زبردست تیاریاں شروع کر رکھی تھیں۔ قلعہ سے باہر راستے پر دور دور تک جگہ جگہ محرابیں آراستہ کی گئی تھیں۔ قلعہ کے اندر اور باہر مکانوں اور دکانوں کو سجایا گیا تھا۔ ناچ گانے اور کھیل تماشے والوں کی منڈلیاں دوسرے شہروں سے کئی دن پہلے سے آ گئی تھیں اور اپنے فن اور کرتب دکھانے میں مصروف تھیں۔ آس پاس کے دیہاتوں قصبوں کے لوگ کھیل تماشہ اور جلوس دیکھنے آ گئے تھے۔

فرفوس ان دنوں بہت مصروف تھا۔ ایک منٹ بھی اسے فرصت کا میسر نہ تھا۔ ابھی قلعہ کے بازار میں بھاگ رہا ہے تو ابھی فصیل کے ساتھ گردش میں ہے۔ چاروں طرف کی فصیلوں اور بڑے دروازوں کو اچھی طرح سجایا گیا تھا۔ اس وقت فرفوس ایک برج سے اتر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک جگہ ٹھٹک کر رہ گئی اور قدم اک دم رک گئے۔

وہ برج کی آخری سیڑھی پر کھڑا تھا اور اس کی نظریں سامنے فصیل کے ساتھ چلنے والی ایک دوشیزہ پر جمی تھیں مگر اس کا دماغ تیزی سے گردش کر رہا تھا کیونکہ سامنے سے آنے والی لڑکی ملکہ بخارا کی کنیز خاص زاشی تھی۔ وہی زاشی جسے فرفوس نے کبھی اپنے دل کی ملکہ بنایا تھا مگر یہ معلوم ہونے کے بعد کہ زاشی کی بہت جلد لالے سے شادی ہونے والی ہے۔ اس نے اس کا خیال بھی اپنے ذہن سے کھرچ کر پھینک دیا تھا۔

مگر اس وقت وہ زاشی کو یہاں دیکھ کر پریشان اور بوکھلا گیا تھا اور بالکل ساکت اور بت بن گیا تھا۔ اس کے قدم جیسے سیڑھیوں نے پکڑ لیے تھے اور آواز اس کے حلق میں اٹک کے رہ گئی تھی۔ وہ اس لیے اور زیادہ بوکھلا گیا تھا کہ زاشی ملکہ کے ساتھ گئی تھی اور ملکہ کے جلوس کے واپس آنے کی ابھی تک کوئی اطلاع نہ آئی تھی۔ خبر صرف یہ تھی کہ ملکہ بخارا قبق خاتون اور لشکر اسلام ترکستان کی فتوحات کے بعد منگل یا بدھ تک بخارا پہنچیں گے مگر آج تو پیر کا دن تھا۔ اگر ملکہ کو ایک دن پہلے بھی آنا ہوتا تو اس کی پیشگی خبر قلعہ بخارا والوں کو پہنچ گئی ہوتی۔

پھر زاشی کیسے واپس آئی اور کب آئی اور یہ کہ ملکہ کے بغیر کیسے آئی۔وہ اسی ادھیڑ بن میں گرفتار بوکھلایا ہوا کھڑا تھا کہ زاشی اس کے قریب پہنچ گئی۔ دونوں کے درمیان مشکل سے آٹھ دس گز کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ زاشی نے اسے نہیں دیکھا ورنہ وہ ضرور رک کر اس سے بات کرتی۔

اس دوران ایک بار ایسا بھی ہوا کہ زاشی کی نظر فرفوس کی طرف اٹھی تھی اور فرفوس کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اسے تلاش کرتی ہوئی ادھر آئی مگر جب زاشی بغیر اس پر توجہ دیئے زینے سے نیچے اترنے لگی تو اسے پہلے تعجب پھر کچھ غصہ بھی آیا۔

"ایسی بھی کیا بے مروتی۔" فرفوس نے دل میں سوچا اور خود بھی زینے کی طرف چلا۔

زاشی اس وقت تک زینہ کی آخری سیڑھی پر تھی۔

"زاشی۔" فرفوس نے فوراً اسے آواز دی۔

فرفوس نے مجبور ہو کے اسے آواز دی تھی کیونکہ اگر زاشی زینہ سے اتر کر نیچے پہنچ

جاتی تو اسے سڑک پر پہنچ کے زاشی کو روکنا پڑتا اور یہ بات ایک قلعہ دار کی شان کے خلاف تھی۔ بہرحال فرفوس کی آواز پر نیچے اترنے والی زاشی کے قدم آخری سیڑھی پر رک گئے۔ اس نے پلٹ کے اور نظریں اونچی کر کے پکارنے والے کو دیکھا۔

فرفوس خوش ہو گیا۔ اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"زاشی---- تم کب آئیں؟"

"زاشی۔" آخری سیڑھی پر کھڑی تھی۔ اس نے آنکھیں جھپکا کے فرفوس کو دیکھا اور زیرلب زاشی کے لفظ کو دہرایا۔

"ہاں ہاں زاشی اوپر آ جاؤ۔" فرفوس نے جلدی سے کہا۔ "اوپر بیٹھ کے اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

لڑکی نے اسے کوئی جواب تو نہ دیا مگر سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دیں مگر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ حیران اور پریشان ہے۔

فرفوس کی آواز پھر ابھری۔

"مگر تم اکیلے کیسے واپس آ گئیں زاشی۔ ملکہ عالیہ کو تو دو دن بعد آنا تھا۔ میں تو تمہیں دیکھ کر حیران رہ گیا ہوں۔"

لڑکی اوپر پہنچ چکی تھی اور حیران حیران نظروں سے فرفوس کو دیکھ رہی تھی۔

فرفوس نے اسے اس عالم میں دیکھا تو سوال کیا۔

"زاشی۔ تم مجھے اس قدر گھور گھور کے کیوں دیکھ رہی ہو۔ کیا مجھ میں کوئی فرق آ گیا ہے۔ کیا میں فرفوس نہیں ہوں؟"

"فرفوس----!" لڑکی نے یہ نام بھی زیرلب دہرایا۔ "آپ---- آپ تو قلعہ کے سردار ہیں ناں؟"

"ارے زاشی۔" اب فرفوس پر حیرت کا دورہ پڑا۔ "کیسی باتیں کر رہی ہو۔ کیا تم فرفوس کو نہیں پہچانتیں۔ کیا میں تمہارے سامنے پہلی بار آیا ہوں؟"

لڑکی نے فوراً جواب دیا۔

"صرف یہ بات آپ نے سچ کہی۔ میں نے آپ کا نام ضرور سنا تھا مگر آج پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

"میں---- میں---- میں پاگل ہو جاؤں گا۔" فرفوس انتہائی پریشانی کے عالم میں بولا۔ "زاشی تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم نے تو مجھ سے کبھی بھی مذاق نہیں کیا؟"

"سردار فرفوس۔" لڑکی نے سنبھل کے کہا۔ "میں آپ سے مذاق نہیں کر رہی ہوں اور نہ آپ پاگل ہو گئے ہیں۔ ہاں آپ ایک غلط فہمی میں ضرور مبتلا ہو گئے ہیں۔"

"غلط فہمی---- کیسی غلط فہمی؟" فرفوس کی گھبراہٹ کچھ اور بڑھ گئی۔

لڑکی نے پریقین لہجے میں کہا۔

"غلط فہمی یہ کہ میں زاشی نہیں ہوں۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ میں زاشی نہیں ہوں مگر میں زاشی کو جانتی ضرور ہوں۔"

"ارے---- ارے---- میرے خدا۔ تم---- تم زاشی نہیں ہو؟" اور فرفوس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اسے دیکھنا شروع کر دیا۔

"جی ہاں سردار میں زاشی نہیں ہوں۔" لڑکی نے صاف لہجے میں کہا۔ "میرا نام عاشی ہے اور میں زاشی کی خالہ زاد بہن ہوں۔"

"اوہ میرے اللہ۔" فرفوس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "مگر آپ تو بالکل زاشی ہیں۔ رتی برابر فرق نہیں۔ وہی ناک نقشہ' وہی رنگ و روپ' وہی قد و قامت----"

"کیا میری مشکل زاشی سے ملتی جلتی ہے۔" اب عاشی نے حیرانی سے پوچھا۔

"ملتی جلتی کیا---- آپ تو پوری زاشی ہیں۔ مجھے اب بھی مشکل سے یقین آ رہا ہے۔" فرفوس نے ایک کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

عاشی اب اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ یہ جانتے ہوئے کہ فرفوس زاشی کو اچھی طرح جانتا ہے' عاشی کی دلچسپی فرفوس میں بڑھ گئی تھی۔ اس نے چلتے ہوئے پوچھا۔

"آپ نے ابھی بتایا تھا کہ زاشی کل پرسوں تک یہاں پہنچ جائے گی۔"

"میں نے کہا تھا اور ٹھیک کہا تھا۔" فرفوس نے جواب دیا۔ "کل رات ایک قاصد ترمذ سے پیغام لایا تھا کہ ملکہ عالیہ اور اسلامی لشکر دو تین روز میں بخارا سے واپس آنے والے ہیں۔"

وہ دونوں فصیل کے ایک سرے پر بنے ہوئے ایک کیبن کے پاس پہنچ گئے تھے۔ فرفوس نے عاشی کو دعوت دی۔

"اگر عاشی پسند فرمائیں تو ہم یہاں بیٹھ کے کچھ دیر باتیں کر سکتے ہیں۔"

عاشی نے اپنی رضامندی ظاہر کی اور اس کے ساتھ کیبن میں داخل ہو گئی۔ کیبن میں ایک محافظ موجود تھا۔ فرفوس کو آتے دیکھ کر وہ باہر نکل آیا۔ فرفوس اور عاشی وہاں بیٹھ کے پھر گفتگو کرنے لگے۔ فرفوس اس وقت بہت خوش تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے عاشی

کی شکل میں اسے زاشی مل گئی ہے۔ فرفوس کو زاشی سے عشق کی حد تک محبت ہو گئی تھی مگر جب اسے زاشی نے بتایا کہ وہ اپنے "لالے" کی ہو چکی ہے تو فرفوس نے اس کا خیال دل سے نکال دیا تھا۔ اب اس کی شکل کی ایک لڑکی دیکھ کر اس کی مخاطب ہونا ایک فطری امر تھا۔

فرفوس نے نہایت دلچسپی سے پوچھا۔

"عاشی۔ آپ نے کہا ہے کہ آپ زاشی کی خالہ زاد بہن ہیں۔ کیا آپ اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گی کیونکہ میں نے پہلی بار آپ کو قلعہ میں دیکھا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں اور زاشی کسی وقت میں بہت اچھے دوست رہ چکے ہیں۔"

عاشی کچھ پریشان ہو گئی۔ اس نے گھبرا کے دریافت کیا۔

"کیا آج کل آپ کا زاشی سے جھگڑا ہے؟"

"نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" فرفوس نے فوراً" تردید کی۔ "لڑائی جھگڑے کی کوئی بات نہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اب بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں' بات چیت ہوتی ہے مگر پہلے کچھ اور بات تھی۔"

عاشی نے غور سے فرفوس کو دیکھا پھر بولی۔ "سردار۔ اگر آپ کو برا نہ معلوم ہو تو آپ سے ایک بات پوچھوں-----؟"

"ضرور پوچھو۔" فرفوس خوش دلی سے بولا۔ "برا کیوں معلوم ہو گا۔ تم تو ایک طرح سے میری مہمان ہو پھر زاشی کی بہن ہونے کی وجہ سے تمہیں مجھ پر حق حاصل ہے۔"

مگر عاشی نے اسے ٹالنا چاہا۔

"خیر چھوڑیے بھی سردار۔ کوئی خاص بات نہیں پوچھنا تھی۔ بس ایسے ہی خیال آ گیا تھا اس لیے کہہ دیا تھا۔"

فرفوش ہنسا اور کہا۔

"نہیں عاشی اب تو آپ کو وہ بات ضرور پوچھنا پڑے گی۔"

عاشی اپنی بات میں خود ہی الجھ گئی تھی۔ دراصل وہ فرفوس سے یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا اس کے اور زاشی کے درمیان محبت کے تعلقات ہیں مگر اب وہ گھبرا رہی تھی کہ کہیں فرفوس کو یہ بات ناگوار نہ گزرے۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی تو فرفوس نے پھر کہا۔

"عاشی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کسی قسم کی بھی بات پوچھیں گی تو بھی مجھے ناگوار نہیں ہو گا۔ آپ بات ضرور پوچھیں تاکہ میں بھی آپ سے کچھ پوچھ سکوں۔"

عاشی کو ایک تو فرفوس کی مہذب گفتگو سے حوصلہ ہوا دوسرے یہ کہ اس کے دماغ میں ایک ایسا سوال آگیا تھا جس کے جواب دینے میں اسے نہ تو اسے انکار ہوتا اور نہ اسے برا معلوم ہوتا۔ چنانچہ اس نے سوال کیا۔

"کیا زاشی کی شادی ہو گئی ہے یا ہونے والی ہے؟"

فرفوس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"عاشی نے دو سوالات کیے ہیں۔ اس لیے میں ان دونوں کا جواب دے رہا ہوں۔ ان کے پہلے سوال کا جواب "نفی" میں ہے یعنی نہیں، مگر دوسرے سوال کا جواب مثبت میں ہے یعنی ہاں۔

عاشی نے حیرانی سے فرفوس کو دیکھا اور یہ سوچنے لگی کہ اس نے دو سوالات کون کون سے کیے تھے۔ اس نے اپنے ذہن پر بہت زور ڈالا مگر اسے یاد ہی نہ پڑا کہ اس نے کون سے دو سوالات کیے ہیں۔ آخر اس نے تھکی آواز میں کہا۔

"سردار۔ مجھے یاد نہیں آ رہا کہ میں نے آپ سے کون کون سے دو سوال کیے ہیں؟"

"بہت خوب۔" اور فرفوس قہقہہ لگا کر ہنسا۔ "سوالات آپ نے کیے ہیں اور پوچھ مجھ سے رہی ہیں کہ کون کون سے سوالات کیے ہیں مگر آپ میری مہمان اور زاشی کی بہن ہیں اس لیے میں بتاتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے سوال ایک ہی کیا تھا مگر یہ سوال دہرا تھا اور اس کے جواب بھی دو ہیں۔"

اتنا کہہ کر فرفوس سانس لینے کے لیے رکا تو عاشی بے چین ہو گئی۔ وہ بولی۔

"وہی تو آپ سے پوچھ رہی ہوں۔ کیا سوال یا سوالات کیے تھے میں نے؟"

"جی میں بتا رہا ہوں آپ کو۔" فرفوس اب بھی مسکرا رہا تھا۔ "آپ نے سوال کیا تھا کہ کیا زاشی کی شادی ہو گئی ہے یا ہونے والی ہے۔ اب یاد آیا آپ کو؟"

عاشی بھی مسکرائی اور کہا۔

"شکریہ آپ کا۔ میں واقعی اپنا پورا سوال بھول گئی تھی۔ اچھا تو پھر آپ نے کیا جواب دیا تھا مجھے؟"

"یہ لیجیے---- یک نہ شد دو شد۔" فرفوس پھر ہنسا۔ "آپ بہت بھلکڑ معلوم ہوتی ہیں۔ خیر میں آپ کے دونوں سوالوں کا پھر جواب دے رہا ہوں۔ اب ذرا غور سے سنئے گا۔ آپ نے پوچھا ہے کہ کیا زاشی کی شادی ہو گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ زاشی کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے۔"

عاشی کا رنگ پھیکا پڑ گیا' اس نے گھبرا کے کہا۔
"آپ کا مطلب ہے کہ زاشی کی شادی ابھی نہیں ہوئی---- یعنی---- یعنی۔"
پھر جیسے عاشی کا گلا خشک ہو گیا اور اس نے اپنی انگلیاں چٹخانا شروع کر دیں۔
فرفوس کو اس کی حالت پر تعجب بھی ہوا اور کچھ افسوس بھی۔ اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ گھبرایئے نہیں۔ میں نے آپ کو پریشان کرنے کے لیے یہ جواب نہیں دیا بلکہ یہ بالکل درست ہے کہ زاشی کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی مگر----" مگر کہہ کر فرفوس ایک بار پھر فرفوس سانس لینے کو رکا۔
"کیا آپ کو بات کرتے کرتے رک جانے کی عادت ہے؟" عاشی نے کچھ جھنجلاہٹ اور کچھ طنزیہ انداز میں کہا۔
"جی ہاں۔" فرفوس شوخی سے بولا۔ "جس طرح آپ کو بھول جانے کی عادت ہے اسی طرح مجھے بات ٹھہر ٹھہر کے اور سمجھا سمجھا کے کہنا اچھا لگتا ہے۔ خیر میری باتوں اور عادتوں کو چھوڑیئے۔ میں آپ کے اطمینان کے لیے بتا رہا ہوں کہ زاشی کی شادی اس وقت نہیں ہوئی تھی جب تک وہ بخارا سے سمرقند روانہ ہوئی تھی مگر وہاں جانے کے بعد کیا ہوا اس کا مجھے علم نہیں؟"
"مگر آپ نے تو کہا تھا کہ اس کی شادی ہونے والی ہے؟" عاشی نے اس کی بات پکڑی۔
"یہ تو میں اب بھی کہتا ہوں۔" فرفوس نے جواب دیا۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ جس سے اس کی شادی ہونے والی ہے وہ بھی اس کے ساتھ ہی گیا ہوا ہے۔"
عاشی نے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا۔ دراصل فرفوس ایک خوبصورت جوان تھا۔ اس نے جب پہلی بار عاشی کو آواز دے کر پکارا تھا اور عاشی نے اسے دیکھا تھا تو اسی وقت سے عاشی نے غیر شعوری طور پر فرفوس کو پسند کر لیا تھا پھر جب اس نے فرفوس کی زبان سے زاشی کا نام سنا تو اسے شبہ ہوا کہ شاید زاشی اور فرفوس آپس میں شادی کر رہے ہیں۔ اس لیے وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اب جب کہ فرفوس نے یہ کہہ کر کہ زاشی جس سے شادی کر رہی ہے وہ اس کے ساتھ ہی گیا ہوا ہے عاشی کے تمام شکوک و شبہات دور کر دیئے تھے اور اس نے اطمینان کا سانس لیا۔
"کیا نام ہے اس کا جس سے زاشی شادی کر رہی ہے؟" عاشی نے اچانک سوال کیا۔
"لالے ہے اس کا نام۔" فرفوس نے بتایا۔ "وہ ایک اچھا اور نیک جوان ہے۔"

"لالے کو میں جانتی ہوں۔" عاشی نے بے پروائی سے کہا۔
"تم جانتی ہو؟" فرفوس چونک پڑا۔ "تم کیسے جانتی ہو اسے؟"
عاشی نے مسکرا کے جواب دیا۔
"میں زاشی کو ڈھونڈتے ہوئے بخارا پہنچی تھی۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ زاشی فصیل پر لالے سے ملنے جاتی ہے۔ اس وقت میں اسی کو دیکھنے آئی تھی۔"

○☆○

قلعہ بخارا میں ملکہ بخارا اور مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کے استقبال اور جشن فتح کی تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں لیکن مزید دو دن گزرنے کے باوجود ملکہ بخارا اور دوسرے لوگ واپس بخارا نہیں پہنچے تھے۔ فرفوس فکرمند ہو گیا تھا کیونکہ اب قلعہ کی پوری ذمہ داری اس کے سر تھی۔ تیسرے دن ملکہ کا ایک قاصد بخارا پہنچا۔
قاصد نے فرفوس کو بتایا کہ سمرقند اور ترمذ کے فاتحین کے واپس آنے میں ابھی ایک ہفتہ اور لگ جائے گا۔ فرفوس اور زیادہ فکرمند ہوا۔ اس نے قاصد سے پوچھا۔
"ملکہ معظمہ کے پہلے قاصد نے بتایا تھا کہ ملکہ ترمذ سے سیدھی بخارا روانہ ہوں گی پھر اس تاخیر کی کیا وجہ ہے؟"
قاصد نے بتایا۔
"سردار نے بالکل ٹھیک فرمایا۔ ملکہ عالیہ کا ارادہ ایسا ہی تھا مگر سمرقند سے روانگی کے وقت سابق سپہ سالار بیگ دار کے ایک گروہ نے چھپ کے سالار فوج سعید بن عثمان کے بھائی سعد بن عثمان پر قاتلانہ حملہ کیا تھا جس میں وہ کافی زخمی ہو گئے تھے۔ تاخیر کی ایک وجہ تو یہ تھی پھر اس کے بعد یہ ہوا کہ جب سعد بن عثمان کے زخم کچھ بھرے تو سمرقند سے پھر روانگی کا اعلان ہوا مگر بیگ دار کے باغیوں نے دوبارہ سعد پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک تھا مگر سعد کی قسمت اچھی تھی کہ وہ بال بال بچ گئے۔"
"ملکہ بخارا تو بہت پریشان ہوئی ہوں گی ان حملوں سے؟" فرفوس نے پوچھا۔ اسے ملکہ بخارا اور سعد بن عثمان کے تعلقات کا علم تھا۔
"جی ہاں سردار۔ ملکہ بہت پریشان ہو گئی تھیں۔ ان حملوں کی وجہ سے مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کو تاشقند پر حملہ کا موقع نہ مل سکا۔ ان کا خیال تھا کہ واپسی سے پہلے وہ

تاشقند کو بھی فتح کر لیں گے مگر بھائی کے زخمی ہونے اور ملکہ کی پریشانی کے پیش نظر مسلم سالار کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔"

فرفوس نے سوال کیا۔

"بیگ دار کے آدمیوں نے دوبارہ بھی حملہ کیا۔ کوئی آدمی پکڑا یا مارا نہیں گیا؟"

قاصد نے بتایا۔

"پہلا حملہ تو غفلت میں ہوا تھا۔ اس لیے حملہ آور بچ نکلے تھے مگر دوسرے حملے کے وقت سعد ہوشیار تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے انہیں پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ ان پر ایک بار پھر حملہ ہو گا۔ اس لیے وہ رات کے وقت اپنا خیمہ بدل لیا کرتے تھے۔ چنانچہ جس رات بیگ دار کے آدمیوں نے دوسری بار حملہ کیا تو ان کے خیمے میں دس لشکری سو رہے تھے اور سعد اس کے برابر والے خیمے میں تھے۔ چنانچہ حملہ ہوتے ہی سب لوگ جاگ پڑے اور حملہ کرنے والوے آٹھوں حملہ آور وہیں قتل کر دیئے گئے۔ اس طرح بیگ دار کے ان آخری آدمیوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔"

ملکہ بخارا قبق خاتون کے تاخیر سے آنے کی وجہ سے فرفوس کو عاشی سے میل ملاقات کا کافی وقت ملنے لگا تھا۔ عاشی خود بھی فرفوس میں دلچسپی لے رہی تھی۔ وہ کسی نہ کسی بہانے فرفوس کے پاس پہنچ جاتی پھر دونوں میں گھنٹوں باتیں ہوتی رہتیں۔ فرفوس ایک زخم کھائے ہوئے تھا۔ اس نے زاشی کی طرف سے ہمیشہ کے لیے نظریں پھیرلی تھیں اور اس کی زندگی ان دنوں بالکل بے کیف اور بے لطف گزر رہی تھی۔

فرفوس نے حقیقت میں قربانی دی تھی اور زاشی سے محبت کرنے کے باوجود اس نے اس حق کو چھوڑ دیا تھا۔ شاید اس وجہ سے خدا کو اس پر رحم آ گیا اور اس نے عاشی کے روپ میں اسے جیسے زاشی عطا کی تھی۔ جس طرح فصیل والے روز زاشی اور لالے کو ملاقات کرتے دیکھا کرتے تھے بالکل اسی طرح آج کل عاشی اور فرفوس میں خوب گہری چھن رہی تھی۔ لالے کو تو خیر اپنے ساتھیوں اور افسروں کا خیال رکھنا پڑتا تھا اس لیے وہ زاشی سے بڑی احتیاط سے ملتا تھا مگر فرفوس کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ فرفوس اب قلعہ دار اور افسر اعلیٰ تھا۔ چنانچہ عاشی اور فرفوس گھنٹوں فصیل پر ٹہل ٹہل کے باتیں کرتے رہتے۔ انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔

فرفوس اور عاشی میں کافی بے تکلفی پیدا ہو گئی تھی لیکن وہ دونوں بہت احتیاط سے گفتگو کرتے تھے۔ عاشی کو فرفوس اور فرفوس کو عاشی پسند تھی۔ اگر دونوں کی شادی کی بات چلائی

جاتی تو کوئی انکار نہ کرتا مگر سوال یہ تھا کہ یہ بات چلائے اور آگے کون بڑھائے۔ وہ دونوں باتیں تو گھنٹوں کرتے تھے مگر اس مسئلہ پر اب تک کوئی بات نہ ہوئی تھی اور دل کی اصل بات اب تک دونوں کے دل ہی میں تھی۔

ممکن ہے کہ عاشی نے یہ سوچا ہو کہ زاشی کے واپس آنے پر وہ اس سلسلہ میں اس سے گفتگو کرے گی اور ایسا ہی خیال فرفوس کا بھی تھا۔ عاشی کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ زاشی اور فرفوس کبھی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے پھر اچانک دونوں الگ الگ ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوا۔ اس سلسلہ میں عاشی فکرمند تھی مگر ایک دم فرفوس سے پوچھنا کچھ مناسب نہ معلوم ہوا اس لیے وہ اب تک خاموش تھی۔

پھر ایک دن جب خبر آئی کہ ملکہ اور مسلم سالار واپس آ رہے ہیں تو دونوں کے چہرے کھل اٹھے۔ فرفوس نے بڑی خوشی کے عالم میں کہا۔

"مبارک ہو عاشی۔ تمہاری بہن کل واپس آ رہی ہے۔"

"آپ کو بھی مبارک ہو سردار۔" عاشی نے بھی اسے مبارک باد دی۔ "زاشی کو میں پہلی بار دیکھوں گی۔ پتہ نہیں وہ مجھے پسند کرے یا نہ کرے۔"

"زاشی بہت اچھی لڑکی ہے۔" فرفوس نے زاشی کی حمایت کی۔ "وہ تمہیں ضرور پسند کرے گی۔ وہ بہت محبت کرنے والی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ایسا نہیں ہے سردار۔" عاشی کی زبان سے ایک دم نکلا۔ "اگر وہ محبت کرنے والی لڑکی ہے تو اس نے آپ سے کیوں بے رخی کی۔ کیا لالے آپ سے زیادہ خوبصورت جوان ہے؟" اور یہ کہتے ہوئے عاشی جیسے شرما گئی۔

فرفوس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔

"اس میں زاشی کی کوئی خطا نہیں، غلطی دراصل میری اور میرے گھر والوں کی ہے۔ حالات کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ میرے گھر والوں نے زاشی کو ناپسند کر دیا۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں بہرحال مجھے اس کا صدمہ ہوا تھا۔ پھر حالات نے ایک دم اپنا رخ بدلا اور میرے گھر والے خود زاشی کا پیغام لے کر گئے مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ زاشی اور لالے کی شادی طے ہو گئی تھی اور زاشی کے والدین بلکہ خود زاشی نے بھی انکار کر دیا تھا۔"

"پھر آپ نے کوشش نہیں کی؟" عاشی نے دوسرا سوال کیا۔

فرفوس نے بتایا۔

"ایک بار انکار کرنے کے بعد میرے گھر والے پھر خود میں رضامند ہو گئے تھے۔ میں

نے سوچا کہ اگر میں نے کوشش کی اور زاشی کے گھر والوں کو آمادہ بھی کر لیا تو ہو سکتا ہے کہ میرے گھر والے پھر زاشی کے خلاف ہو جائیں۔ مجھے سب سے پہلے زاشی کی بھلائی منظور تھی اس لیے جب میرے والد نے مجھ سے کہا کہ میں زاشی پر زور دے کر اس رشتہ کو طے کرا دوں تو میں نے انکار کر دیا۔ میں لالے اور زاشی کے درمیان آنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ آپ نے خود ہی زاشی کو چھوڑ دیا؟" عاشی کے اس سوال نے فرفوس کو پریشان کر دیا۔

اس نے وضاحت کی۔

"عاشی۔ اگر میں زاشی کو منانے کی کوشش کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ میں اپنے والدین کے کہنے میں ہوں۔ جب وہ "ہاں" کہیں تو میں "ہاں" کہہ دوں اور جب وہ "نہیں" کہیں تو میں ان کے حکم کی تعمیل میں "نہیں" کا نعرہ لگاؤں۔ چنانچہ اگر میں والدین کی بات مان لیتا تو خاندان والے یہ تو ضرور کہتے کہ لڑکا بہت تابعدار اور "بیل" ہے جو والدین کہتے ہیں اسے بغیر سمجھے بوجھے تسلیم کر لیتا ہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ اگر میں زاشی کو منانے کی کوشش کرتا تو وہ مجھے کوئی مثبت جواب بھی دے سکتی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ کب اچھا سلوک کیا تھا جو میں اس سے "نیکی" کی امید رکھتا۔ ان تمام باتوں کو سوچتے ہوئے میں نے اپنے والدین سے صاف طور پر کہہ دیا کہ وہ میرے معاملہ میں بالکل ہاتھ نہ ڈالیں بلکہ یہ سمجھیں کہ میں نے شادی سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ مجھے اب شادی کرنا ہی نہیں ہے۔"

عاشی پریشان ہو گئی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"تو کیا سردار اب تک اس عہد پر قائم ہیں؟"

فرفوس نے اسے غور سے دیکھا اور کہا۔

"کچھ دن پہلے تک میرا یہی خیال تھا مگر اب........"

عاشی کی پریشان نظریں فرفوس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں مگر جب فرفوس نے کہا کہ "مگر اب........" تو اس کی نظریں حیا کی وجہ سے نیچی ہو گئیں۔ اس کے بعد وہ دونوں اس مسئلہ پر کوئی بات نہ کر سکے اور عاشی شرمائی شرمائی سی وہاں سے اٹھ کے چلی آئی۔

فتوحات کے بعد جب لشکر اپنے مرکز کی طرف واپس آتا ہے تو اس کی شان دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ جناب امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں بے شمار فتوحات ہوئیں اور فاتح

لشکروں کا کتنی ہی بار استقبال کیا گیا۔ مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان حقیقت میں ایک عظیم فاتح سالار تھے۔ ان کا مرکز اگرچہ دارالسلطنت دمشق نہ تھا اور بخارا ایک عارضی مرکز تھا پھر بھی اہل بخارا نے جن کی ملکہ مسلم سالار کے ساتھ سمرقند اور ترمذ کی فتوحات میں حصہ لے کر سالار لشکر کے ساتھ واپس آ رہی تھیں اس لیے اس فاتح لشکر کا دوہرا استقبال ہوا۔ ایک تو فاتح سردار سعید بن عثمان کا استقبال دوسرے ملکہ بخارا قبق خاتون جو اپنے سوا لاکھ اہل بخارا کے ترکستانیوں کے ساتھ مسلمان ہو چکی تھیں، کا استقبال کیا گیا۔

اہل بخارا نے قلعہ بخارا سے سرحد بخارا تک تمام راستے کو سجا دیا تھا اور میلوں تک پھیلا ہوا یہ راستہ ایک بڑے میلے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ آگے آگے مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان اور ان کے گھوڑے سے گھوڑا ملائے ملکہ قبق خاتون بڑی آن بان سے چل رہی تھیں۔ ان دونوں کے پیچھے سالار لشکر کا بھائی سعد بن عثمان تھا جو دو بار باغیانہ حملوں کے دوران بچ گیا تھا مگر اس پر پہلے حملہ میں جو زخم آئے تھے، اس میں سے ایک زخم اب تک نہ بھرا تھا بلکہ کافی حد تک خراب ہو گیا تھا۔

اہل بخارا نے فاتح لشکر (جس میں خود ان کا لشکر بھی شامل تھا) کا والہانہ استقبال کیا۔ ان کی خوشی کا ایک عجیب عالم تھا۔ ایک طرف پرجوش نعرے تھے تو دوسری طرف پھولوں کی بارش۔ لوگ اپنے بہادر لشکریوں پر نچھاور ہوئے جا رہے تھے۔ ہجوم کی وجہ سے لشکر کی رفتار کافی سست پڑ گئی تھی۔ لشکر اگرچہ سرحد بخارا پر ایک شب پہلے پہنچ گیا تھا مگر ملکہ قبق خاتون کے اصرار پر لشکر نے وہ رات سرحد کے اس پار گزاری اور صبح دم تمام لشکر پوری شان اور آن بان کے ساتھ بخارا کی حد میں داخل ہوا۔

فاتح لشکر تمام دن آہستہ آہستہ قلعہ بخارا کی طرف بڑھتا رہا۔ قلعہ بخارا کا موجودہ قلعدار اور حاکم فرفوس اپنے ماتحت سرداروں کے ساتھ سرحد پر ملکہ اور لشکر اسلام کے استقبال کے لیے ایک دن پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔ فرفوس کے ساتھ اس کی "جان تمنا" عاشی بھی تھی جو اب اس سے کافی حد تک مانوس ہو گئی تھی۔ عاشی نے خود فرفوس سے سرحد پر جانے کی درخواست کی تھی اور فرفوس اس کی درخواست کو دل سے قبول کرتے ہوئے عاشی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

فاتح لشکر کا سرحد بخارا سے قلعہ بخارا تک جس والہانہ انداز میں استقبال کیا گیا اس کی تفصیل بیان کرنے کے لیے کئی صفحات درکار ہوں گے اس لیے مختصر طور پر یہ کہنا درست ہو گا کہ سابق سپہ سالار بیگ دار نے بخارا کی فوج اور عوام کو اس قدر دبا کے رکھا تھا کہ لوگ

"چوں" بھی نہ کر سکتے تھے۔ کہنے کو تو سکہ ملکہ بخارا کا چلتا تھا مگر اصل حاکمیت بیگ دار کے پاس تھی۔ عوام اور لشکری دونوں ہی بیگ دار کے رویہ سے سخت نالاں تھے۔

پھر جب بیگ دار کا دور ختم ہوا اور ملکہ بخارا نے فوج اور قلعہ کی سرداری فرفوس کو بخشی تو فرفوس نے اپنے نرم رویہ اور حسن اخلاق سے عوام اور لشکر دونوں کے دل جیت لیے اور اس خوشی کا اظہار اہل بخارا اور قلعہ میں موجود لشکر والوں نے ملکہ کا پرجوش استقبال کر کے دکھایا اور ظاہر کیا تھا۔ قلعہ اور شہر بخارا کی پوری آبادی اپنی ملکہ اور فاتح لشکر کے استقبال کے لیے سرحد پر امڈ آئی تھی۔ ملکہ اور مسلم سپہ سالار دونوں نے عوام اور خواص کے اس جوش و خروش اور فراخ دلی کی تبدیلی کو فوراً" محسوس کیا اور اس کا سبب فرفوس کی قابلیت اور حسن سلوک کو قرار دیا۔ تمام راستے کھیل تماشے' باجے بجتے اور گل پاشی ہوتی رہی۔ لوگ مسرت سے کھلے جاتے تھے اور بڑھ بڑھ کے نعرے لگا رہے تھے۔

زاشی اور عاشی کا اچانک اور بڑے عجیب انداز میں سامنا ہوا۔ سرحد پر فرفوس نے اکیلے بڑھ کر ملکہ کی تعظیم کرتے ہوئے خوش آمدید کہا۔ عاشی اس کے ساتھ تھی مگر ملکہ کے استقبال کے وقت ذرا پیچھے رہ گئی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔ سوائے فرفوس کے عاشی کو اور کوئی نہ جانتا تھا۔ عاشی نے یہی سوچا کہ استقبال کے خاتمہ کے بعد وہ زاشی کا سامنا کرے گی۔ اس وقت تک فرفوس اس کے بارے میں زاشی کو کچھ نہ کچھ بتا چکا ہو گا۔

مگر اتفاق یہ ہوا کہ ملکہ کے استقبال کے بعد جب ملکہ اور سالار لشکر اسلام سعید بن عثمان' فرفوس سے باتیں کرتے ہوئے بخارا کی طرف روانہ ہوئے تو اچانک عاشی ان کے سامنے آ گئی۔ عاشی دراصل خود کو ان کی نظروں سے بچانے کے لیے ایک طرف ہٹ رہی تھی کہ ایک گھوڑا منہ زوری دکھاتے ہوئے عاشی کے بالکل سامنے پہنچ گیا۔ اب عاشی کے پاس دو ہی راستے تھے۔ یا تو وہ رک کر بگڑے ہوئے گھوڑے کو روکے یا پھر اپنا گھوڑا گھما کر ملکہ کے سامنے سے ہوتی ہوئی دوسری طرف بچ کے نکل جائے۔

عاشی کو مجبوراً" دوسرا قدم اٹھانا پڑا۔ وہ گھوڑا پھیر کر ملکہ کے سامنے سے بڑی تیزی سے نکلی مگر ملکہ کی نظر اس پر پڑ گئی اور اس نے فوراً" پکارا۔

"ہماری طرف آ جاؤ زاشی۔"

ملکہ نے زاشی کے دھوکے میں عاشی کو آواز دی تھی تاکہ وہ خود کو بچانے کے لیے دوسری طرف جانے کے بجائے اس کے پاس آ جائے۔ عاشی اگر چاہتی تو ملکہ کی طرف متوجہ ہوئے بغیر دوسری طرف نکل جاتی مگر وہ ایسا نہ کر سکی۔ اسے اس وقت یا کل تک کسی نہ

کسی انداز میں ملکہ کا سامنا کرنا تھا۔ فرفوس نے اس سے کہہ دیا تھا کہ ملکہ کے واپس آتے ہی وہ ان سے عاشی کا ذکر کرے گا اور اسے ملکہ کے سامنے پیش کر کے ملکہ سے اجازت مانگے گا کہ عاشی سے اسے شادی کی اجازت دی جائے مگر یہ موقعہ حالات نے اسے وقت سے پہلے ہی فراہم کر دیا۔

ملکہ تبق خاتون کی آواز پر عاشی نے راسیں کھینچیں۔ اس کا گھوڑا آہستہ ہوا تو اس نے گھوڑا ملکہ کی طرف موڑا اور اس کے قریب پہنچ کے تیزی سے گھوڑے سے اتری اور تعظیم کے لیے اس کے سامنے سر جھکا دیا۔ ملکہ نے بھی گھوڑا روک لیا تھا اور اس کے رکتے ہی پورا جلوس اور لشکر رک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اب صورت حال یہ تھی جو جس جگہ تھا' وہیں رک گیا تھا۔ عاشی ملکہ کے سامنے تعظیم کے لیے جھکی ہوئی تھی اور ملکہ پھٹی پھٹی نظروں سے عاشی کو دیکھ رہی تھی۔

اس طرح حیرت کے چند لمحے گزر گئے پھر ملکہ نے غیر متوازن آواز میں رک رک کے کہا۔

"کیا تم۔۔۔۔ تم زاشی ہو۔۔۔۔ یا۔۔۔۔ یا؟"

اس وقت ملکہ کی پشت پر سے آواز ابھری۔

"ملکہ عالیہ۔ زاشی حاضر ہے۔"

اس کے ساتھ ہی اصل زاشی جو اپنے لالے کے ساتھ ملکہ کے پیچھے چل رہی تھی' ملکہ کی آواز سن کر فوراً گھوڑا بڑھا کر ملکہ کے سامنے آ گئی مگر جیسے ہی اس کی نظر عاشی پر پڑی تو وہ ششدر رہ گئی۔

"تم۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ تم کون ہو؟"

زاشی' ملکہ سے مخاطب ہونے کے بجائے اپنے سامنے اپنا ہیولا دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئی تھی اور اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اس کی نظروں کے سامنے خود اس کا دوسرا پیکر آ سکتا ہے۔

عاشی نے محسوس کیا کہ اب خود کو پوشیدہ رکھنا اس کے لیے خطرناک بھی ہو سکتا ہے' اس لیے اس نے فرفوس کا خیال الگ رکھتے ہوئے خود ہی اپنا تعارف کرا دیا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"تم زاشی ہو میری بہن اور میں عاشی ہوں۔ تم کو نہیں معلوم مگر مجھے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ میں تمہاری ہم شکل ہوں اور تم بھی مجھے دیکھ کر اسی طرح حیران رہ جاؤ گی جس

طرح اس وقت ملکہ عالیہ کو حیرانی نے گھیر رکھا ہے۔"

عاشی کے اس اظہار سے ملکہ کی حیرانی فوراً دور ہو گئی اور اس نے کہا۔

"ہم نے آج تک اس قدر ہم شکل صورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ خدا کی کیا قدرت ہے۔ تم دونوں کی شکلیں اس قدر مشابہ ہیں کہ ہر شخص دھوکا کھا سکتا ہے۔" پھر ملکہ نے زاشی کو مخاطب کیا۔

"زاشی۔ تم لالے کو آواز دو اور گھوڑا موڑ کر کھڑی ہو جاؤ۔"

"لالے۔" ملکہ کے حکم پر زاشی نے لالے کو آواز دی اور گھوڑا دو قدم پیچھے ہٹا کر اسے دوسری طرف موڑ لیا۔

لالے نے زاشی کی آواز سنی تو گھوڑے سے کود کے آگے کی طرف دوڑ پڑا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ زاشی ملکہ کے پاس کھڑی ہے۔ لالے وہاں پہنچا تو اس نے زاشی کو ملکہ کے سامنے کھڑا ہوا پایا۔ پہلی نظر میں تو وہ عاشی کو زاشی ہی سمجھا مگر پھر سر جھٹک کر دوبارہ اسے غور سے دیکھنے لگا۔ ملکہ بڑی دلچسپی سے لالے کی حرکات و سکنات کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے لالے سے پوچھا۔

"لالے۔ تم زاشی کو اس طرح گھور گھور کے کیوں دیکھ رہے ہو؟ کیا تمہیں کوئی شبہ ہے؟"

"شبہ تو نہیں ہے ملکہ عالیہ۔" لالے نے پیشانی کھجاتے ہوئے کہا۔ "مگر کچھ عجیب سی بات معلوم ہو رہی ہے۔"

"عجیب کیا معلوم ہو رہا ہے تمہیں؟" ملکہ نے مسکراتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔

"ملکہ عالیہ۔" لالے نے ذرا پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ "مگر مجھے یاد پڑتا ہے کہ زاشی نے کچھ دیر پہلے کچھ اور رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے مگر اب---- اب----" لالے آگے کچھ اور نہ کہہ سکا۔

ملکہ نے عاشی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم پیچھے چلی جاؤ۔"

عاشی حکم کی تعمیل میں ملکہ کے پیچھے کی طرف چل پڑی۔

لالے نے بھی اس کے پیچھے جانے کا ارادہ کیا تو ملکہ نے اسے روک دیا۔

"لالے۔ تم یہیں ٹھہرو۔"

لالے ٹھٹک کے کھڑا ہو گیا۔

اصل زاشی ملکہ سے کچھ دور منہ گھمائے اور گھوڑا موڑے کھڑی تھی۔ ملکہ نے اسے آواز دی۔

"زاشی۔ اب تم میرے پاس آ جاؤ۔"

لالے کی نظر بے ساختہ ملکہ کی پشت کی طرف اٹھ گئی جدھر عاشی گئی تھی۔ لالے نے عاشی کو زاشی ہی سمجھا تھا۔ مگر اس وقت جب لالے کی نظریں ملکہ کی پشت پر زاشی کو تلاش کر رہی تھیں' اسی وقت اصل زاشی گھوڑا موڑ کے ملکہ کے قریب پہنچ گئی۔

گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سن کر لالے نے پلٹ کر دیکھا تو اس کا منہ کھل گیا۔ ملکہ قبق خاتون جو کمال دلچسپی سے لالے کی گھبراہٹ ملاحظہ کر رہی تھیں۔ وہ اپنی ہنسی کو نہ روک سکیں اور قہقہہ مار کر ہنس پڑیں۔ زاشی نے بھی ملکہ کے پر زور قہقہے میں اپنا ہلکا قہقہہ شامل کر دیا۔

"مگر زاشی۔۔۔" لالے نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ "وہ کون تھی؟"

"کون۔۔۔ کون تھی؟" زاشی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ وہی۔۔۔ تھی۔۔۔ تم۔۔۔ بالکل تم۔" لالے کو اپنا سر گھومتا ہوا معلوم ہوا۔

"عاشی۔ تم بھی ادھر آ جاؤ۔" ملکہ نے ایک بار پھر آواز دی۔

اس کی آواز سن کر عاشی ملکہ کی پشت کی طرف نکل کے سامنے آئی اور زاشی کے برابر کھڑی ہو گئی جو گھوڑے سے اتر کر ملکہ قبق خاتون کے سامنے کھڑی تھی۔

لالے کا دماغ واقعی جواب دینے لگا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا اور گھبرائے لہجے میں بولا۔

"او خدایا۔ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ میں پاگل نہ ہو جاؤں کہیں؟"

"تم پاگل نہیں ہو گے لالے۔" ملکہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ ایک حقیقت ہے۔ اٹل حقیقت۔۔۔ یہ دونوں لڑکیاں الگ الگ دو ہستیاں ہیں' مگر یہ ایک دوسرے کی حیرت انگیز طور پر ہم شکل ہیں۔ اس میں سے ایک زاشی ہے۔" ملکہ نے اصل زاشی کی طرف انگلی اٹھائی پھر عاشی کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔ "اور یہ دوسری لڑکی عاشی ہے۔"

اسی وقت فرفوس وہاں پہنچا اور اس نے مزید وضاحت کی۔

"لالے۔ تمہاری عدم موجودگی میں زاشی کی ہم شکل لڑکی جس کا نام عاشی ہے اور جو زاشی کی سگی خالہ زاد بہن بھی ہے' میرے پاس بخارا کے قلعہ میں آئی تھی۔ میں نے بھی

اسے زاشی ہی سمجھا تھا مگر اس نے بتایا کہ وہ زاشی کی خالہ زاد بہن ہے اور اسے ڈھونڈنے بخارا آئی ہے۔"

اب یہ راز سب پر عیاں ہو گیا تھا۔ وہ لوگ کچھ دیر تک قدرت کی اس ستم ظریفی پر گفتگو کرتے اور مسکراتے رہے پھر لشکر کو آگے روانگی کا حکم دیا گیا اور جلوس بخارا کی طرف چلنے لگا۔

یہاں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے علاقہ پر خلافت راشدہ کے عہد میں بھی دو تین حملے ہوئے تھے لیکن حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے مسلم لشکر کو باقاعدہ برصغیر پر حملہ کرنے کی اجازت نہ دی تھی۔ خلافت راشدہ کے بعد جناب معاویہؓ کے عہد حکومت میں برصغیر پر دو طرف سے مسلم لشکروں نے حملے کیے۔ ایک لشکر مہلب بن ابی صفرہ (وہی مہلب بن ابی صفرہ جو بخارا میں سعید بن عثمان کے نائب تھے) کی سرکردگی میں کابل کو فتح کرتا ہوا درۂ خیبر کے راستے برصغیر میں داخل ہوا تھا۔

یہ لشکر کابل اور ملتان کے درمیان اہواز تک پہنچ گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا لشکر عبداللہ بن سوار عبدی کی سرداری میں قیقان پر حملہ آور ہوا اور اس نے وہاں سے کافی مال غنیمت حاصل کیا۔ قیقان کے گھوڑے اس زمانہ میں بہت مشہور تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن سوار عبدی نے اپنے ساتھ قیقان کے گھوڑے لے لیے اور انہوں نے جناب امیر معاویہؓ کے حضور ان گھوڑوں کا تحفہ پیش کیا تھا۔

عبداللہ بن سوار عبدی کچھ دن دارالسلطنت دمشق میں قیام کرنے کے بعد قیقان واپس چلے گئے۔ قیقان والے یعنی ترکستانیوں نے انہیں شہید کر دیا۔ سوار کے بعد ان کی جگہ سنان بن سلمان ہذلی کو مقرر کیا گیا۔ سنان نے مکران کو فتح کر لیا۔ ان کے بعد راشد بن عمرو اس علاقہ کے حاکم ہوئے تو انہوں نے قیقان پر دوبارہ حملہ کر کے اسے قبضہ میں کر لیا مگر جب وہ قیقان سے آگے بڑھے تو ایک لڑائی میں کام آ گئے۔ ان کی جگہ عباد بن زیاد مقرر ہوئے۔ عباد نے سجستان کے راستے برصغیر پر حملہ کیا اور اس سخت مقابلہ کے بعد قندھار پر قابض ہو گئے۔

عباد کے بعد ابن حری باہلی حاکم مقرر ہوئے تو انہوں نے کئی لڑائیاں لڑیں اور فتوحات بھی حاصل کیں مگر اصل فتح محمد بن قاسم نے حاصل کی۔ یہ جوان بلاد مشرق کے گورنر حجاج بن یوسف کا بھتیجا اور ایک بیان کے مطابق داماد بھی تھا۔ چنانچہ اموی خلیفہ و ولید بن عبدالمالک کی اجازت اور حجاج بن یوسف کے حکم کے تحت محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں بری

اور بحری دونوں راستوں سے سندھ پر حملہ کر کے اسے زیر کیا اور ملتان تک پہنچے لیکن یہ تمام واقعات "ملکہ بخارا" کے چالیس سال بعد کے ہیں۔ اس کا ذکر اس لیے کر دیا گیا تاکہ قارئین کو اسلامی تاریخ کی کڑیاں سمجھنے میں آسانی ہو۔

بہرحال فاتح لشکر بخارا پہنچا۔ قلعہ کے اندر باہر پہلے ہی میلہ کا سماں تھا۔ فرفوس نے جشن فتح کے انتظامات کرا رکھے تھے۔ چنانچہ اس عظیم الشان استقبال کے بعد جشن فتح شروع ہوا اور ایک ہفتہ تک جاری رہا۔ پھر اہل بخارا کی فرمائش پر اس میں ایک ہفتہ کا مزید اضافہ کر دیا گیا۔ ان دو ہفتوں کے دوران ملکہ بخارا کے حکم پر بخارا کے شہر اور قلعہ میں کسی شخص کو چولہا جلانے کی اجازت نہ تھی۔ تمام لوگوں کو حکومت کی طرف سے کھانا پہنچایا جاتا تھا۔ اس دن عید اور رات شب برات ہوتی تھی۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جنگ سمرقند کے دوران سمرقندیوں نے اس قدر تیر برسائے تھے کہ سالار لشکر اسلام سعید بن عثمان اور ان کے نائب مہلب بن ابی صفرہ کی ایک ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ ان کی آنکھوں سے تیر تو نکال دیئے گئے تھے مگر آنکھیں ضائع ہو گئی تھیں۔ مہلب بن ابی صفرہ کی آنکھ کا زخم بھر گیا تھا مگر سپہ سالار لشکر سعید بن عثمان کی آنکھ کا زخم ابھی تک اچھا نہ ہوا تھا اور ان کی آنکھ کی روز مرہم پٹی کی جاتی تھی۔

ملکہ بخارا اور اس کا سوا لاکھ لشکر مسلمان ہو چکا تھا۔ ملکہ بخارا قبق خاتون اور سالار لشکر کے بھائی سعد بن عثمان کی شادی طے تھی اور خیال تھا کہ بخارا پہنچتے ہی ان دونوں کی باقاعدہ شادی کر دی جائے گی مگر سالار لشکر سعید بن عثمان کی آنکھ کے زخم نے انہیں اور ان کے تمام لواحقین کو پریشان کر رکھا تھا۔ اس طرح زاشی اور لالے کی شادی کا مسئلہ تھا۔ ملکہ قبق خاتون نے زاشی سے کہہ دیا تھا کہ جس دن وہ سعد کے ساتھ رخصت ہو گی اس کے دوسرے دن زاشی اور لالے کو بھی ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کا بنا دیا جائے گا۔

ان دو کے علاوہ ایک تیسری شادی کا مسئلہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہ شادی تھی فرفوس اور عاشی کی۔ فرفوس نے زاشی کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ وہ تمام عمر شادی نہیں کرے گا مگر جب اس نے عاشی کو اچانک دیکھا تو اسے اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔ اس نے تمام عمر کنوارے رہنے کا فیصلہ اس وجہ سے کیا تھا کہ اس کی پسند کی لڑکی یعنی "زاشی" کا رشتہ لالے سے طے پا گیا تھا اور فرفوس، زاشی کے سوا کسی اور سے شادی نہ کرنا چاہتا تھا مگر جب اس نے زاشی کی ہم شکل عاشی کو دیکھا تو اس کے تمام باندھے ہوئے عہد و پیمان شکست کھا گئے۔

یہاں تک کہ ایک دن ملکہ قبق خاتون کے حضور پیش ہو کے فرفوس نے کہا۔

"اے ملکہ بخارا۔ میں آپ کے حضور کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

ملکہ بخارا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"فرفوس اگر تم عاشی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہو تو وہ ہمیں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔"

"تو کیا ملکہ عالیہ کو سب کچھ معلوم ہو چکا ہے؟" فرفوس نے دلی مسرت سے پوچھا۔

"ہاں فرفوس۔" ملکہ نے خوش دلی سے کہا۔ "ہمیں معلوم ہوا تھا کہ زاشی کے انکار پر تم نے ہمیشہ کے لیے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا مگر اب تم اپنے اس عہد کو خود ہی توڑنا چاہتے ہو۔"

ملکہ عالیہ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔" فرفوس بولا۔ "کیا آپ نے کبھی ایسی دو صورتوں کو دیکھا ہے جن میں قطعی کوئی فرق نہ ہو؟"

"دنیا میں بہت سی شکلیں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں مگر زاشی اور عاشی میں جو مشابہت ہے' اس کے لیے "مشابہت" کا لفظ ناکافی ہے کیونکہ زاشی اور عاشی میں کوئی فرق ہے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ میں خود بعض اوقات دھوکہ کھا جاتی ہوں اور عاشی کو زاشی کہہ کر آواز دیتی ہوں۔"

"تو پھر میں اطمینان رکھوں۔" فرفوس نے بڑی امیدوں سے کہا۔

"کیوں نہیں فرفوس۔" ملکہ نے جواب دیا۔ "میں نے تو عاشی کو دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ عاشی کو قدرت نے تمہارے واسطے ہی بخارا بھیجا ہے اور تم اس کے اہل بھی ہو۔"

اس گفتگو کے بعد یہ بھی طے پا گیا کہ زاشی اور لالے کی شادی کے دن فرفوس اور عاشی کو بھی ایک دوسرے کا جیون ساتھی بنا دیا جائے گا مگر تقریباً" ہر قوم میں یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ شادی بیاہ کے جوڑے یا مرد و عورت کی شادی کے تمام معاملات دنیا کے بجائے آسمان پر طے ہوتے ہیں اور دنیا میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ یوں یہ تین شادیاں دنیا والوں نے اپنے طور پر طے کر لیں مگر ان پر عمل تو اس وقت ہونا تھا جب یہ حکم اوپر یعنی آسمان سے نازل ہو۔

اور پھر آسمان سے ایک حکم نازل ہوا۔ یہ حکم سمرقند کے ایک قاصد کے ذریعہ بخارا پہنچا۔ بخارا کا قلعہ دار اس وقت فرفوس تھا۔ چنانچہ قاصد کو قلعدار کے سامنے پیش کیا گیا۔ سمرقند سے واپس آتے وقت سپہ سالار سعید بن عثمان نے ایک ہزار اسلامی لشکر کو سمرقند میں

ٹھہرنے کا حکم دے دیا تھا۔ مسلمانوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ ہر مفتوحہ آبادی یا شہر میں مسلمانوں کی کچھ تعداد وہاں آباد کر دیتے تھے جو ان کو اسلام کی تعلیم دیتا اور اپنے اچھے اعمال سے انہیں مسلمان ہونے میں مدد دیتا تھا۔ سمرقند سے آنے والا قاصد بھی ایسے ہی مسلمانوں میں سے تھا جو سمرقند میں آباد ہو گیا تھا۔

قاصد نے فرفوس نے عرض کیا۔

"اے قلعہ دار بخارا۔ مسلم سپہ سالار جناب سعید بن عثمان کو فوری طور پر اطلاع دی جائے کہ مسلم لشکر کے سمرقند سے واپس ہوتے ہی تاشقند سے ترکستانیوں کا ایک وفد سمرقند پہنچا ہے اور وہ سمرقند والوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تاشقند والوں نے سمرقند والوں کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر روانہ کر دیا ہے جو سمرقند کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے۔"

اس خبر کو سن کر فرفوس گھبرا گیا۔ اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ مسئلہ بہت اہم ہے۔ تم میرے ساتھ سپہ سالار کے پاس چلو۔ باقی گفتگو وہیں ہو گی۔"

فرفوس قاصد کو اپنے ساتھ مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان کے پاس لے گیا۔ قاصد نے سپہ سالار کو بھی ان باتوں سے آگاہ کیا جو اس نے فرفوس کو بتائی تھیں۔ ابھی اس بارے میں گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ سعید بن عثمان کے نائب مہلب بن صفرہ بھی ان کے خیمے میں آ گئے۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ کسی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے مسلم سپہ سالار نے ملکہ بخارا کے مشورہ کو بھی ضروری سمجھا اور ملکہ کو بلانے کے لیے ایک غلام روانہ کر دیا۔

ان دنوں ملکہ قبق خاتون کے محلات کو مسرتوں نے گھیر رکھا تھا۔ ملکہ قبق خاتون کی شادی ہونے والی تھی۔ ہر طرف تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ایک محل میں ملبوسات تیار ہو رہے تھے دوسرے محل میں زیورات بنائے اور جواہرات تراشے جا رہے تھے۔ ملکہ اس اچانک بلاوے پر پریشان ہو گئی۔

اس نے غلام سے دریافت کیا۔

"تمہیں پتہ ہے کہ سپہ سالار نے مجھے کیوں بلایا ہے؟"

"نہیں ملکہ عالیہ مجھے اس کا علم تو نہیں۔" غلام نے جواب دیا۔ "مگر قلعہ دار فرفوس وہاں موجود ہیں۔ وہ اپنے ساتھ سمرقند سے آنے والے قاصد کو لائے ہیں۔ گفتگو بہت سنجیدہ قسم کی ہو رہی ہے۔"

ملکہ نے ایک منٹ سوچا پھر بولی۔

"اچھا تم جاؤ۔ کہنا کہ میں آ رہی ہوں۔"

ملکہ قبق خاتون نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور زاشی کو ساتھ لے کے مسلم سپہ سالار کے پاس پہنچی۔ مسلم سپہ سالار نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔

ملکہ نے کہا۔

"بزرگ محترم مسلم سپہ سالار۔ آپ میرے استقبال کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو مجھے آپ سے شرم محسوس ہونے لگتی ہے۔ براہ کرم آپ میرے آنے پر کھڑے نہ ہوا کریں۔"

سعید بن عثمان نے کہا۔

"ملکہ محترم۔ بادشاہی یا سرداری خدا کی طرف سے انسان کے لیے ایک عطیہ ہوا کرتا ہے۔ اللہ جسے بادشاہ بناتا ہے وہ دنیا والوں کی نظروں میں بھی عزت کے قابل ہوا کرتا ہے۔ میں قبق خاتون کی نہیں بلکہ ترکستان کی ملکہ بخارا کے استقبال کے لیے کھڑا ہوتا ہوں۔"

ملکہ مسکراتی ہوئی ایک طرف بیٹھ گئی۔ اس محفل میں سعید بن عثمان کے نائب مہلب بن ابی صفرہ اور قلعہ دار فرفوس بھی موجود تھے۔

سعید بن عثمان نے فوراً گفتگو شروع کر دی۔

"سمرقند کا قاصد آیا ہے کہ تاشقند والوں نے لشکر اکٹھا کیا ہے اور وہ سمرقند پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے درپردہ اپنا وفد سمرقند بھیج کر ترکستانیوں کو ورغلانا شروع کر دیا ہے۔ ملکہ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟"

"ملکہ آپ کی تابع دار ہے مسلم سالار۔" ملکہ نے ادب سے جواب دیا۔ "آپ حکم دیجئے۔ ہم اس کی تعمیل کریں گے۔"

مسلم سپہ سالار اپنے طور پر فیصلہ کر چکے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی تاخیر بھی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہمیں فوراً سمرقند پہنچ کے اس فتنہ کا ہمیشہ کے لیے سدباب کرنا چاہیے۔"

"بخارا کا لشکر مسلم لشکر کے ہمرکاب ہو گا۔" ملکہ قبق خاتون نے بڑے جوش سے کہا۔ پھر ملکہ نے فرفوس کو دیکھ کر کہا۔ "بہادر فرفوس۔ لشکر کو فوراً تیار ہونے کا حکم دیا جائے۔"

اس وقت مسلم سپہ سالار کے نائب مہلب بن ابی صفرہ نے دخل دیا۔

"سالار محترم۔ آپ اس جہاد میں حصہ نہ لے سکیں گے۔"

"کیوں۔ ہم کیوں نہیں حصہ لے سکتے؟" سعید بن عثمان نے چونک کے کہا۔

مہلب بن ابی صفرہ نے جواب دیا۔

"سردار محترم۔ آپ کی آنکھ کا زخم بہت خراب ہو گیا ہے۔ طبیب اور جراح نے تو آپ کو جنبش کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ آپ نہ تو اتنا طویل سفر اختیار کر سکتے ہیں اور نہ جہاد میں شامل ہو سکتے ہیں۔ آپ یہیں آرام فرمایئے۔ آپ کی جگہ اس فریضہ کو میں انجام دوں گا۔"

"محترم سردار مہلب بن ابی صفرہ نے درست فرمایا۔" ملکہ بخارا نے تائید کی۔ "میں بھی سردار محترم کے ساتھ سمرقند جانے کی اجازت چاہتی ہوں۔ امید ہے کہ سالار محترم مجھے اجازت عطا فرمائیں گے۔"

سالار لشکر سعید بن عثمان ابھی جواب کے لیے سوچ ہی رہے تھے کہ فرفوس نے کھڑے ہو کر کہا۔ (خیال رہے کہ فرفوس' ملکہ کے لشکر کے ساتھ ہی مسلمان ہو گیا تھا۔) "ملکہ عالیہ کے ساتھ میں بھی سمرقند جانے کی درخواست کرتا ہوں۔"

اس آواز کے ساتھ لالے بھی اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ "سب لوگ جہاد کا ثواب لوٹنے سمرقند جا رہے ہیں پھر میں بخارا میں کیسے رہ سکتا ہوں۔ مجھے بھی جہاد پر جانے کی اجازت دی جائے۔"

آخر سالار لشکر سعید بن عثمان نے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر جب ہر طرف خاموشی طاری ہو گئی تو سالار نے کہا۔

"آپ لوگ پریشان اور فکرمند نہ ہوں۔ میں نے سمرقند جانے کے خواہشمندوں کی درخواست منظور کر لی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی لوگوں میں خوشی کا غلغلہ بلند ہوا اور ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔

"خدایا۔ ہمارے سالار کو ہمیشہ زندہ و سلامت رکھ۔"

"اے خدا۔ سالار لشکر اسلام کو جلد صحت عطا فرما۔"

"اللہ ہمارے سالار کو تندرستی عطا کرے اور ان کا زخم جلد سے جلد بھر جائے۔"

سالار فوج نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے خاموش کیا پھر بولے۔

"میں سب کو سمرقند جانے کی اجازت دیتا ہوں مگر ایک شرط کے ساتھ۔"

"مجھے سردار محترم کی ہر شرط قبول ہے۔" ملکہ عالیہ نے فوراً کہا۔

"مجھے بھی منظور ہے۔" یہ آواز فرفوس کی تھی۔

"میں بھی ہر شرط قبول کرتا ہوں۔" یہ لالے کی آواز تھی جو پچھلی قطار میں کھڑا تھا۔
ملکہ' فرفوس اور لالے نے شرط تو مان لی مگر اب یہ لوگ پریشان تھے کہ آخر سالار لشکر ان پر کیا پابندی لگانا چاہتے ہیں۔ سب کی نظریں آ کر سالار لشکر پر جم گئیں۔ آخر سالار لشکر سعید بن عثمان نے کہا۔
"شرط یہ ہے کہ روانگی سے پہلے ملکہ بخارا' قلعدار فرفوس اور لالے کی شادیاں ہوں گی' پھر تمام لوگ سمرقند جا سکیں گے۔"
اس شرط کو سن کر یہ لوگ اور زیادہ خوش ہوئے اور ان کے دلوں میں اپنے سالار کے لیے پہلے سے جو عزت تھی اس میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ تینوں کی شادیوں کا اعلان کر دیا گیا۔ طے یہ کیا گیا کہ سب شادیاں ایک جگہ ہوں گی اور عقد کے بعد فرفوس اپنی دلہن عاشی اور لالے اپنی دلہن زاشی کے ساتھ سالار لشکر کے مہمان ہوں گے۔ ملکہ عالیہ قبق خاتون' سالار لشکر کے بھائی سعد بن عثمان کے ساتھ رخصت ہو کر دوسرے محل میں جائیں گی۔
سالار لشکر سعید بن عثمان نے ان لوگوں کے عقد سے پہلے ہی دو ہزار کا ایک لشکر فوری طور پر سمرقند روانہ کر دیا۔ چونکہ ہر شخص کے دماغ پر جنگ اور سفر سوار تھا اس لیے ان شادیوں پر کوئی دھوم دھام نہ ہو سکی اور سادگی سے سب کے عقد کر کے انہیں اپنے ٹھکانوں پر پہنچا دیا گیا۔
یہ تمام کام دو دن کے اندر ہو گیا۔ اس دوران بھی سمرقند کو جانے والے لشکر کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ ان شادیوں سے یہ ضرور ہوا کہ چاہنے والوں کو اپنی چاہنے والیاں مل گئیں مگر شادی کا جو لطف عام دنوں میں ہوتا ہے وہ انہیں حاصل نہ ہوا۔ صرف دو راتیں اپنی اپنی بیبیوں کے ساتھ گزار کے تیسرے دن یہ سب روانگی کے لیے تیار ہو گئے۔
سعد بن عثمان' فرفوس اور لالے کو اپنی بیویاں ساتھ لے جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس طرح ملکہ قبق خاتون' زاشی اور عاشی اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ سمرقند روانہ ہوئیں۔ سالار لشکر کے طور پر مہلب بن صفرہ کا تقرر ہوا تھا۔ وہ پہلے ہی نائب سالار لشکر تھے۔ لشکر کی روانگی کے وقت سعید بن عثمان کی حالت اس قدر خراب تھی کہ وہ تکیہ سے سر بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔ ان کے پورے چہرے پر ورم آ گیا تھا اور آنکھ کا زخم اس قدر گہرا تھا جس میں دن میں کئی کئی بار دوائیں لگا کر پھاہے رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ سالار لشکر نے بستر پر لیٹے لیٹے ہی دعائیں دے کر لشکر کو رخصت کیا۔

لشکر سمرقند روانہ ہوا تو سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ کا گھوڑا سب سے آگے تھا۔ ان کی بھی ایک آنکھ پچھلی جنگ سمرقند میں ضائع ہو گئی تھی۔ ان کی اور سالار لشکر سعید بن عثمان کی آنکھوں میں تیر لگے تھے۔ تیر نکال دیئے گئے تھے۔ مہلب کی آنکھ کا زخم زیادہ گہرا نہ تھا۔ وہ جلد ہی بھر گیا اور مہلب صرف ایک آنکھ سے محروم ہو کر اچھے ہو گئے مگر سعید بن عثمان کا زخم اب تک نہ بھرا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ان کے جگہ مہلب بن ابی صفرہ لشکر کے سپہ سالار بن کے سمرقند جا رہے تھے۔

ملکہ بخارا عام سے جنگی لباس پہنتی تھی۔ اس زمانہ میں قیصر و کسریٰ کے لشکر تو باقاعدہ جنگی لباس پہنتے تھے مگر عام اور چھوٹی ریاستوں میں جنگی لباس کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی جاتی تھی۔ تمام لوگ عام لباس پہن کر اور اس پر اسلحہ سجا کر میدان جنگ میں جاتے تھے۔

بخارا اور سمرقند کے علاقوں میں خواتین جنگ پر نہیں جاتی تھیں۔ مسلم خواتین جو شوہروں کے ساتھ جاتی تھیں وہ عام طور پر فرسٹ ایڈ یعنی زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں یا پھر میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داریاں اٹھاتی تھیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلم خواتین کو جنگ سے دور رکھا جاتا تھا۔ ہر عورت تیر اندازی اور شمشیر زنی کی خود بھی تربیت حاصل کرتی تھی کیونکہ ان ہتھیاروں کا استعمال حفاظت خود مختاری کے لیے بھی ضروری ہوتا تھا۔

مسلم سالار سعید بن عثمان نے اپنے نائب مہلب بن ابی صفرہ کو جو ان کے نائب اور اس وقت فوج کی کمان کر رہے تھے' خاص طور پر ملکہ بخارا کی حفاظت کی تاکید کی تھی۔ چنانچہ مہلب نے ملکہ سے درخواست کی کہ وہ لشکر کے درمیان رہ کر سفر کریں۔ ملکہ نے کوئی اعتراض نہ کیا مگر یہ ضرور خواہش کی کہ فرفوس' لالے اور ان کی بیویوں کو سفر کے دوران ان کے قریب رہنے کی اجازت دی جائے۔ مہلب نے نہ صرف اجازت دی بلکہ ملکہ کے لیے بہترین انتظامات کروائے تاکہ انہیں راستہ میں کوئی تکلیف نہ ہو۔

سمرقند دو منزل رہ گیا تھا یا یہ آخری منزل تھی۔ اسلامی لشکر نے وہاں قیام کیا تو کئی لشکریوں نے سردار کے سامنے کئی کٹے ہوئے انسانی اعضاء پیش کیے جو اس مقام پر بکھرے ہوئے تھے۔ مہلب یہ اعضاء دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے چاروں طرف سوار دوڑائے تاکہ وہ کسی قریبی آبادی سے کسی کو لے آئیں جو ان اعضاء کے بارے میں صحیح اطلاعات فراہم کر سکے۔

خیمے ڈیرے لگا دیئے تھے۔ ہر شخص ہوشیار مگر پریشان تھا۔ اندازہ یہی تھا کہ اس جگہ کوئی

جنگ ہوئی ہے۔ لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔ کوئی کچھ کہتا تو کوئی کچھ۔
سردار فوج مہلب بن صفرہ نے خیال ظاہر کیا۔
"میرا خیال ہے کہ ہمارے سپہ سالار نے ہمارے چلنے سے پہلے دو ہزار کا جو لشکر کمک کے طور پر سمرقند روانہ کیا تھا اس کا مقابلہ کسی دشمن سے ہوا ہے۔"
فرفوس نے خیال ظاہر کیا۔
"معزز سردار۔ آپ نے درست فرمایا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر مسلمان لشکر کا مقابلہ کسی دشمن سے ہوا ہے تو دشمن نے سمرقند پر حملہ کرنے کے بجائے دو منزلیں پیچھے آ کر بخارا سے آنے والی کمک پر کیوں حملہ کیا۔ اسے تو سمرقند کا محاصرہ کرنا چاہیے تھا؟"
یہ مسئلہ بھی غور طلب تھا۔ سمرقند سے بخارا جو پیغام پہنچا تھا اس میں صرف یہ خبر تھی کہ تاشقند والے حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حملہ سمرقند کو بچانے والی کمک کو راستہ میں روک کر کیا۔ غرض اب بھی جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔
اس پڑاؤ کے اردگرد کا علاقہ بالکل ویران تھا۔ سردار کے بھیجے ہوئے سوار دیر تک کسی آدمی کو نہ پا سکے جسے سردار کے پاس لاتے۔ بڑی تلاش کے بعد ایک ویران آبادی میں سوار کو ایک بوڑھا ملا۔ اس نے بتایا کہ کچھ دن پہلے اس علاقہ میں ایک بڑی سخت جنگ ہوئی تھی۔ وہ یہ تو نہ بتا سکا کہ جنگ کن لوگوں کے درمیان ہوئی تھی مگر اس نے اس بات کا اظہار کیا کہ ان میں ایک لشکر اس ملک میں نئے آنے والوں یعنی مسلمانوں کا تھا۔ اس کی پہچان بوڑھے نے یہ بتائی کہ ان لشکریوں کے سروں پر پگڑیاں' چہرے پر داڑھی تھی اور وہ لمبے کرتے پہنے ہوئے تھے۔ جب سوار نے اسے اپنا کرتہ دکھایا تو اس نے فوراً" کہا کہ ہاں ان کے کرتے بالکل اسی طرح کے تھے۔
خوش قسمتی سے اسی وقت اس بوڑھے کا جوان بیٹا وہاں آ گیا۔ وہ اپنے بوڑھے باپ کے لیے کھانا لے کے آیا تھا کیونکہ اس کے باپ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ اس آبادی کو چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا چنانچہ وہ اس آبادی میں تنہا رہ گیا تھا اور اس کا فرمانبردار بیٹا رات کے وقت اس کے لیے دو دن کا کھانا لے کے آیا کرتا تھا۔
سوار نے بوڑھے کے بیٹے سے نرم لہجے میں کہا۔
"میں اسلامی لشکر کا سوار ہوں۔ لشکر اسلام پڑاؤ پر ٹھہرا ہوا ہے۔ وہاں انسانی جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔ میرے سردار نے چاروں طرف سوار دوڑائے ہیں کہ وہ کسی شخص کو ان کے پاس لے کے آئیں جو یہ بتا سکے کہ وہاں کن لوگوں کے درمیان جنگ ہوئی

تھی۔"

لشکر کا نام سن کر بوڑھے کا بیٹا بہت ڈر گیا۔ وہ سوار کی خوشامد کرنے لگا کہ اسے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

سوار نے اسے تسلی دی۔

"تم بالکل نہ گھبراؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں سالار لشکر کے سامنے پیش کرنے کے بعد یہاں خود پہنچانے آؤں گا۔"

سوار نے اسے بہت سمجھایا مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوا۔ سردار کو غصہ آگیا اور اس نے تلوار کھینچ لی۔

"تو اگر سیدھی طرح نہیں چلے گا تو میں تجھے زبردستی لے جاؤں گا یا پھر یہیں قتل کر دوں گا۔"

اس وقت بوڑھے نے دخل دیا اور بیٹے کو سمجھایا۔

"کیوں ڈرتا ہے بیٹے۔ سوار کہہ رہا ہے کہ وہ تجھے یہاں خود واپس چھوڑ جائے گا۔"

"ہاں ہاں۔ میں وعدہ کرتا ہوں بلکہ قسم کھاتا ہوں کہ تمہیں واپس کر کے جاؤں گا۔"

سوار نے دوبارہ کہا۔

بڑی مشکل سے وہ راضی ہوا مگر خوف کے مارے اس کا برا حال تھا۔ اس جوان نے سالار لشکر کے پاس پہنچ کے بیان دیا۔

"اے مسلم سردار۔ میں اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ آپ کے پڑاؤ کی سب سے قریب آبادی میں رہتا ہوں۔ میری آبادی میں مشکل سے پچاس گھر تھے۔ کچھ دنوں سے یہ خبر قافلہ والوں کے ذریعہ ہم لوگوں کو معلوم ہوئی کہ اس پڑاؤ پر حملہ ہو گا جس میں بہت قتل و غارت گری ہو گی۔ بستی کی آدھی آبادی تو اس خبر کے پھیلتے ہی اپنے گھروں کو تالے لگا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس کے بعد اکا دکا جانے والوں کا سلسلہ جاری رہا پھر ایسا وقت آیا کہ سب لوگ بستی خالی کر گئے۔ میں نے اپنے بوڑھے باپ کو بہت سمجھایا کہ بستی چھوڑ کے میرے ساتھ چلیں مگر انہوں نے بستی چھوڑنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہاں ان کے باپ دادا کی روحیں ہیں جنہیں چھوڑ کر وہ نہیں جا سکتے۔ آخر مجھے اپنے باپ کو یہیں چھوڑ کے جانا پڑا۔ اب میں دوسرے دن چکر لگاتا ہوں اور باپ کے لیے دو تین دن کا کھانا لے آتا ہوں۔ خیر یہ تو میرا معاملہ تھا۔ اب آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ اعضاء کن لوگوں کے ہیں جو آپ کے لشکریوں کو ملے ہیں۔" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "پہلے ایک لشکر آ کے اس

پڑاؤ میں ٹھہرا تھا۔ ہم نے ان کے انداز اور لباس سے پہچان لیا کہ وہ لشکر مسلمانوں کا ہے۔ کیونکہ مسلمان جس آبادی سے گزرتے اور قیام کرتے ہیں وہاں اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اسی لیے عوام مسلمانوں کو پسند کرتے ہیں۔ مسلمان نہ تو لوٹ مار کرتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔"

مسلم سالار مہلب بن صفرہ نے اس سے کہا۔

"تمہاری مہربانی ہو گی اگر تم مختصر طور پر حالات بیان کرو تاکہ ہم اس کے مطابق انتظامات کر سکیں۔"

اس جوان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ دراصل جب جوان نے دیکھا کہ لوگ اس کا بیان دلچسپی سے سن رہے ہیں تو اس نے اپنے بیان کو کہانی کا انداز دے دیا اور حالات کو ٹھہر ٹھہر کے بیان کرنے لگا۔ سالار کی تاکید یا درخواست پر اس نے فوراً" اپنا اسلوب بدلا اور بولا۔

"اے مسلم سپہ سالار۔ اس پڑاؤ میں آنے والے اس لشکر نے خیمے لگا دیئے اور ہر طرف الاؤ جل گئے۔ کھانے کے بعد پہرے داروں کے علاوہ سب لوگ سو گئے تو رات کے پچھلے پہر ان پر حملہ ہو گیا۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حملہ کرنے والے لوگ ترکستانی (ترک) تھے۔ ان میں زیادہ تر ایسے لوگ تھے جن کے عزیز دار اور رشتہ دار جنگ سمرقند میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ پس ان لوگوں نے سوتے ہوئے مسلمانوں سے خوب خوب بدلہ لیا اور پھر ایسے غائب ہوئے کہ کسی کو پتہ ہی نہ لگ سکا کہ وہ کدھر سے آئے تھے اور کدھر نکل گئے۔"

جوان کے اس بیان کے بعد مہلب بن صفرہ نے اسے ایک خنجر تحفہ کے طور پر عطا کر کے رخصت کر دیا' اور تمام سرداروں کو بلا کر حکم دیا۔

"میرے ساتھیو۔ یہ ہمارا آخری پڑاؤ ہے۔ یہاں کے حالات سے معلوم ہوا ہے کہ ہم سے پہلے آنے والے مسلمان لشکر پر کافروں اور بے دینوں نے "شب خون" مارا تھا جس سے ان کا بہت نقصان ہوا تھا۔ اس لیے میں حکم دیتا ہوں صرف نصف لشکر آرام کرے اور بقیہ نصف چوکی پہرے پر رہے تاکہ اگر دشمن کسی طرف سے حملہ آور ہو تو اسے بھرپور جواب دیا جائے۔"

چھوٹے سواروں نے سالار کے اس حکم کو پورے لشکر میں پہنچا دیا اور ہر سردار نے اپنے ماتحت لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نصف کو آرام کرنے اور نصف کو پہرے پر مقرر کر دیا۔ سونے والا لشکر بھی برائے نام ہی سویا کیونکہ اسے خطرہ محسوس ہو گیا تھا اور

مسلمان خطرہ کے وقت سونے کے بجائے جاگنا اپنا فرض سمجھتے تھے چنانچہ جنہیں سونے کی اجازت ملی تھی وہ بھی گروہ در گروہ الاؤ کے گرد آ بیٹھے اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے۔

مسلم سپہ سالار سعید بن عثمان اپنی آنکھ کے زخم کی وجہ سے اس مہم میں حصہ نہ لے سکے تھے مگر ان کے بھائی سعد بن عثمان اس لشکر میں شریک تھے۔ سعد بن عثمان کی زوجہ یعنی ملکہ بخارا ان کے ساتھ ہی آئی تھیں۔ مہلب بن صفرہ نے ملکہ بخارا کو بخارا ہی میں رہنے کی درخواست کی تھی مگر وہ نہ مانی تھیں اور ضد کر کے سعد بن عثمان کے ساتھ آ گئی تھیں۔

سعد بن عثمان کے علاوہ فرفوس اپنی بیوی عاشی اور لالے اپنی بیگم زاشی کے ساتھ اس مہم پر آئے ہوئے تھے۔ اتفاق یہ ہوا کہ جن نصف لشکریوں کو جاگنے اور پہرہ دینے کا حکم ہوا تھا' ان میں سعد' فرفوس اور لالے تینوں ہی شامل تھے چنانچہ سعد کے ساتھ ملکہ بخارا' فرفوس کے ساتھ عاشی اور لالے کے ساتھ زاشی کی ڈیوٹیاں مختلف مقامات پر لگی تھیں اور یہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر مستعدی اور ہوشیاری سے پہرہ دے رہے تھے۔

سعد بن عثمان کا پہرہ لشکر کے شمال کی طرف تھا۔ سعد اور ملکہ بخارا قبق خاتون دونوں گھوڑوں پر سوار پہرے پر تھے اور آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ ملکہ بخارا نے سعد کو حاصل کرنے کے لیے بہت کوششیں کی تھیں اور تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ اس نے سعد کو پہلی نظر میں پسند کر لیا تھا جب سے وہ اسے چاہتی تھی بلکہ ٹوٹ کے چاہنے لگی تھی۔ وہ تمام دن سفر کر چکی تھی۔ جب سعد کا پہرے کے لیے نام پکارا گیا تو ملکہ بخارا قبق خاتون نے اس کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیا۔ سعد نے بہت چاہا کہ وہ آرام کرے مگر ملکہ نہ مانی اور جسم پر ہتھیار سجا کر سعد کے ساتھ ہو گئی۔

اس وقت دونوں آنے والے خطرے پر کان لگائے ہوشیار کھڑے تھے اور آہستہ آہستہ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ سعد نے ملکہ سے شکوہ کیا۔

"ملکہ۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میرا بہت خیال رکھتی ہیں مگر اس وقت آپ کو آرام کرنا چاہیے تھا۔ دن بھر آپ نے........"

"سعد۔ چھوڑو ان باتوں کو۔" ملکہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں تم سے اس وقت بھی شرمندہ تھی جب تم میرے نہ تھے........"

سعد کو ہنسی آ گئی۔ اس نے بھی ملکہ کی بات کاٹی اور کہا۔

"ملکہ بخارا قبق خاتون۔ پہلے آپ مجھے یہ بتائیے کہ میں آپ کا کب نہیں تھا۔ آپ اپنے وفد کے ساتھ جب پہلی مرتبہ تشریف لائی تھیں تو سب سے پہلے آپ کی گفتگو مجھ سے

ہوئی تھی۔ اس وقت اگرچہ آپ کے چہرے پر نقاب تھا مگر میں نے آپ کی آواز سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس نقاب کے پیچھے ضرور کوئی حسین چہرہ ہے اور یہ بات اس وقت ثابت ہو گئی جب آپ نے اپنا نقاب الٹا تھا۔"

"سعد------!" ملکہ نے مصنوعی غصہ سے کہا۔ "مجھے تمہارا یہ "آپ----- آپ" کہنا اچھا نہیں لگتا۔ میں ملکہ بخارا بعد میں ہوں پہلے تو تمہاری بیوی ہوں۔ میں تمہیں "تم" کہتی ہوں۔ تم بھی مجھے "تم" سے مخاطب کیا کرو۔"

"بہت کوشش کرتا ہوں کہ آپ کو---- یعنی تم کو "تم" کہوں۔" سعد نے جواب دیا۔ "مگر کیا کروں "تم" کہتے ہوئے مجھے شرم سی محسوس ہوتی ہے۔"

ملکہ نے کہا۔

"اچھا اگر تمہارے منہ سے "آپ" ہی نکلتا ہے تو میں نے بھی اس کا توڑ نکال لیا ہے۔"

"توڑ۔ کیا توڑ نکالا ہے آپ نے؟" سعد نے گھبرا کے پوچھا۔

"توڑ یہ ہے کہ" ملکہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں بھی اب "تم" کا لفظ چھوڑ دوں گی اور آپ کو "آپ" ہی کہہ کر مخاطب کیا کروں گی۔"

"نہیں نہیں ملکہ۔" سعد جلدی سے بولا۔ "آپ ایسا نہ کیجئے گا۔ ایک ملکہ کا کسی کو "آپ" کہہ کر مخاطب کرنا دراصل ملکہ کی توہین ہے اور میں کم از کم اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اب جس طرح تم نے کہا ہے بالکل اسی طرح کہوں گا اور اب آپ کا لفظ استعمال نہیں کروں گا۔"

اسی طرح کی دلچسپ باتیں فرفوس اور اس کی نئی بیاہی بیوی "عاشی" کے درمیان بھی ہو رہی تھیں۔

فرفوس نے عاشی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"عاشی۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر تم مجھے نہ ملتیں تو میری زندگی کیسی روکھی پھیکی گزرتی۔"

"یہ بات تو مجھے سوچنی چاہیے فرفوس۔" عاشی نے جواب دیا۔ "میں تو دنیا میں بالکل بے سہارا تھی۔ مجھے بچپن میں معلوم ہوا تھا کہ میری صرف ایک خالہ قلعہ بخارا میں ہے اور اس کے زاشی نام کی ایک بیٹی ہے۔ مگر یہ بچپن کی بات تھی اور میں اسے بھول بھی گئی تھی۔" یہ کہہ کر عاشی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گئی۔

"تم خاموش کیوں ہو گئیں عاشی؟" فرفوس نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ایک دردناک زندگی گزاری ہے۔ اچھا یہ بتاؤ پھر کیا ہوا؟"

عاشی نے کہنا شروع کیا۔

"پھر جب مصیبت کا زمانہ آیا اور میرے آگے پیچھے کوئی نہ رہا تو مجھے اچانک اپنی خالہ اور خالہ زاد بہن زاشی یاد پڑیں۔ ان کے یاد آتے ہی میں نے بخارا جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سلسلہ میں' میں نے لوگوں سے پوچھ گچھ شروع کی تو معلوم ہوا کہ بخارا کو ہر ہفتہ تجارتی قافلہ جاتا ہے مگر ان دنوں ان کی آمدورفت بند تھی۔ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ ملک عرب میں ایک نیا دین پیدا ہوا ہے اور اس دین کے لوگ اس قدر طاقتور ہو گئے ہیں کہ وہ تلوار چلاتے ہوئے بخارا پہنچ گئے ہیں اور قلعہ بخارا پر انہی لوگوں کا قبضہ ہے۔ اس خبر سے میرا دل ٹوٹ گیا۔"

عاشی سانس لینے کے لیے رکی تو فرفوس نے کہا۔ "عاشی تم اپنی داستان پوری کر لو تو میں بھی اپنے بارے میں تمہیں کچھ بتاؤں گا۔ ہر چند کہ میرا غم تمہارے غموں سے بہت کم ہے مگر میں نے بھی اس عہدے تک پہنچنے کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلے ہیں' ان سے میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔" اور فرفوس کی آواز جیسے ڈوبنے لگی۔

"کیا ہوا تمہیں فرفوس؟" عاشی نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا تم رو رہے ہو؟"

"نہیں عاشی۔ رو تو نہیں رہا ہوں مگر جب اپنا بچپن یاد آتا ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔" یہ کہہ کر فرفوس نے ایک لمبی سانس لی۔

عاشی نے فوراً" معافی مانگی۔

"مجھے معاف کر دو فرفوس۔ میرے غموں نے تمہیں بھی افسردہ کر دیا اور تمہیں بھی اپنا بچپن یاد آ گیا---" پھر وہ ذرا رک کے بولی۔ "میری داستان اب ختم ہو گئی ہے۔ تم سے ملنے کے بعد تو میں نے اپنے بچپن کو یاد کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ غم کو یاد کرنے سے پھر غم آ جاتا ہے۔"

"ایسا نہیں ہے عاشی۔" فرفوس نے جواب دیا۔ "غم' غموں کا علاج ہوا کرتا ہے۔ اگر کبھی ہمارے غم بڑھ جائیں تو ہمیں پچھلے غموں کو یاد کر لینا چاہیے۔ ان کی یاد موجودہ غموں میں ہمت بڑھانے اور کمی پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔"

عاشی نے فرفوس کو تسلی دی اور پھر کہنا شروع کیا۔

"آخر ایک دن میں نے بخارا جانے کا مکمل فیصلہ کر لیا اور ایک بوڑھے قافلہ سردار کی

خوشامد کی۔ میں نے اسے بتایا کہ میری خالہ بخارا میں سخت بیمار ہے۔ وہ میری منہ بولی ماں ہے اور مجھے مرنے سے پہلے دیکھنا چاہتی ہے۔ بوڑھے سردار کو مجھ پر رحم آگیا اور اس نے مجھے اپنے ساتھ بخارا لے جانے کا وعدہ کر لیا۔ اس طرح میں سمرقند سے زاشی سے ملنے کے لیے روانہ ہوئی مگر راستہ میں ایک عجیب دلچسپ واقعہ پیش آیا۔

"دلچسپ واقعہ۔" فرفوس نے حیرانی سے پوچھا۔ "آج کل کے تکلیف دہ سفر میں کسی دلچسپ واقعہ کا پیش آنا واقعی حیرت کی بات ہے۔ مجھے بھی اس دلچسپی سے آگاہ کرو عاشی۔"

عاشی نے وضاحت کی۔ اس نے کہا۔

"فرفوس۔ کیا یہ بات دلچسپ نہیں تھی کہ جس زاشی کی تلاش میں' میں بخارا جا رہی تھی۔ وہ زاشی ایک لشکر کے ساتھ بخارا سے سمرقند آ رہی تھی اور اس لشکر سے راستہ میں ہماری مڈبھیڑ ہو گئی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔" فرفوس نے کہا۔ "تو کیا تم پکڑی گئیں؟"

"نہیں پکڑی نہیں گئی۔" عاشی نے بتایا۔ "ہمارے قافلے والوں کو قید سے بھاگے ہوئے سواروں نے بتایا کہ بخارا کی طرف سے ایک لشکر آ رہا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی ہمارا قافلہ ایک ویرانہ میں چھپ گیا۔ دو دن تک ہم اس ویرانے میں بھوکے پیاسے پڑے رہے بلکہ رات کی تاریکی میں راستہ سے اور زیادہ دور چلے جاتے تا کہ ہمارے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں مخالف لشکر والوں تک نہ پہنچیں۔ خیر ان باتوں کو چھوڑو۔ اب میں تمہیں وہ بات بتاتی ہوں جسے میں نے "دلچسپ" کہا ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ جب میں بخارا پہنچی تو پہلے تم سے پھر زاشی سے ملاقات ہوئی۔ زاشی سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ سمرقند جانے والا قافلہ جس کے خوف سے ہم لوگ ویرانے میں چھپ گئے تھے اس میں زاشی موجود تھی اور وہ اس وقت ملکہ بخارا کے ساتھ سمرقند پر حملہ کرنے جا رہی تھی۔ جب میں نے زاشی کو بتایا کہ اس لشکر کے خوف سے ہمارا قافلہ دور ویرانے میں چھپا ہوا تھا تو ہم دونوں اس عجیب اتفاق پر دیر تک ہنستے رہے۔"

فرفوس نے دخل دیتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" عاشی نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ اس طرح۔" فرفوس نے عاشی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "اگر اس وقت تمہارا قافلہ پکڑا جاتا تو پتہ نہیں کہ بخارا کا لشکر اس قافلے کے ساتھ کیا کرتا۔ اگر قافلے والے گرفتار کر لئے جاتے تو تم بخارا کے بجائے سمرقند پہنچ جاتیں پھر میرا کیا بنتا؟"

اس بات پر عاشی ہلکے سے ہنس دی۔
"یہ بات تو واقعی عجیب ہوتی۔ خیر خدا کا شکر ہے کہ مجھے زاشی بھی مل گئی اور تم بھی۔ تمہارے لیے تو خوشی کی بات ہے مگر میرے لیے بھی اس میں خوشی پوشیدہ ہے۔ اگر زاشی' ملکہ بخارا کے ساتھ سمرقند نہ جاتی تو تم یہاں اکیلے نہ ہوتے' نہ میں زاشی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تم تک پہنچتی اور نہ اس وقت تمہارے پاس ہوتی۔"
ان کی دلچسپ گفتگو یہاں تک پہنچی تھی کہ ایک سوار گھوڑا اڑاتا فرفوس کے پاس پہنچا اور اس نے اطلاع دی۔
"سالار لشکر کو ہمارے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ ایک بڑا لشکر تاشقند کی طرف سے آ رہا ہے اور اس کا رخ سمرقند کی جانب ہے۔ تاشقند کا لشکر ہم سے نصف منزل پر ہے۔"
آنے والا یہیں تک کہہ پایا تھا کہ اس کے پیچھے ایک اور سوار آ گیا۔ اس نے کہا۔
"سالار لشکر نے سردار فرفوس کو فوراً" اپنے پاس طلب کیا ہے۔"
فرفوس نے حکم پاتے ہی اپنا گھوڑا گھمایا اور چلتے ہوئے عاشی سے کہا۔
"عاشی تم اس وقت تک میرے دستے کے ساتھ یہاں ٹھہرو جب تک میری جگہ دوسرا آدمی نہیں آ جاتا۔"
یہ کہہ کر فرفوس نے گھوڑے کو ایڑ دی اور دونوں سواروں کے ساتھ لشکر سالار کی طرف چل پڑا۔
سردار لشکر مہلب بن صفرہ یہ اطلاع پانے کے بعد کہ تاشقند کا لشکر سمرقند کی طرف جا رہا ہے' نئے انتظامات میں لگ گئے تھے۔ انہوں نے تمام پہرے دار دستوں کو اپنے پاس بلا لیا تھا اور اب وہ یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ تاشقند کے لشکر کو کہاں پر گھیرا جائے۔ اس کی دو صورتیں تھیں۔ ایک صورت تو یہ تھی کہ نصف منزل کا راستہ طے کر کے ان پر شب خون مارا جائے یا پھر پڑاؤ اٹھا کر فوراً" سمرقند کی طرف روانہ ہوا جائے اور تاشقند کے حملہ سے پہلے سمرقند پہنچ کر وہاں کے لشکر کے ساتھ مل کر اس حملہ کو روکا جائے۔
آخر سالار لشکر نے فیصلہ کیا کہ تاشقند کے لشکر کو سمرقند پہنچنے سے پہلے ہی روک کے جنگ میں الجھا لیا جائے اور سمرقند کو فوراً" اطلاع دی جائے کہ وہ وہاں سے روانہ ہو کر اس جنگ میں شامل ہو جائے۔
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جلدی جلدی خیمے ڈیرے اکھاڑے گئے۔ سامان بار کیا گیا اور اسلامی لشکر جاسوسوں کی رہنمائی میں روانہ ہوا۔ مہلب بن ابی صفرہ کا خیال تھا کہ وہ رات ہی میں

دشمنوں تک پہنچ جائے گا اور ان پر شب خون مارے گا مگر جاسوسوں کا بتایا ہوا فاصلہ کچھ زیادہ درست نہ تھا۔ اس لیے اسلامی لشکر جس وقت تاشقند کے لشکر کے قریب پہنچا تو صبح کی سفیدی نمودار ہونے لگی تھی۔

اسلامی لشکر کو اگرچہ زیادہ فاصلہ نہیں طے کرنا پڑا تھا پھر بھی اس پر قدرے تھکن کا غلبہ تھا۔ ادھر سویرا ہو جانے کی وجہ سے شب خون مارنے کا کوئی خاطر خواہ فائدہ پہنچنے کی بھی امید نہ تھی۔ اس لیے سالار لشکر نے دشمن کے قریب پہنچ کے پڑاؤ ڈالا۔ اس وقت دشمن کو بھی اسلامی لشکر کے آنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ وہ جلدی سے تیار ہو کے میدان میں جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔

مہلب بن صفرہ کو اب جنگ کی جلدی نہ تھی۔ ان کی آمد سے تاشقند والوں کے سمرقند کی طرف بڑھتے ہوئے قدم رک گئے تھے۔ یہ بات اسلامی لشکر کے حق میں جاتی تھی اس لیے انہوں نے فوری جنگ سے گریز کیا اور اپنے لشکر کو آرام کا حکم دیا مگر ہوشیار رہنے کا بھی حکم تھا کہ اگر دشمن حملہ کرنے کی کوشش کرے تو فوری طور پر جواب دیا جائے۔

سالار لشکر کی یہ حکمت عملی بھی کامیاب رہی۔ دشمن نے دیکھا کہ اسلامی لشکر خیموں سے نکل کے میدان میں نہیں آ رہا تو انہیں امید ہوئی کہ مسلمان شاید صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اس خیال سے وہ بہت خوش ہوئے اور جو لشکر میدان میں چلا گیا تھا یا جا رہا تھا اسے واپس بلا لیا گیا۔

مشہور جنگی مقولہ ہے کہ جنگ میں ہر چیز اور ہر بات جائز ہے۔ چنانچہ مہلب بن ابی صفرہ نے دشمن کو فریب دینے کا بندوبست کیا اور جلدی جلدی ایک وفد ترتیب دے کر دشمن کی طرف روانہ کر دیا۔ اس وفد میں پانچ آدمی شامل تھے۔ فرفوس کو وفد کا سردار بنایا گیا تھا۔ اس کے ساتھ سعد بن عثمن' لالے اور دوسرے دو عمر رسیدہ لوگ تھے۔

تاشقند کے ترکستانیوں نے مسلمان وفد کو سفید جھنڈے کے ساتھ آتے دیکھا تو ان کا سپہ سالار اپنے پچاس جوانوں کو لے کے استقبال کے لیے نکلا۔ ترکستانی حیران نظروں سے مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ ان مسلمانوں میں وہ کونسی قوت ہے جس نے انہیں اتنا بڑا فاتح بنا دیا ہے اور آج وہ ترکستان کی زمین کو یوں روند رہے ہیں جیسے یہ ان کے باپ دادا کی میراث ہے۔

تاشقند والوں کے قریب آ کر مسلمان وفد گھوڑے سے اتر پڑا۔ مسلمانوں کے ساتھ ترکستانی لشکری بھی تھے۔ ان میں ایک مترجم وہ اپنے ساتھ لائے تھے مالہ ... میں آسانی

ہو۔ مسلم وفد کی تمکنت اور بے پروائی دیکھ کر ترکستانی ہکا بکا رہ گئے تھے پھر وہ مسلم وفد کو ڈرتے ڈرتے اپنے ساتھ ایک بڑے خیمے میں لے گئے۔ یہ خیمہ تاشقندیوں کے سپہ سالار کا تھا۔ پھر مترجم کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی۔

فرفوس نے مترجم کے ذریعہ کہا۔

"ان سے کہہ دو کہ ہم اللہ کا دین لے کے اپنے وطن سے نکلے ہیں اور اس دین کو دنیا بھر میں پھیلانے آئے ہیں۔ ہماری تین شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ ہمیں سالانہ ایک مقررہ رقم دے کر ہمارے حلیف اور دوست بن جاؤ یا پھر ہماری طرح ایک اللہ کی حاکمیت قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ پھر ہم تم میں کوئی فرق نہ رہے گا اور اگر ان دو میں سے تمہیں کوئی بات بھی پسند نہیں تو پھر ہمار فیصلہ تلوار کرے گی۔"

یہ کہتے ہوئے فرفوس بڑے جلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ تاشقندی ان کی یہ جرات دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ انہوں نے مترجم کے ذریعہ کہلوایا۔

"ہم نے تو آپ لوگوں کو گفتگو کے لیے نہیں بلوایا ہے۔"

فرفوس نے جواب دیا۔

"مسلمانوں کو کوئی بلاتا نہیں بلکہ وہ خود آتے ہیں۔"

"مگر کیوں آتے ہیں؟"

"اس لیے آتے ہیں کہ کافروں اور مشرکوں کو سیدھا راستہ دکھا سکیں۔"

"ہم سیدھے راستے پر ہیں اس سے نہیں ہٹ سکتے۔"

"تو پھر تیسرا راستہ یہی ہے کہ تم ہم سے جنگ کرو۔"

"مگر۔۔۔۔ مگر ہم تم سے نہیں لڑنا چاہتے۔"

"اس کے لیے تمہیں یا تو ہمارا مقرر کردہ جزیہ دینا ہو گا یا ہمارا مذہب اسلام قبول کرنا ہو گا۔"

آخر ان کے سردار اعلیٰ نے کہا۔

"ہمیں سوچنے کا وقت دو۔ تم لوگ واپس جاؤ۔ ہم اپنا جواب اپنے وفد کے ذریعہ بھیجیں گے۔"

فرفوس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ انہوں نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر یہ سب خیمے سے نکل کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور لگامیں اٹھا کر اپنی لشکر گاہ کی طرف واپس ہو گئے۔

مسلمانوں کے اس وفد کے آنے سے تاشقند والے بہت پریشان ہوئے۔ ایک تو مسلم وفد کے سردار کی بے باکانہ گفتگو پھر ان کی شان، تمکنت اور بے پروائی نے ان کو گھبرا دیا تھا۔ مسلم وفد کے واپس جانے کے بعد تاشقند کے سردار اعلیٰ نے اپنے چھوٹے سرداروں کو مخاطب کیا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ کس قدر اکھڑ اور جاہل ہیں۔ بات یوں کرتے ہیں جیسے تلوار چلا رہے ہوں۔ اب آپ لوگ بتائیے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ ہم سمرقند کی طرف اس وقت تک نہیں بڑھ سکتے جب تک ان سے کوئی فیصلہ نہ ہو جائے۔"

چھوٹے سرداروں میں سے ایک نے کہا۔

"سردار سمرقند والوں نے تو ہمیں اطلاع بھیجی تھی کہ مسلمانوں کا وہاں صرف ایک ہزار کا لشکر ہے پھر یہ لشکر کہاں سے آگیا؟"

"اس کا بھی کچھ پتہ نہیں۔" سالار نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ "ان سے بھی ہم کچھ پوچھ نہ سکے۔

پوچھتے کس طرح، ان کا وفد تو ٹھہرا ہی نہیں، دو باتیں کیں پھر یہ جا وہ جا، غائب ہو گئے۔"

ایک سردار نے کہا۔

"سالار۔ ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ آپ ہی کوئی فیصلہ کیجئے۔"

دوسرے سردار نے اس کی تائید کی۔

"ہاں سردار۔ یہ تو بالکل نئی صورت حال ہے۔ ہم تو دراصل سمرقند والوں کی مدد کو آئے تھے مگر بیچ میں ان جاہلوں سے سامنا ہو گیا۔ اگر ہم نے ان سے جنگ شروع کی تو پتہ نہیں کیا انجام ہو۔"

سالار کو جانے ایک دم کیا خیال آیا۔ اس نے کہا۔ "اپنے جاسوسوں کو بھیج کے یہ معلوم کرو کہ ان لوگوں کے پاس کتنا لشکر ہے۔"

کسی سردار نے جواب دیا۔

"جاسوس پہلے ہی اطلاع لا چکے ہیں کہ یہ لوگ دو ہزار سے بھی کم ہیں۔"

"اس کی اطلاع مجھے کیوں نہیں پہنچائی گئی؟" سردار اعلیٰ کو غصہ آگیا۔ "جاسوسوں نے کس سے گفتگو کی تھی؟"

"ایک سردار نے بتایا۔

"سالار محترم۔ ایک جاسوس گھوڑا بھگاتا آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ دشمن کا ایک لشکر جنوب کی طرف سے آ رہا ہے جو تعداد میں دو ہزار سے بھی کم ہے۔ جاسوس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ جلدی میں ہے اس لیے یہ خبر سالار اعلیٰ یعنی آپ تک پہنچا دی جائے۔ میں آپ کو خبر دینے آ رہا تھا کہ وہ وفد آ گیا۔ اس لیے میں نہیں بتا سکا۔"

سالار اعلیٰ کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ آخر اس نے کہا۔

"تم کہہ رہے ہو کہ جاسوس نے خبر دی تھی کہ دشمن کا لشکر جنوب سے آ رہا ہے مگر مجھ تک تو خبر پہنچی ہے کہ دشمن مغرب کی طرف سے آ رہا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے۔"

ایک چھوٹے سردار نے اظہار خیال کیا۔

"سالار اعلیٰ۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ دشمن جنوب اور مغرب دونوں طرف سے بڑھ رہا ہو۔ جنوب کا دشمن تو ہم تک پہنچ گیا۔ اب کہیں مغرب کا دشمن بھی نہ آ جائے پھر تو ہم درمیان میں پھنس کے رہ جائیں گے۔"

یہ بات سن کے تاشقند کے سالار اعلیٰ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ سخت پریشان ہو گیا۔ اس نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔ جنوب کا دشمن تو آ گیا ہے۔ اب مغرب سے بھی دشمن آنے والا ہو گا۔"

یہ سوچتے ہوئے سالار اعلیٰ نے اپنی فوج کے دو حصے کر دیئے۔ ایک حصہ اس نے اپنے ساتھ رکھا اور دوسرا حصہ ایک اور سردار کی سرکردگی میں مغرب کی طرف روانہ کیا اور اسے تاکید کی کہ دشمن ک سامنا ہوتے ہی اس کی اطلاع یہاں بھجوا دی جائے۔

○☆○

دوسری طرف مسلم لشکر بھی کچھ اسی طرح کی پریشانی میں مبتلا تھا۔ سمرقند والوں کو بخارا سے اس سے پہلے بھی ایک لشکر بھیج دیا گیا تھا مگر وہ لشکر راستہ بھول کر سمرقند کے بجائے کسی اور علاقہ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ وحشی ترکستانیوں کا علاقہ تھا۔ ان وحشیوں سے مسلمانوں کی ٹڈبھیڑ ہو گئی اور بلاوجہ کی ایک جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے انہیں جلدی شکست دے کر بھگا دیا' پھر ایک اور رہبر کے ساتھ سمرقند کا رخ کی مگر جن وحشیوں کو مسلمانوں نے شکست دی تھی انہوں نے قدم قدم پر حملہ کر کے مسلمانوں کو اس قدر پریشان کیا کہ ان کی ناک میں دم

آ گیا۔

ایک ہفتہ کی مسلسل کوشش کے بعد یہ لشکر جب سمرقند کے نواح میں پہنچا تو وہاں ایک زبردست لشکر ان کے مقابلے کے لیے موجود تھا۔ سمرقند کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھڑانے اور وہاں دوبارہ سمرقندیوں کو برسراقتدار لانے کا منصوبہ دراصل ترکستان کی ایک جنگی کونسل نے بنایا تھا۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ اسلامی فتوحات اور مسلمانوں کے ہر طرف بڑھتے قدموں نے یورپ اور ایشیاء کے تمام حکمرانوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

مسلمانوں کی فتوحات اور حملوں سے پہلے ترکستان کے ترک مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور ان کی چھوٹی چھوٹی بہت سی حکمرانیاں (سلطنتیں) تھیں مگر جب مسلمانوں کا غلغلہ اٹھا اور اسلامی لشکر کے سپہ سالار سعید بن عثمان نے دریائے جیحوں عبور کر کے بخارا، سمرقند پر قبضہ کر لیا تو ترکستان کے حکمرانوں کی آنکھیں کھلیں۔ انہوں نے دوڑ دھوپ کر کے ایک مجلس بلائی جس میں تمام ترک حکمران شریک ہوئے۔ اس مجلس میں طے کیا گیا کہ تمام ترک حکمران اپنی مشترکہ کوششوں سے مسلمانوں کو ترکستان سے نکال دیں۔

چنانچہ سمرقند کو مسلمانوں کے ہاتھ سے بازیاب کرانے کی کوشش اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ سمرقند والوں کو اس کی خبر مل گئی تھی اس لیے سعید بن عثمان (سپہ سالار) نے پہلے ایک دستہ سمرقند روانہ کیا پھر ایک لشکر مہلب بن ابی صفرہ کی سالاری میں روانہ کیا۔ اس وقت مسلمانوں کے اس دستہ اور لشکر کو ترکوں کے مختلف لشکروں سے سامنا کرنا پڑ رہا تھا جو سمرقند کو بازیاب کرانے کے لیے آہستہ آہستہ ادھر بڑھ رہے تھے۔ ترکوں کے ان لشکروں میں وحشی اور نیم وحشی دونوں طرح کے دستے تھے جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔

بخارا سے بھیجا جانے والا مسلمانوں کا پہلا دستہ اس وقت سمرقند کے نواح میں وحشی ترک قبائلی دستوں سے برسرپیکار تھا۔ اس دستہ کو راستہ سے ناواقفیت اور غلط رہبری کی وجہ سے وحشی ترکستانیوں کے ہاتھوں بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ یہ وحشی قبائل کھلے میدان میں بہت کم لڑتے تھے بلکہ مختلف جگہوں پر چھپ جاتے اور جب مسلمان اس راستے سے گزرتے تو ان پر چاروں طرف سے ایک ساتھ حملہ آور ہوتے تھے۔ ایسے ہی ایک حملہ میں اس مسلم لشکر کا سردار شہید ہو گیا اور اس کا لشکر شکست کھا کر ایسا منتشر ہوا کہ پھر دوبارہ ترتیب نہ پا سکا۔

مسلمانوں کا دوسرا بڑا لشکر مہلب بنی ابی صفرہ کی سرکردگی میں سمرقند والوں کی مدد کو جا رہا

تھا۔ اس کا سامنا ترکوں کے دوسرے مشترکہ لشکر سے تھا۔ یہ دونوں لشکر آمنے سامنے خیمہ زن تھے۔ ترکستانیوں نے جنگ اس وجہ سے شروع نہ کی تھی کہ انہیں یہ معلوم ہوا تھا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر مغرب کی طرف سے آ رہا ہے۔ اس لیے انہوں نے نصف لشکر اس سے مقابلہ کے لیے بھیج دیا تھا۔ باقی نصف فوج سے وہ اس وقت تک حملہ نہیں کرنا چاہتے تھے جب تک انہیں تازہ کمک نہ پہنچ جائے یا ان کا نصف بھیجا ہوا لشکر کامیابی کے بعد واپس نہ آ جائے۔

مہلب بن ابی صفرہ بھی حملہ کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ ترکستان کے کئی لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نہ صرف سمرقند کی طرف بڑھ رہے ہیں بلکہ انہیں جہاں بھی مسلمانوں کی موجودگی کا علم ہوتا ہے وہاں پہنچ کے وہ جنگ چھیڑ دیتے ہیں۔ اس لیے مہلب کی یہ کوشش تھی کہ ترکستانیوں کے تمام لشکروں کا پتہ لگائیں پھر جب کسی جگہ وہ سب اکٹھے ہو جائیں تو ان پر حملہ کر کے ہیشہ کے لیے ان کا زور توڑ دیں۔

مہلب بن ابی صفرہ بڑے تجربہ کار سردار تھے۔ پچاسوں لڑائیاں لڑ چکے تھے مگر انسان غلطی کا پتلا ہے۔ اس کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے' پھر جنگ کے دوران تو اندازے اکثر غلط ہو جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ مہلب بن ابی صفرہ کا یہ اندازہ اور منصوبہ بھی غلط ہو گیا کہ جب تمام ترکستانی لشکر ایک جگہ جمع ہو جائے گا تو مہلب اس پر ایک شدید حملہ کر کے اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گے۔ ترکستانیوں کے تمام لشکر ایک جگہ جمع تو ہو گئے مگر اس کی خبر مسلمان لشکر کے جاسوسوں کو نہ ہو سکی۔

مہلب بن ابی صفرہ بڑے اطمینان سے ترکستانیوں کے ایک لشکر کے سامنے خیمہ زن تھے اور مکمل لشکر کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک شب ان پر اچانک ایسا شب خون مارا گیا جس کا کوئی سان و گمان بھی نہ تھا۔ اس شب خوں کا انداز بھی عجیب نرالا تھا۔ شب خون میں عام طور سے دشمن ایک طرف سے داخل ہو کر مارتا کاٹتا اور آگ لگاتا دوسری طرف نکل جاتا ہے' پھر اسی طرح تباہی اور بربادی پھیلاتا واپس آتا ہے مگر اس وقت مسلمان لشکر پر جو شب خون مارا گیا اس کی کوئی سمت نہ تھی۔

مسلمان اگرچہ غافل تھے پھر بھی حملہ شروع ہوتے ہی لمحوں میں تیار ہو کر مقابلہ پر نکل آئے مگر شب خون کا' شب خون جیسا انداز نہ تھا۔ دشمن ایک طرف سے حملہ آور نہ ہوا تھا بلکہ اس نے چاروں سمت بلکہ چاروں طرف سے شب خون مارا تھا۔ کبھی دشمن شمال سے حملہ آور ہو کر جنوب کی طرف نکل جاتا تو دوسرا حملہ مشرق سے شروع ہوتا اور مغرب کی

طرف جاتا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ مسلمانوں کے خیموں پر چاروں سمت سے اس طرح حملہ ہوا جیسے شہد کی مکھیاں کسی شاخ کو گھیر لیتی ہیں۔

مہلب بن ابی صفرہ نے بڑی جوانمردی سے اس شب خون کا ناکام بنانے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ ایک طرف کے حملہ کو روکتے تو دوسری طرف سے حملہ ہو جاتا اور دوسری طرف سے روکتے تو تیسری طرف سے حملہ ہو جاتا تھا۔ فرفوس' لالے اور سعد بن عثمان اپنے مختصر دستوں کے ساتھ بڑی پامردی سے حملوں کو روک رہے تھے مگر ترکستانی تو جیسے زمین سے ابل رہے تھے۔ اب یہ عالم تھا کہ دشمن بار بار ان تینوں جوانوں کو الگ الگ گھیرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

آخر دشمن کا دباؤ اتنا بڑھا کہ فرفوس' لالے ور سعد بن عثمان اپنے دستوں کے ساتھ ترکستانیوں میں اس طرح گھر گئے جیسے سمندر میں جزیرے۔ سعد بن عثمان' بھائی کے ساتھ کئی جنگوں میں حصہ لے چکا تھا۔ وہ ایک اچھا شہسوار اور شمشیرزن تھا۔ اس نے اپنی شمشیر زنی کے زور پر اپنے گروہ کے گھیرے کو توڑا اور باہر نکل آیا مگر دشمن کے ایک اور گروہ نے اسے پھر گھیر لیا۔ اس گھیرے کو بھی سعد نے توڑا مگر اس کے بائیں شانہ پر ایک شدید زخم آیا اور اس کا ہاتھ لٹک گیا۔ سعد کے اسی ہاتھ میں ڈھال تھی۔ ہاتھ کے لٹک جانے کی وجہ سے ڈھال اس کے ہاتھ سے گر گئی۔

اس وقت ملکہ بخارا قبق خاتون اپنے خیمہ کے آگے کھڑی حملہ کرنے والوں کو روک رہی تھی مگر اس کی نظریں سعد بن عثمان پر لگی تھیں۔ سعد کے ہاتھ سے ڈھال گرتے ہی اس پر چاروں طرف سے تلواروں کے وار ہونے لگے۔ ملکہ بخارا یہ حال دیکھ کر بجلی جیسی تیزی سے سعد کی طرف بڑھی مگر کئی سوار اس کے راستے میں آ گئے اور وہ سعد تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ ادھر سعد بن عثمان پر اس قدر تلواریں برسیں کہ وہ گھوڑے کی زین سے لٹک گئے۔

کچھ ایسی ہی حالت فرفوس اور لالے کی بھی ہوئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے گھوڑے کی دم سے دم ملائے ترکستانیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اسلامی لشکر کے سالار فوج مہلب بن ابی صفرہ ان سے کافی فاصلہ پر تھے۔ اچانک ان کی نظر فرفوس اور لالے پر پڑی جو دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ مہلب بن ابی صفرہ اپنے دستوں کے ساتھ فوراً" ان کی طرف بڑھے لیکن ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی فرفوس اور لالے دونوں ہی شدید زخمی ہو گئے تھے۔ فرفوس تو گھوڑے سے گر گیا تھا اور لالے گھوڑے کی رکاب سے لٹکا ہوا تھا۔

یہ شب خون چاندنی رات میں مارا گیا تھا اور حملہ آوروں کے ہاتھوں میں بڑی بڑی مشعلیں تھیں جن کی روشنی میں وہ کارروائی کر رہے تھے۔ حملہ آوروں نے مہلب بن ابی صفرہ کو یلغار کرکے اپنی طرف آتا دیکھا تو گھوڑے گھما کر پیچھے ہٹے پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مہلب بن ابی صفرہ ان کے قریب پہنچے۔ فرفوس زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ اس کے جسم سے بہت خون بہہ گیا تھا۔ حملہ آور بھاگ چکے تھے اور میدان صاف ہو گیا تھا۔ ترکستانیوں کا شب خون کامیاب رہا تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ کے لشکر کے پچاس سوار اور پیادے اس شب خون میں کام آئے تھے۔ اتنے ہی لشکری زخمی ہوئے تھے۔ زخمیوں میں سعد بن عثمان' فرفوس اور لالے شامل تھے۔

غالباً" مہلب بن ابی صفرہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی انہوں نے روانگی کا حکم دیا مگر روانگی ملتوی کرنا پڑی۔ اس لیے کہ تینوں زخمیوں سعد بن عثمان' لالے اور فرفوس اب تک ہوش میں نہ آئے تھے۔ ان کے جسم سے خون اس قدر زیادہ بہہ گیا تھا کہ وہ اب تک بے ہوش تھے۔ جراحوں نے زخم دھو کر پٹیاں چڑھا دیں تھیں پھر بھی خون بند نہ ہوا۔

ملکہ بخارا کے منہ میں صبح سے اب تک ایک کھیل اڑ کر نہ گئی تھی۔ فرفوس اور لالے کو بھی اسی خیمہ میں رکھا گیا تھا۔ اس لیے زاشی اور عاشی بھی وہیں موجود تھیں۔ وہ سب کی سب خاموش تھیں۔ سب کے دل دکھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کو تسلی دینے کا بھی یارا نہ تھا۔ جراحوں ور طبیب نے سالار لشکر مہلب بن ابی صفرہ کو جا کے بتا دیا تھا کہ تینوں جوانوں کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اگر سفر اختیار کرنا ہے تو انہیں وہیں چھوڑنا ہو گا کیونکہ انہیں ڈولی میں ڈال کر سفر کرنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ مہلب بنی ابی صفرہ نے آج کی روانگی ملتوی کر دی تھی۔

سردار لشکر کو ہر لشکری عزیز ہوتا ہے خواہ وہ سپاہی ہو یا سردار۔ یہ تینوں زخمی خاص اہمیت کے حامل تھے۔ سعد بن عثمان' لشکر اسلام سعید بن عثمان کے بھائی تھے۔ اس لیے ان کی اہمیت زیادہ تھی پھر ان کا عقد ملکہ بخارا سے ہوا تھا۔ اس لیے ان کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی تھی۔ اسی طرح فرفوس ایک تجربہ کار سردار تھا۔ لالے کی اہمیت یوں تھی کہ وہ ملکہ بخارا کی خاص کنیز زاشی کا شوہر تھا۔

شام ہوتے ہی زخمیوں کی حالت اور زیادہ خراب ہو گئی۔ مہلب بن ابی صفرہ کو اطلاع دی گئی۔ وہ دیکھنے آئے۔ جراح اور طبیب نے انہیں بتایا کہ کسی کے بچنے کی امید نہیں۔ ان

کی برائے نام سانس چل رہی ہے جو کسی وقت بند ہو سکتی ہے۔ سردار مہلب کے بیٹھے بیٹھے سعد بن عثمان کو جیسے کھانسی آئی۔ سب کے چہرے بحال ہو گئے مگر اس کھانسی کے ساتھ ان کے منہ سے ایک کلی بھر خون آیا۔ طبیب نے گھبرا کے سعد کی نبض پر ہاتھ رکھا پھر سردار مہلب سے آہستہ سے کہا۔

"سعد بن عثمان اسلام پر قربان ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

ملکہ بخارا کے کانوں میں یہ آواز گئی تو اس نے ایک سسکی بھری اور زاشی کی آغوش میں سر ڈال دیا۔

چند ہی لمحوں بعد لالے کو بھی بالکل اسی طرح کھانسی آئی اور اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔ طبیب نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو نبض ڈوب چکی تھی۔ اس کے منہ سے ایک دم نکلا۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

ملکہ ایک دم چونک پڑی۔ طبیب کی آواز زاشی کے کان میں پہنچی تو اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ زاشی کی نظریں پہلے ہی لالے پر لگی تھیں۔ جس وقت طبیب نے لالے کی نبض پر ہاتھ رکھا تو زاشی کو اپنی نبضیں ڈوبتی معلوم ہوئیں۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ پھر جب طبیب نے "انا للہ" کہا تو زاشی کو ایک زبردست جھٹکا لگا جس کی وجہ سے ملکہ بخارا چونک پڑی تھی۔

ملکہ نے اس وقت بہت صبر اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ وہ جلد سے سنبھلی اور زاشی کا سر پکڑ کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ زاشی کی بہن عاشی جو اب تک گھبرا گھبرا کے ایک ایک کا منہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو اس نے زاشی کے پیر دبانا شروع کر دیئے۔

سعد بن عثمان' لالے اور فرفوس تینوں ایک ہی جگہ شب خون مارنے والوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ایک ساتھ زخمی ہوئے تھے۔ اس وقت دو نے تو پوری شہادت حاصل کر لی تھی مگر فرفوس کے جسم میں اب تک جان تھی۔

ملکہ نے عاشی سے کہا۔

"زاشی کے پیر چھوڑ دو۔ فرفوس کے پاس جاؤ۔ وہاں تمہاری ضرورت ہے۔"

اور عاشی دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ فرفوس کے قریب پہنچی۔ اس وقت فرفوس کے زخمی بدن میں حرکت ہوئی۔ اس کی آنکھیں پھڑپھڑائیں اور یکایک فرفوس نے آنکھیں کھول دیں۔ عاشی اس پر جھک گئی۔

"فرفوس کیسے ہو؟" عاشی کی زبان سے اک دم نکلا۔

مگر فرفوس نے جواب دینے کے بجائے اپنی آنکھیں بند کر لیں بلکہ وہ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ طبیب نے فرفوس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

اس وقت ضبط کرنے کے باوجود عاشی کا سر جھک کر فرفوس کے سینے سے لگ گیا۔ یوں ان تینوں جوانوں نے ایک ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اور ایک ساتھ ہی ایک ہی خیمہ میں شہادت کے درجہ پر پہنچے۔

سردار لشکر مہلب بن ابی صفرہ کبھی سعد کو دیکھتے تو کبھی فرفوس اور لالے کو۔ سعد بن عثمان' ملکہ بخارا کا شوہر تھا اور فرفوس لور لالے کو بخارا کے لشکر میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ کو ان تینوں سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں مگر وہ سب اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ان تینوں شہیدوں کو دفن کہاں کیا جائے۔ سالار لشکر مہلب بن ابی صفرہ جلد سے جلد سمرقند پہنچنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ملکہ بخارا سے دریافت کیا۔

"ملکہ کا کیا خیال ہے ان شہیدوں کو کہاں دفن کیا جائے؟"

شدت غم سے ملکہ کے کان بند ہو گئے تھے۔ اس نے جیسے مہلب کی بات سنی ہی نہیں۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے مہلب کو دیکھ رہی تھی۔ مہلب سمجھ گئے کہ ملکہ اپنے حواس میں نہیں ہے مگر یہ فیصلہ کرنا بھی ضروری تھا۔ اس لیے انہوں نے ملکہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اسلام میں شہادت سے بڑھ کر اور کوئی درجہ نہیں۔ ملکہ کے خاوند نے وہ مقام حاصل کیا ہے جو دنیا میں ان کے لیے باعث عزت اور عقبٰی میں ان کے لیے ذریعہ نجات ثابت ہو گا۔"

ملکہ کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو زمین پر ٹپکے اور مٹی میں جذب ہو گئے۔

مہلب بن ابی صفرہ نے فوراً کہا۔

"ہماری مثال بھی ان آنسوؤں کے مانند ہے جو زمین پر گر کر مٹی میں جذب ہو جاتے ہیں۔ ہم سب کا یہی انجام ہونا ہے۔ ملکہ بخارا صبر فرمائیں اور اپنا خیال ظاہر کریں کہ سعد کو کہاں دفن کیا جائے؟"

ملکہ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں انہیں بخارا لے جاؤں گی۔"

ملکہ کی بات ختم ہوتے ہی عاشی بولی۔

"میں بھی فرفوس کو بخارا لے جاؤں گی۔"

زاشی نے بھی دونوں کی بات میں بات ملائی۔

"لالے بھی بخارا میں دفن ہو گا۔"

مہلب بن صفرہ نے ملکہ کو بتایا۔

"لشکر کو جلد از جلد سمرقند پہنچنا اور وہاں کے حالات دیکھنا ہیں۔ اگر ملکہ پسند فرمائیں تو ایک دستہ فوج کے ساتھ انہیں بخارا پہنچا دیا جائے؟"

"یہی ٹھیک ہے۔" ملکہ نے کہا۔ "میں آپ کے ساتھ سمرقند نہیں جاؤں گی بلکہ میں زاشی اور عاشی کے ساتھ بخارا چلی جاؤں گی۔"

مہلب بن ابی صفرہ نے ملکہ بخارا قبق خاتون کو ایک سو سواروں کے ہمراہ بخارا بھجوا دیا۔ ان کے ساتھ تینوں شہیدوں کی لاشیں بھی تھیں۔ پھر مہلب بن صفرہ سمرقند کی طرف روانہ ہوئے۔

سمرقند پہنچ کے مہلب بن ابی صفرہ نے دیکھا کہ وہاں کے لوگوں کو حوصلے بہت بلند ہیں۔ ایک لشکر جو مہلب سے پہلے سمرقند روانہ کیا گیا تھا اسے اگرچہ ترکستانیوں کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانا پڑی تھی مگر اس کے بچے کچھے لوگ سمرقند پہنچ گئے۔ سمرقندیوں نے دشمن کے خطرے کے پیش نظر قلعہ کو خوب مضبوط کر لیا تھا۔ چنانچہ مہلب بن ابی صفرہ چند دن سمرقند میں قیام کے بعد بخارا واپس چلے گئے۔

مہلب کو سمرقند سے جلد یوں جانا پڑا کہ سپہ سالار لشکر اسلام سعید بن عثمان نے انہیں قاصد بھیج کر بخارا بلوا لیا تھا کیونکہ بنو امیہ کے پہلے خلیفہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے "یزید" کے لیے مسلمانوں سے بیعت لینا شروع کر دی تھی۔ اس وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے فتوحات کا سلسلہ بند کرا دیا تھا اور وہ یزید کے لیے بیعت لینے کے کام میں الجھ کے رہ گئے تھے۔